محمد رسول الله والذين معهٗ اشداءُ علی الکفار (سورۃ فتح)

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں۔

رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ

حصہ دوم (فاروقی)

مہران اندر درمیان خود .... شاہ ولی اللہؒ

رحم دل ہیں درمیان اپنے .... شاہ رفیع الدینؒ

اس کتاب میں کتاب وسنت اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ اور سیدہ فاطمۃ الزہرؓا اور حسنین شریفینؓ کے درمیان عمدہ تعلقات اور بہترین مراسم درد ابطہ جدید انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔

تالیف: حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ

محمدی شریف ضلع جھنگ (پنجاب)

دار الکتاب

کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ

اردو بازار، لاہور

ضابطہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ
مصنف	:	حضرت مولانا محمد نافع دامت برکاتہم
ناشر	:	دارالکتاب، کتاب مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
طابع	:	حاجی حنیف سنز
اشاعت	:	جنوری 2010ء
قیمت	:	روپے



قانونی مشیر ________ بااہتمام

مہر عطاء الرحمٰن ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، لاہور — حافظ محمد ندیم

فون: 0300-4356144=7241866 — 0300-8099774

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

فہرست مضامین

باب دوم

باب سوم

باب چہارم

باب پنجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

پیش لفظ

حَامِداً و مُصَلِّیاً و مُسَلِّماً

خلیفۂ ثانی سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہمیشہ سے معرکۃ الآرا رہی ہے۔ آپ کا اسلام لانا جس قدر اہلِ اسلام کی تقویت، اسلامی قوت کے لیے استحکام اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کی مساعی میں موثر ترین ذریعہ ثابت ہوا۔ اسی قدر خرمنِ باطل کے لیے برقِ جہاں سوز اور کفر و ضلالت کی کھیتی کے لیے تباہ کُن ثابت ہوا۔ ایک فرد کے دل کی دنیا کیا بدلی کہ مکہ کی پوری آبادی ایک نئے انقلاب سے روشناس ہوتی۔

ے جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم!
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

گلشنِ اسلام کے باغباں نے جس سدابہار پودے کو خالقِ کائنات سے تزئینِ گلشن کی خاطر مانگ کر لیا تھا۔ اور جس کی دیکھ بھال، تربیت اور نشوونما خصوصی توجہ سے فرماتی تھی۔ وہ عمرؓ بن الخطاب ہے جسے آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے قربِ خاص عنایت فرمایا۔ تعلیمِ آیاتِ الٰہی اور حکمت سے آراستہ کیا، تزکیۂ نفس سے اس کے دل کو منور کیا اور اس جوہرِ قابل کو ہر پہلو درخشندہ فرمایا تھا۔ خلیفۂ رسولِ مقبول علیہ افضل التحیات و التسلیمات صدیقِ اکبرؓ نے اپنی وفات کے وقت قوم کی باگ ڈور انہی کے سپرد کر دی۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین کے لگائے ہوئے گلزار کو حضرتِ فاروق نے محیّر العقول توسیع دی۔ تزئین و ترتیب سے رشکِ جنت بنایا۔ امن و آشتی

کے لحاظ سے بہشت کا نمونہ پیش کر دیا۔ حُسنِ انتظام سے پوری دنیا نے اسلام کو ایک خوشحال گھرانے کی صورت عطا کی۔ اسلامی سلطنت کو قوت و استحکام میں ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ بنا ڈالا۔

دنیا کی عظیم سلطنتوں (ایران و روما) کی مادّی طاقتوں اور یہودیت و نصرانیت، بُت پرستی اور ستارہ پرستی کی مذہبی قوتوں کو فاروقِ اعظم کی پُرجلال شخصیت کے ہاتھوں وہ ضرب لگی کہ مدتوں سر نہ اٹھا سکے۔ مسلمانوں کے مثالی اتحاد، اخوّت اور باہمی تعاون کے باعث اس بنیانِ مرصوص میں یہ باطل قوتیں رخنہ نہ ڈال سکیں۔ اپنی عبرتناک شکستوں کا بدلہ لینے میں مکمل طور پر ناکام ہوگئیں اور مدافعت کی ہر کوشش سے کلیتہً مایوس ہوگئیں تو فاروقِ اعظمؓ کی وفات کے بعد سازشی لوگوں نے اپنی ناکامیوں کا بدلہ چکانے کے لیے جھوٹے پروپگنڈے کا سہارا لیا۔ اور سازشوں کا جال بُننا شروع کر دیا۔

چونکہ عرب و عجم کی باطل قوتوں نے سیدنا صدّیق اکبرؓ اور سیدنا عمرؓ بن الخطّاب کے ہاتھوں زک اٹھائی تھی اس لیے ان کی زہر چکانیوں کا سارا زور انہی دونوں باطل شکن شخصیتوں کے خلاف صرف ہُوا لیکن ان کے سیرت و کردار، بے داغ سیاست، حکومت کے حُسنِ انتظامات، مثالی عدل و انصاف اور زہد و اتقاء پر تو حرف نہیں لا سکتے تھے کہ ان کا جھوٹ کھلتا تھا۔ کسی پہلو بھی انگلی نہیں رکھ سکتے تھے۔ تو شیطان نے انہیں نئی چال سکھلائی کہ حُبِّ اہلِ بیت کا ڈھنڈورا پیٹ کر، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حسنین کریمینؓ اور ان کی اولاد کی محرومیوں اور مظلومیتوں کی فرضی داستانیں گھڑ گھڑ کر نشر کرنے لگے۔ اور غلط مفروضے بنا بنا کر انہیں الگ فرقہ ثابت کرنے کی ناپاک کوششیں کرنے لگے۔

اس تمام جد و جہد سے ان کا مقصد اسلام کے شیرازہ کو پارہ پارہ کر کے اسلامی غلبہ و قوت کو کمزور کرنا تھا۔ لیکن حضور رحمۃ للعٰلمین، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلّم کے تمام جاں نثار رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (آپس میں مہربان) اور اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کا مثالی

نمونہ تھے ۔ وہ اپنی مخلصانہ اور بے غرضانہ محبت و مُودّت میں رخنہ اندازی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے ۔حضرت علی المرتضیٰؓ نے جس طرح صدیقی وفاروقی دَورِ خلافت میں انتظامی معاملات، مشوروں اور عملی تعاون سے حقِ اخوّت و مُودّت ادا کیا تھا ۔ اسی طرح اپنے دَورِ خلافت میں عام خطابات، پرائیویٹ مجلسوں اور کھُلی گفتگوؤں میں شیخینؓ کے حق میں کلماتِ خیر فرماتے ۔ اور خلاف پروپیگنڈا کرنے والوں کو سزائیں دیں ۔ انہیں جلا وطن کیا اور بڑی وضاحت کے ساتھ ایسے لوگوں سے اپنی براءت ظاہر کی ۔

یہ کتاب اسی زہر کا تریاق ہے ۔ اسی پروپگنڈے کی قلعی کھولنے کی کوشش ہے ۔ اسلام کے بکھرتے ہوئے شیرازہ کی شیرازہ بندی کی سعی ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان "رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ" کی تفسیر وتشریح اور توثیق ہے ۔

کتاب "رحماء بینہم" کے حصّہ فاروقی میں حضرت علیؓ اور حسنین شریفینؓ اور عمّ رسولؐ حضرت عباسؓ، ابن عباسؓ اور فاروقِ اعظمؓ کے مابین روابط وتعلقات، باہمی حسن تعاون، آپس کی قدردانی اور ہر دو خانوادوں کی آپس کی رشتہ داریاں، شفقت و پیار اور ادب و احترام کے تاریخی واقعات وحقائق اور فرامین وبیانات کو بہت سی کتب سے جمع کیا گیا ہے ۔

اِس بات کا التزام پیشِ نظر رکھا گیا ہے کہ ہر دو خانوادوں کے مراسم اور تعلقات کا کوئی پہلو تشنۂ تکمیل نہ رہ جائے ۔ اور اس کے ثبوت میں ہر دَور کی قدیم وجدید کتب سے استفادہ کیا جائے ۔ واقعات کی توثیق وتائید کے لیے صحابہ کرام پر اعتراض کرنے والے گروہ کی مشہور ومستند کتب سے حوالے عوام کے سامنے لائے گئے ہیں ۔ کہ حقیقت عیاں ہونے پر ان کی صحابہ دشمنی کی بنیادیں منہدم ہو جاتی ہیں ۔

مزید براں بعض اُن الزامات کے تحقیقی جوابات بھی دیئے گئے ہیں جو فاروقِ اعظمؓ کے بے داغ دامن پر تھوپنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے ۔

کتاب کے مطالعہ سے انشاءاللہ العزیز ہر منصف مزاج اور متلاشیٔ حق وصداقت

فرد کے دل کو تسکین ہوگی اور شکوک و شبہات کے بادل خود بخود چھٹ جائیں گے۔
اللہ تعالیٰ مصنّف کتاب کی مساعی کو شرفِ قبولیت بخشے اور قارئین کرام کو اپنے اسلاف صالحین کے نقشِ قدم پر چلنے اور باہمی حُسنِ تعلق و حُسنِ معاشرت کی توفیق عنایت فرمائے۔

(منجانب: ناشرین)



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ ھُوَ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ سَیِّدُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِمَامُ الرُّسُلِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اَزْوَاجِہِ الْمُطَھَّرَاتِ وَعَلٰی بَنَاتِہِ الْاَرْبَعَۃِ الطَّاھِرَاتِ زَیْنَبَؓ وَرُقَیَّۃَؓ وَ اُمِّ کُلْثُوْمٍ وَفَاطِمَۃَؓ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْمُزَکِّیْنَ الْمُنْتَخَبِیْنَ اَلَّذِیْنَ ھُمْ لِاِخْوَانِھِمْ اَوْلِیَآءُ وَعَلٰی رُفَقَائِھِمْ اَذِلَّاءُ وَعَلٰی اَعْدَائِھِمْ اَشِدَّاءُ وَفِیْمَا بَیْنَھُمْ رُحَمَآءُ وَعَلٰی سَائِرِ اَتْبَاعِہٖ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَعَلٰی جَمِیْعِ عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْد، بندہ ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ بن مولانا عبدالغفور بن مولانا عبدالرحمٰن ساکن قریہ محمدی متصل جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ۔ پنجاب (پاکستان) عرض گذار ہے کہ "رحماء بینہم" کے "حصہ صدیقی" کے بعد دوسری جلد "حصہ فاروقی" شروع کیا جاتا ہے مضامین کے اعتبار سے کتاب کو پانچ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ جو سترہ فصلوں پر مشتمل ہوں گے۔

اس سے پہلے چند تمہیدی اُمور اور مقاصد درج کیے گئے ہیں۔ یہ تمہیدی امور اور مقاصد اگرچہ کتاب کے حصہ اول (صدیقی) میں لکھے جا چکے ہیں تاہم اس حصہ میں انہیں دُہرانے کی ضرورت اس لیے محسوس کی گئی ہے کہ ممکن ہے بعض احباب کی نظر سے صدیقی حصہ نہ گزرا ہو۔ تو وہ بھی ان سے کما حقہٗ فائدہ اٹھا سکیں۔

قارئینِ کرام ذہن نشین فرمالیں کہ کتاب کی تدوین و اشاعت سے ہماری غرض نہ تو

مناظرہ بازی ہے نہ بحث و تکرار۔ اور نہ ہمیں کسی جوابی کارروائی کا انتظار ہوگا۔ بلکہ قرآن مجید کے فرمان "رُحَمَاءُ بَیْنَہُمْ" کی تائید و وضاحت میں چند تاریخی حقائق جمع کیے ہیں۔

اس حصّہ فاروقی میں حضرت علی المرتضیٰؓ اور آپ کی اولاد شریف نیز حضور نبی کریم صلعم کے پیارے چچا حضرت عباسؓ اور ابن عباسؓ اور فاروق اعظمؓ کے درمیان باہمی اعتماد، حسن تعلقات، ایک دوسرے کے ساتھ بہترین سلوک اور دلی اُلفت و مودّت کو واضح کیا گیا ہے۔

اس حقیر سی کوشش سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ خدائے رؤوف و رحیم ہمیں اپنے اَسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سلف صالحین کے ارفع و اعلیٰ مقام کی سمجھ عنایت فرمائے اور باہم الفت و محبت، اتحاد و ہم آہنگی اور اتفاق و یگانگت کی ہدایت فرمائے۔

کتاب مطالعہ کے لیے پیش کی جاتی ہے۔ اگر تعصب و عناد کو دل سے نکال کر انصاف کی نگاہ سے ملاحظہ فرمایا جائے گا تو یقین ہے کہ انشاء اللہ العزیز بہت نفع ہوگا اور ان کو حضرات رضوان اللہ علیہم اجمعین سے متعلق ہر قسم کے شبہات خود بخود دُور ہو جائیں گے۔

چند تمہیدی امور

(۱) - کتاب "رحماء بینھم" میں جن مضامین کو ہم درج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ان میں ہمارا رُوئے سخن اپنے احباب "اہل السنت والجماعت" کی طرف ہے۔ اور اپنے کم علم اور ناواقف دوستوں کو ہی سمجھانا مقصود ہے۔ اہلِ علم حضرات تو ان مضامین سے پہلے ہی واقف ہیں۔

دوسری جماعتوں کے دوست بڑے شوق سے بشرطِ انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ اور واقعہ کے مطابق جو چیز نظر آئے اس پر پُوری طرح غور وفکر کرکے قبول فرمائیں۔

حوالہ جات پیش کرنے میں مقدور بھر دیانتداری سے کام لیا گیا ہے اپنی دانست میں درست چیزیں پیش کرنے کا پُورا خیال رکھا گیا ہے۔ انسان خطا کار ہے۔ اگر نادانستہ کوئی چیز غلط طریقہ سے پیش ہو گئی ہو تو مالک کریم معاف فرمائے۔ اور ناظرین کرام مجھے میری غلطی سے مطلع فرمائیں تو میں ممنونِ احسان ہونگا۔

بعض بعض مقامات پر شیعی کتب سے بھی حوالہ جات (تائیداً و الزاماً) ساتھ درج کر دیئے ہیں تاکہ دونوں فریقوں کو اس مسئلہ پر غور کرنے کا مزید موقعہ مل سکے۔

(۲) — کتاب ہٰذا میں چند علمی مباحث بھی آگئے ہیں جو عوام کی علمی قابلیت سے ذرا بلند ہیں۔ لیکن ان کی وجہ سے کئی مفاسد اور مطاعن دفع ہو سکتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کا ترک کر دینا مناسب نہیں تھا۔ اس لیے یہ تجویز کر دی گئی ہے کہ رسالہ ہٰذا کے ضروری مقامات میں کہیں "رفعِ اشتباہ" اور حواشی کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

اور کہیں اہلِ علم کے لیے مستقل فصل تجویز کر دئیے ہیں۔ جو حضرات علمی چیز کو ملاحظہ فرمانا پسند کریں تو وہ ان مقامات کی طرف رجوع کر لیں۔

(۴) ـــــ کتاب "رُحَمَاءُ بَیْنَھُم" میں جو مضمون مرتب کیا گیا ہے۔ اسی مضمون کو قبل ازیں علماءِ سلف نے بھی مدوّن کیا ہے۔ اور اس پر مستقل تصانیف تدوین کی ہیں۔ مثلاً :

(۱) حافظ دارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ) نے "ثناء الصحابہ علی القرابۃ و ثناء القرابۃ علی الصحابۃ" کے نام سے اس مضمون پر ایک کتاب لکھی۔

(۲) ابوسعید اسماعیل بن علی بن الحسن السمان (متوفی ۴۴۵ھ) نے کتاب "الموافقۃ بین اہل البیت والصحابۃ" بھی اسی مقصد کے لیے تحریر کی۔

(۳) علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر و جار اللہ زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ) نے کتاب "الموافقۃ بین اہل البیت والصحابۃ" اسی مطلب کے لیے تصنیف کی۔

ـــــ لیکن قدرت کی طرف سے اتفاق ایسا ہوا ہے کہ اب یہ تصانیف اس ملک میں ناپید و نایاب ہیں۔ بلکہ مفقود الخبر ہیں۔ تلاش و جستجو کے باوجود مجھے اس ملک میں تاحال کہیں ان کا سراغ نہیں مل سکا۔ البتہ آخری تصنیف زمخشری کا "اردو میں خلاصہ" ہندوستان سے ۱۳۷۲ھ میں شائع ہوا۔ جس کے ساتھ عربی متن نہیں۔ اور کسی کتاب کے حوالہ کی تخریج بھی درج نہیں۔ اس کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ زمخشری کی تصنیف "کتاب الموافقۃ" کا ترجمہ ہے۔ مگر ہم نے اس پر اعتماد نہیں کیا۔ اپنا ارادہ یہ تھا کہ علماءِ سلف کی ان تصانیف پر بنا کی جاتی لیکن ان کے دستیاب نہ ہونے کے باعث تعلقات و روابط کے مضامین کو دیگر کتبِ متداولہ سے مدوّن کرنے کا قصد کر لیا۔ اور ابواب کی ترتیب و تدوین بھی اپنی صوابدید کے موافق تجویز کی۔ مولیٰ کریم منظور فرماتے۔ اور ہمارے لیے آخرت میں کامیابی کا

سامان اور مغفرت کا وسیلہ بنائے۔ آمین یا ربّ العٰلمین۔

اپنی ناقص تلاش کے موافق "تعلقات اور روابط" کے یہ چند واقعات فراہم کیے ہیں جو پیشِ خدمت ہیں۔ ورنہ ان مضامینِ عالیہ کا استیعاب و استقصاء کون کر سکتا ہے؟ ان کی حیثیت "مشتے نمونہ از خروارے" کی ہے۔

(۴) تعلقات کے ان مضامین کی حقانیت و صداقت پر ہمارا اصل استدلال تو قرآن مجید سے ہے۔ قرآن مجید نے واضح عبارت اور واشگاف الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابہ کرام میں رحمان و رحیم نے اپنی شانِ رحمت کا ظہور بطریقِ اتم فرمایا ہے "یہ سب آپس میں رحم دل ہیں" اور ان کے دلوں میں "شفقت و اُلفت پیدا کر دی گئی ہے۔ ان کے درمیان اخوّتِ دینی اور اسلامی برادری کا رشتہ ہمیشہ سے قائم و دائم ہے۔

باقی روایات و تاریخی واقعات جو کچھ بھی ہم اِس باب میں ذکر کریں گے وہ سب نصِ قرآنی کی تصدیق و تائید کے طور پر مندرج ہوگا۔ اس کو مستقل دلیل کی حیثیت حاصل نہ ہوگی۔ اس چیز کو ہمارے ناظرین کرام اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں۔ یہ اُصول موضوعہ میں سے ہے۔

(۵) جب ہمارے دعوے کی اصل دلیل نصوصِ قرآنی اور آیاتِ فرقانی ہیں تو یہاں مقامِ استدلال میں وہی روایات قابلِ تسلیم اور لائقِ قبول ہونگی۔ جو نصِ قرآنی اور سنّتِ مشہورہ کے مطابق ہوں۔ اور جن میں صحابہ کرام کی باہمی شفقت والفت کے واقعات درج ہوں۔ اور جن میں محبّت و یگانگت اور دوستی اور آشتی کے حالات مذکور ہوں۔

جن روایات میں اس کے برعکس ان بزرگوں کے درمیان مناقشات و مشاجرات اور رنجیدگی کے نقشے کھینچے گئے ہیں وہ تمام تر ذخیرے یہاں معارضہ

کے مقام میں کام نہ دے سکیں گے اور ان کے ساتھ معارضہ پیش کرنا درست بھی نہ ہو گا۔ وجہ یہ ہے کہ فریقین (اہلِ سُنّت واہلِ تشیُّع) کے ہاں اپنی جگہ یہ قاعدہ مُسلَّم الطرفَین ہے کہ جو روایت نصِ قرآنی اور سُنّتِ مشہورہ مسلّمہ کے خلاف مروی ہو اور کوئی تاویل یا تطبیق نہ ہو سکتی ہو تو وہ قابلِ رد ہوتی ہے، لائقِ تسلیم نہیں ہوتی۔ چند حوالہ جات اس قاعدہ کے متعلق ہر دو فریق کی متداولہ کتب سے ملاحظہ ہوں:-

شیعی کتب سے اَئمہ کرام کے فرامین

(۱) ـــــ جناب محمد باقرؒ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا حجۃ الوداع والا خطبہ نقل فرماتے ہوئے حضور علیہ السّلام کا ارشاد ذکر کرتے ہیں:-

"فَاِذَا اَتَاکُمُ الْحَدِیْثُ فَاعْرِضُوْہُ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَسُنَّتِیْ فَمَا وَافَقَ کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ فَخُذُوْہُ وَمَا خَالَفَ کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ فَلَا تَاْخُذُوْہُ"

(احتجاج طبرسی، ص ۲۲۹ - احتجاج ابی جعفر محمد بن علی الثانی علیہما السّلام فی انواع شتّٰی)

"حاصل یہ ہے کہ سیّدنا محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ اور میری سُنّت پر پیش کرو۔ جو کتاب اللہ اور میری سنت کے برخلاف ہو اس کو مت تسلیم کرو۔"

(۲) ـــــ مغیرہ بن سعید بڑا مکّار آدمی تھا وہ امام باقرؒ کے نام سے بے شمار جعلی روایات چلایا کرتا تھا۔ امام جعفر صادقؒ مغیرہ بن سعید کی اس تدلیس اور جعل سازی کا ذکر

کرتے ہوئے لوگوں کو بطورِ نصیحت ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں :

"۔۔۔۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَقْبَلُوا عَلَيْنَا مَا خَالَفَ قَوْلَ رَبِّنَا وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

"یعنی اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ جو چیز کتاب اللہ اور سنتِ نبی علیہ السلام کے برخلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کر کے مت قبول کرو"

(رجال کشی : تذکرہ مغیرہ بن سعید ص ۱۴۶ طبع بمبئی قدیم
" " " ص ۱۹۵، طبع جدید تہران)

شیعی کتب میں سے فرامین ائمہ کرام کے متعدد حوالہ جات ہم نے اپنی کتاب (حدیثِ ثقلین طبع اوّل ص ۲۵۵) سے ص ۲۶۱ تک مفصّل درج کیے ہیں۔ یہاں ان میں سے صرف دو حوالہ جات درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۳) ــــ مزید براں یہی قاعدہ کتاب امالی شیخ صدوق ص ۲۲۱ طبع قدیم ایرانی مجلس الثامن والخمسون میں بھی جعفر صادق و محمد باقر کی سند سے حضرت علی المرتضیٰؓ سے منقول ہے :۔

"فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللّٰهِ فَخُذُوْهُ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ فَدَعُوْهُ"

یعنی وہ بات جو کتاب اللہ کے موافق پائی جائے اس کو قبول کرو۔ اور جو بات کتاب اللہ کے مخالف معلوم ہو اس کو چھوڑ دو"

(۴) ــــ اور امالی شیخ ابوجعفر محمد بن حسن الطوسی کی جلد اوّل جزء التاسع کی دوسری روایت جو امام محمد باقرؒ سے منقول ہے۔ اس میں بھی ان الفاظ کے ساتھ یہی قاعدہ مذکور ہے :

"وَانْظُرُوْا اَمْرَنَا وَمَا جَاءَكُمْ عَنَّا فَاِنْ وَجَدْتُمُوْهُ لِلْقُرْاٰنِ

مُوَافِقًا فَخُذُوْهُ بِهٖ وَاِنْ لَمْ تَجِدُوْهُ مُوَافِقًا فَرُدُّوْهُ۔

یعنی ہماری جو چیز تمہارے سامنے آتے وہ اگر قرآن مجید کے موافق پائی جائے تو اس کو اخذ کرو۔ اگر قرآن کے موافق نہیں ہے تو اس کو رد کر دو۔"

(امالی شیخ طوسی ص ۲۳۷، جلد اوّل طبع عراق نجف اشرف)

اپنی کتب میں سے چند حوالہ جات

جیسا کہ شیعہ بزرگوں کے ہاں یہ قاعدہ مسلّم ہے کہ نصِّ قرآنی یا سُنّتِ مشہورہ کے خلاف جو روایت پائی جائے وہ لائقِ التفات نہیں۔ اسی طرح ہمارے ہاں بھی یہی اصول جاری ہے:

(۱)____ چنانچہ اصولِ فقہ کی مشہور و معتبر کتاب اصول السرخسی (مصنفہ شمس الائمہ السرخسی) کے بیان وجوہ الانقطاع میں مذکور ہے کہ:

"وَذَالِكَ تَنْصِيْصٌ عَلٰی اَنَّ كُلَّ حَدِيْثٍ هُوَ مُخَالِفٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَكْثُرُ الْاَحَادِيْثُ لَكُمْ بَعْدِيْ فَاِذَا رُوِيَ لَكُمُ الْحَدِيْثُ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰی كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَمَا وَافَقَهٗ فَاقْبَلُوْهُ وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ مِنِّيْ وَمَا خَالَفَهٗ فَرُدُّوْهُ وَاعْلَمُوْا اَنِّيْ بَرِيْءٌ مِنْهُ۔"

(اصول السرخسی، ص ۳۶۵، جلد اوّل مطبوعہ حیدر آباد دکن، فصل فی بیان وجوہ الانقطاع)

"حاصل یہ ہے کہ جو روایت کتاب اللہ کے خلاف پائی جائے وہ قابلِ ردّ ہے۔ حضور علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ میرے بعد تمہارے پاس

بشتر روایات پہنچیں گی جب بھی کوئی روایت تمہارے سامنے آئے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرنا۔ جو کتاب اللہ کے موافق ہو اسے قبول کر لینا۔ یقیناً اس کا انتساب میری طرف درست ہوگا۔ اور جو کتاب اللہ کے معارض و مخالف پائی جائے اس کو رد کر دینا۔ یقین کرو میں اس سے بری ہوں۔

(۲) ـــــ نیز اسی طرح اصولِ فقہ کی درسی کتاب "توضیح تلویح" بحث سنت فصل فی الانقطاع میں مذکورہ حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

" فَدَلَّ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَلٰى اَنَّ كُلَّ حَدِيْثٍ يُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بِحَدِيْثِ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاِنَّمَا هُوَ مُفْتَرًى۔

"یعنی اس حدیث نے بتلا دیا کہ جس روایت میں کتاب اللہ کے خلاف مضمون وارد ہے وہ رسول اللہ علیہ السلام کا فرمان نہیں ہے۔ وہ خود ساختہ اور مصنوعی چیز ہے۔

(۳) ـــــ خطیب بغدادیؒ نے کتاب الکفایہ فی علم الروایہ ص ۴۳۰ میں اس مضمون کی ایک باسند روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے:

" عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ سَيَأْتِيْ عَنِّيْ اَحَادِيْثُ مُخْتَلِفَةٌ فَمَا جَاءَكُمْ مُوَافِقًا لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَسُنَّتِيْ فَهُوَ مِنِّيْ وَمَا جَاءَكُمْ مُخَالِفًا لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ "

"یعنی ابو ہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری طرف منسوب شدہ مختلف قسم کی روایات عنقریب تمہارے پاس پہنچیں گی، جو کتاب اللہ اور میری سنتِ (مشہورہ) کے مطابق ہوں وہ درست ہوں گی اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے

معارض ہوں وہ صحیح نہیں ہونگی۔

——— جانبین کی ان تصریحات و توضیحات کے بعد واضح ہو گیا کہ روایات کی کتابیں ہیں، تواریخ ہیں یا فضائل و مناقب کی کتب ہیں کتاب و سنت کے برخلاف جو کچھ مواد پایا جاتے وہ ہرگز التفات کے قابل نہیں۔

یہ قیمتی قواعد طرفین کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اِن پر عمل درآمد سے ہی دین و ایمان کی حفاظت اور نگہداشت ہو سکتی ہے۔ اور ملّی اتفاق و قومی اتحاد کا ہر دور میں تقاضا بھی یہی رہا ہے کہ عملی زندگی میں ان اصول و قواعد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے تاکہ قوم باہمی انتشار و افتراق کے مرض سے مامون و محفوظ رہ سکے۔

——— اِن تمہیدات کے آخر میں وہ قاعدہ بیان کر دینا بھی موزون ہے جو علمائے حدیث کے ہاں روایات کے باب میں جاری و ساری ہے جسے فاضل ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" جلد اوّل، ص ۱۲: "تذکرہ سیدنا علیؓ" میں درج کیا ہے۔ پہلے حضرت علیؓ کا فرمان درج کیا ہے پھر اس پر اپنی طرف سے ناصحانہ تشریح ثبت کی ہے۔ لکھتے ہیں :-

"عَنْ اَبِیْ طُفَیْلٍ عَنْ عَلِیٍّ[1] قَالَ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ وَ دَعُوْا مَا یُنْکِرُوْنَ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ یُّکَذَّبَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ؟ (قَالَ الذَّھَبِیُّ) فَقَدْ زَجَرَ الْاِمَامُ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رِوَایَۃِ الْمُنْکَرِ وَحَثَّ عَلَی التَّحْدِیْثِ بِالْمَشْھُوْرِ وَھٰذَا اَصْلٌ کَبِیْرٌ"

---

[1] قولہٗ عَنْ عَلِیٍّ" الخ، اہلِ علم کے فائدہ کے لیے لکھا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ کا یہ قول کنز العمال، ج ۵، ص ۲۴۲ (کتاب العلم من قسم الافعال آداب العلم متفرقہ طبع اوّل) میں بھی مذکور ہے۔ اور بخاری شریف جلد اوّل، ص ۲۴ (باب من خص بالعلم قومًا دون قوم) میں بھی درج ہے۔ مگر مجمل طور پر ہے۔ (منہ)

فِی الْکَفِّ عَنْ بَثِّ الْاَشْیَاءِ الْوَاهِیَةِ وَالْمُنْکَرَةِ مِنَ الْاَحَادِیْثِ
فِی الْفَضَائِلِ وَالْعَقَائِدِ وَالرَّقَائِقِ"

(۱۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد اوّل، ص ۱۲ للذہبیؒ، مطبوعہ حیدر آباد دکن، تذکرہ حضرت علیؓ
(۲۔ کنز العمال ص ۲۴۲ ج ۵ طبع اوّل کتاب العلم ادب العلم متفرقہ)

یعنی حضرت علی المرتضیٰؓ کا فرمان ہے کہ معروف و مشہور چیزیں بیان کیا کرو اور منکر یعنی معروف و مشہور کے خلاف باتیں عوام میں ذکر نہ کیا کرو۔ کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے؟ فاضل ذہبی اس مرتضوی قول کی روشنی میں لکھتے ہیں کہ ہمارے امام و مقتدیٰ علی المرتضیٰ نے ہمیں شاذ و منکر روایات کے بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور مشہور و معروف چیزوں کے بیان کرنے میں رغبت دلائی ہے اور بے سر و پا و بے اصل روایات کے پھیلانے اور تشہیر کرنے سے روکنے کے لیے یہ شاندار قاعدہ بیان فرمایا ہے۔ یہ روایات خواہ عقائد سے تعلق رکھتی ہوں یا فضائل اور ترغیبات کے باب سے ہوں سب کی خاطر یہ قانون ضروری اور لازمی ہے۔"

مقاصد

تمہیدات کے بعد اب مقاصد شروع کیے جاتے ہیں۔ (بعونہٖ تعالیٰ)

اللہ جلّ وعلا شانہٗ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر ایمانداروں کی صفاتِ حمیدہ کا ذکر فرمایا ہے کہ ان میں اخوّت و برادری قائم ہے۔ ان میں غمخواری و محبّت کا رشتہ موجود ہے۔ ان کے قلوب میں نرمی و الفت پیدا کر دی گئی ہے۔ باہمی ولایت و دوستی جیسے خصائل سے متصف ہیں۔ آپس میں رحمدلی اور مہربانی کی شان ان میں ہمیشہ سے پائی جاتی ہے۔ رأفت و شفقت کے زیور سے آراستہ ہیں۔ خویشاوندی و یگانگت کے لباس سے مزیّن ہیں۔ غمخواری و غمگساری کے خوگر ہیں۔ پاسداری اور پاسِ خاطر کے عادی ہیں۔ خیرخواہی اور ہمدردی ان کا وطیرہ ہے۔ حق شناسی و قدردانی ان کا شعار ہے۔ خوشروئی اور خوشخوئی ان کا کام ہے۔ چنانچہ اس چیز پر ذیل کی آیات دلالت کرتی ہیں۔

آیۃ اوّل

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (سورۃ حجرات، پارہ ۲۶)

ترجمۂ فارسی از شاہ ولی اللہؒ: "جز این نیست کہ مسلمانان برادران یکدیگر اند پس صلح کنید میان دو برادرِ خویش و بترسید از خدا۔ تا بر شما رحم کردہ شود"۔ ترجمہ اُردو از شاہ رفیع الدین محدّث دہلوی: "سوا اس کے نہیں کہ مسلمان بھائی ہیں پس اصلاح کرو درمیان دو بھائیوں اپنے کے۔ اور ڈرو

اللہ سے تو کہ تم رحم کیے جاؤ۔"

آیۂ دوم

"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَّکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا ۔ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ہ

(پارۂ چہارم پاؤ اول)

ترجمہ فارسی از حضرت شاہ ولی اللہؒ: و چنگ زنید برسن خدا (بدین خدا) جمع آمدہ و پراگندہ مشوید۔ یاد کنید نعمتِ خدا را کہ برشما است ۔ چوں بودید دشمنِ یکدیگر و بودید برکنارۂ مغاکے از آتش پس رہانید شما را ازاں ہمچنیں بیاں مے کند نشان ہائے خود را تا باشد کہ راہ یابید (یعنی تفرق در اصولِ دین حرام است کہ جمعے معتزلے باشند و جمعے شیعہ و علیٰ ہٰذا القیاس)

ترجمۂ اُردو از شاہ رفیع الدینؒ: اور محکم پکڑو ساتھ رسّی اللہ کے اکٹھے ۔ اور مت متفرق ہو۔ اور یاد کرو نعمت اللہ کی اُوپر تمہارے۔ جس وقت تھے تم دشمن پس الفت ڈالی درمیان دلوں تمہارے کے۔ پس ہو گئے تم ساتھ نعمت اس کی کے بھائی اور تھے تم اوپر کنارے گڑھے کے آگ سے پس چھڑا دیا تم کو اس سے ۔ اس طرح بیان کرتا ہے اللہ واسطے تمہارے نشانیاں اپنی تو کہ تم راہ پاؤ۔"

شاہ عبد القادر موضح القرآن کے فوائد میں فرماتے ہیں . . . . .
حق تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار کرتا ہے کہ نہ بہکو اور آپس میں اتفاق کو غنیمت

سمجھو۔ اور یہود کی طرح پھوٹ کر خراب نہ ہو۔ (منہ)

آیۂ سوم

" هُوَ الَّذِیٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝

(پارہ دہم پاؤ اوّل)

فارسی ترجمہ از حضرت شاہ ولی اللہ: "ہموست آنکہ قوت داد ترا بیاری داد ن خود و بمسلمانان و ہموست آنکہ اُلفت داد میانِ دلہائے ایشاں۔ اگر خرچ میکردی آنچہ درزمین است ہمہ یکجا الفت نمیدادی میانِ دلہائے ایشاں ولیکن خدا اُلفت افگند میانِ ایشاں۔ ہر آیئنہ وے غالب با حکمت است۔"

اردو ترجمہ از شاہ رفیع الدین: "وہی ہے جس نے قوت دی تجھ کو ساتھ مدد اپنی کے اور ساتھ مسلمانوں کے اور اُلفت ڈالی درمیان دلوں ان کے کے۔ اگر خرچ کرتا تو جو کچھ زمین میں ہے سب، نہ اُلفت ڈالتا درمیان دلوں ان کے کے، ولیکن اللہ تعالیٰ نے اُلفت ڈالی درمیان ان کے تحقیق وہ غالب ہے حکمت والا۔"

شاہ عبدالقادرؒ نے موضح القرآن کے فوائد میں یہاں لکھا ہے کہ عرب کی قوم میں آگے ہمیشہ بیر رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے پھر حضرت کے سبب سب متفق اور دوست ہو گئے

(منہ)

آیۃ چہارم

"اِنَّ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ" (پارہ دہم، پاؤ اوّل کا آخر)

فارسی ترجمہ از شاہ ولی اللہ: "ہر آئینہ آنانکہ ایمان آوردند و ہجرت کردند وجہاد نمودند بمالِ خود وجانِ خود در راہِ خدا و آنانکہ جائے دادند ونصرت کردند ایں جماعت بعض ایشاں کارسازانِ بعض اند"

ترجمہ اُردو از شاہ رفیع الدین: "تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے بیچ راہ اللہ کے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی بعضے ان کے دوست بعض کے ہیں اور ایک دوسرے کے رفیق ہیں"

آیۃ پنجم

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (پارہ ۲۶ - سورۂ فتح کا آخری رکوع)

ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہ: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر است۔ وآنانکہ ہمراہ اویند سخت اند بر کافراں، مہربانند درمیانِ خود، مے بینی ایشاں را رکوع کنندہ وسجدہ نمایندہ مے طلبند فضل را از خدا وخوشنودی را۔ نشان صلاح ایشاں در روئے ایشاں ست از اثر سجود۔ آنچہ مذکور مے شود داستانِ ایشاں ست در تورات وداستانِ ایشاں ست در انجیل۔ ایشاں مانندِ زراعت ہستند کہ برآورد گیاہ سبز خود را پس قوی کرد آں را۔ پس سطبر شد۔ پس بایستاد بر ساقہائے خود بشگفت مے آرد زراعت کنندگان را (عاقبت حال غلبۂ اسلام آنست) کہ بخشم آرد خدائے تعالیٰ بہ سبب دیدنِ ایشاں کافراں را۔ وعدہ دادہ است خدا آناں را کہ ایمان آوردہ اند وکارہائے شائستہ کردند ازیں امت آمرزش و مزد بزرگ۔ (فتح الرحمٰن)

ترجمہ اردو از شاہ رفیع الدینؒ: "محمد رسول اللہ کا ہے۔ اور جو لوگ ساتھ اس کے ہیں سخت ہیں اوپر کفار کے اور رحمدل ہیں درمیان اپنے۔ دیکھتا ہے تو اُن کو رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے۔ چاہتے ہیں فضل خدا کا اور رضامندی اس کی۔ نشانی ان کی بیچ مونہوں ان کے کے ہے اثر سجدے کے سے۔ یہ صفت ان کی بیچ تورات کے اور صفت ان کی بیچ انجیل کے۔ جیسے کھیتی نکالے سُوئی اپنی۔ پس قوی کرے اس کو، پس موٹی ہو جاویں پس کھڑی ہو جاویں اُوپر جڑ اپنی کے۔ خوش لگتی ہے کھیتی کرنے والوں کو، تو کہ غصہ میں لاوے بہ سبب ان مسلمانوں کے کافروں کو۔ وعدہ کیا ہے اللہ نے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور کام کیے اچھے، ان میں سے بخشش اور بڑا ثواب۔

ـــــ شاہ عبدالقادر فوائد موضح القرآن میں فرماتے ہیں کہ جو تندی اور نرمی اپنی خو ہو وہ سب جگہ برابر چلے اور جو ایمان سے سنور کر آتے وہ تندی اپنی جگہ اور نرمی اپنی جگہ - ان کا بانا یعنی تہجد کی نمازوں سے صاف نیّت سے چہرے پر ان کے نور ہے - حضرت کے اصحاب پہچانے پڑتے چہرے کے نور سے - اور کھیتی کی کہاوت یہ کہ اوّل ایک آدمی تھا اس دین پر پھر دو ہوتے پھر قوت بڑھتی گئی حضرت کے وقت اور خلیفوں کے وقت - اور یہ کہ وعدہ دیا ان لوگوں کو جو ایمان لاتے اور بھلے کام کرتے ہیں - حضرت کے اصحاب سب ایسے ہی تھے - مگر خاتمے کا اندیشہ رکھا - حق تعالیٰ بندوں کو ایسی خوشخبری نہیں دیتا کہ نڈر ہو جاویں - مالک سے اتنی شاباشی بھی غنیمت ہے "

(۱)

قرآن مجید میں اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں صرف ان پنجگانہ آیات کو یہاں ذکر کیا گیا ہے - ان کا مفہوم اپنی جگہ واضح ہے کہ ایمان داروں میں اخوّت و برادری کا تعلق ہمیشہ سے قائم ہے اور اس رشتۂ خویشگی میں دواماً اصلاح رہنی چاہیے - یہ سب خشیتِ الہٰی کی وجہ سے ہو تاکہ رحمتِ خداوندی شاملِ حال رہے -

(۲)

ایمان والوں کو اللہ کی رسی مضبوطی سے تھامنی چاہیے اور اس احسانِ خداوندی کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہماری دیرینہ دشمنیوں کو مالک کریم نے اُلفت میں بدل دیا اور قدیمی عداوتوں میں رفاقتوں کی صورت پیدا فرما دی ہے - اب سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی نظر آتے ہیں - رنجیدگی اور باہمی کشیدگی کا انجام آتش کا گڑھا ہوتا ہے - ارحم الراحمین نے اس سے بچا لیا -

(۳)

عام مومنوں کے بارے میں یہ عنوان چل رہا تھا۔ اب ذرا اس دائرے کو خاص کرکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایمان لانے والے مومنین کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے اور احسان جتلایا جاتا ہے کہ اے پیغمبر ہم نے آپ کی خاص مدد کی اور ان مومنین کے ذریعہ تائید و نصرت کی ہے۔ ان مومنین کے دلوں میں الفت ڈال دی ہے۔ اگر آپ زمین کی تمام چیزیں خرچ کر ڈالتے تب بھی یہ اُلفت اور رأفت و شفقت پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ مالک کریم نے اپنے غلبۂ قدرت اور حکمتِ بالغہ کے ذریعہ یہ مسئلہ حل کر دیا ہے۔

(۴)

اس کے بعد مزید تخصیص فرماتے ہوئے بیان فرمایا کہ مومن جو مہاجر ہیں، مجاہد فی سبیل اللہ ہیں، اپنی جان و مال راہِ خدا میں لگا دینے والے ہیں۔ اور یہ مومن جو مہاجرین کو ٹھکانا دینے والے ہیں اور ان ہجرت کرنے والوں کی نُصرت و امداد کرنے والے ہیں۔ یہ سب ایک دوسرے کے دوستدار، کارساز اور رفیقِ زندگی ہیں۔ ان کی باہمی موالات و مساوات اور غمخواری کی شہادت اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تصریحاً بیان فرما دی ہے۔

(۵)

بعد ازاں آیت نجسم میں اس مضمون کو اور تفصیل کے ساتھ مالک کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی معیّت میں رہنے والے مندرجہ حضرات پاکباز و مقدّس لوگوں کی جماعت ہے۔

(۱) خدا کے دشمنوں کے حق میں سخت ہیں، ان سے دبنے والے نہیں ہیں۔

(۲) باہم مہربان اور نرم دل ہیں، ایک دوسرے سے کینہ رکھنے والے نہیں ہیں۔

(۳) عبادتِ خداوندی میں لگے رہتے ہیں۔ دنیاوی غرض اور شہرت کے لیے نہیں بلکہ

صرف رضائے الٰہی اور خوشنودیٔ حق ان کا مقصود و مطلوب ہے۔

ان کی پہلی دو صفات اپنے اور پرائے کے معاملات کے متعلق ہیں۔ تیسری صفت (عبادت) ان کی ذات سے متعلق ہے یعنی بڑے پرہیز گار اور با خدا لوگ ہیں۔ گویا صحابۂ کرام کو بُری باتوں سے متہم کرنا بڑی بد باطنی کی دلیل ہے اور آیتِ قرآنی کی تکذیب ہے۔

(۴) چوتھی صفت (سِیْمَاھُمْ ... الخ) ان کی بزرگی اور نیکی کے آثار و انوار چہروں پر نمایاں ہیں۔ شب خیز اور با خدا لوگوں کے چہروں میں جو انوار و برکات ظاہر ہوتے ہیں وہ ریاکاروں اور بد باطنوں کے چہروں میں ہرگز نہیں ہوتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھیوں کی مذکورہ صفات کاملہ صرف قرآن مجید میں ہی مذکور نہیں ہوتیں بلکہ ان کی یہ صفات سابقہ آسمانی کتب تورات و انجیل میں بھی درج چلی آتی ہیں۔ پھر بطورِ تمثیل بیان فرمایا کہ دینِ اسلام کی ترقی اور اہلِ دین کا غلبہ اور ارتقاء تدریج ہوگا اور ضرور ہوگا۔ پھر یہ تدریجی ترقی منتہائے کمال تک پہنچے بغیر نہ رہ سکے گی۔ اور اسلام کا ارتقائی دَور وقت کے اعتبار سے متصل بالزماں ہوگا۔ اس میں انفصال و انقطاع پیش نہ آئے گا۔ یہاں پیش کردہ مثال اور ممثل لہٗ کی مطابقت و موافقت ملحوظ رکھنے سے یہ مسائل حل ہو رہے ہیں۔ (فافہم)

آیۂ ہٰذا کے آخری حصّہ (وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ... الخ) میں اس جماعت کے حسنِ مآل اور نیک انجام کا ذکر ہے۔ اس طرح کہ پہلے اس دنیا میں ترقی کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد اُخروی انعامات اور آخرت کی کامیابی کو بیان کیا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ان مومنین صالحین کے ساتھ وعدہ ہے کہ اگر خطا سرزد ہو بھی جائے گی تو مغفرت کر دی جائے گی اور نیک اعمال پر اجر ملے گا۔ گناہ معاف ہوں گے اور نیکیاں مقبول ہوں گی۔ گویا جماعت صحابۂ کرام کے حالات کا اجمالی نقشہ

آیت ہٰذا میں اس طرح مذکور ہے کہ پہلے درجہ میں ان کے استکمالِ ایمان کا بیان ہے پھر اُن کی کمالِ عبادت کا ذکر ہے۔ پھر ان کی اخلاصِ نیت بتائی گئی ہے۔ پھر تدریجی ترقی کی وضاحت کی ہے۔ آخر میں ان کی خیر انجامی اور حسنِ عاقبت کے متعلق وعدہ کی صورت میں اعلان کر دیا ہے۔ (ملخص از تفاسیرِ متعددہ)

(۱)

مفسرین اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"ھٰذِہٖ صِفَةُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ یَّکُوْنَ اَحَدُھُمْ شَدِیْدًا عَنِیْفًا عَلَی الْکُفَّارِ رَحِیْمًا بَرًّا بِالْاَخْیَارِ غَضُوْبًا عَبُوْسًا فِیْ وَجْہِ الْکَافِرِ ضَحُوْکًا بَشُوْشًا فِیْ وَجْہِ اَخِیْہِ الْمُؤْمِنِ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی" یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَةً۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَوَادِّھِمْ وَتَرَاحُمِھِمْ کَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ اِذَا اشْتَکٰی مِنْہُ عُضْوٌ تَدَاعٰی لَہٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمّٰی وَالسَّھَرِ۔ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا وَشَبَّکَ النَّبِیُّ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ" (تفسیر لابن کثیر تحت الآیت ہٰذہ)

(۲)

"وَھُمَا جَمْعًا شَدِیْدٍ وَّرَحِیْمٍ وَنَحْوَہٗ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ وَبَلَغَ مِنْ تَشَدُّدِھِمْ عَلَی الْکُفَّارِ اَنَّھُمْ کَانُوْا یَتَحَرَّزُوْنَ مِنْ ثِیَابِھِمْ اَنْ تَلْزَقَ بِثِیَابِھِمْ وَمِنْ اَبْدَانِھِمْ

اَنْ تَمَسَّ اَبَدَانَهُمْ وَبَلَغَ مِنْ تَرَحُّمِهِمْ فِيْمَا بَيْنَهُمْ اِنَّهُ كَانَ لَا يَرٰى مُؤْمِنٌ مُؤْمِنًا اِلَّا صَافَحَهُ وَعَانَقَهُ ـ

(تفسیر مدارک نسفی تحت الآیہ)

(۳)

وَفِيْ وَصْفِهِمْ بِالرَّحْمَةِ بَعْدَ وَصْفِهِمْ بِالشِّدَّةِ تَكْمِيْلٌ وَ اِحْتِرَاسٌ فَاِنَّهُ لَوِ اكْتَفٰى بِالْوَصْفِ الْاَوَّلِ لَرُبَّمَا تُوُهِّمَ اَنَّ مَفْهُوْمَ الْقَيْدِ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ فَيُتَوَهَّمُ الْفَضَاضَةُ وَالْغِلْظَةُ مُطْلَقًا فَدَفَعَ بِاِرْدَافِ الْوَصْفِ الثَّانِيْ وَمَآلُ ذَالِكَ اَنَّهُمْ مَعَ كَوْنِهِمْ اَشِدَّاءَ عَلَى الْاَعْدَاءِ رُحَمَاءَ عَلَى الْاِخْوَانِ وَنَحْوُهُ قَوْلُهُ تَعَالٰى اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ـ (روح المعانی تحت الآیہ)

(۴)

"وَمِنْ حَقِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يُّرَاعُوْا هٰذِهِ السُّنَّةَ اَبَدًا فَيَتَشَدَّدُوْا عَلٰى مُخَالِفِيْهِمْ وَيَرْحَمُوْا اَهْلَ دِيْنِهِمْ ـ

(تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری تحت الآیہ)

(۵)

وَالْمُرَادُ بِالَّذِيْنَ مَعَهُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ مَنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَّةَ وَقَالَ الْجُمْهُوْرُ جَمِيْعُ اَصْحَابِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ ـ (تفسیر "بحر المحیط" و روح المعانی)

(۱)

خلاصہ یہ کہ حضور علیہ الصلوات والتسلیم پر ایمان لانے والے اور حضورؐ کے ساتھ رہنے والے حضرات کی یہ خاص صفت ہے کہ منکرینِ اسلام پر

بڑے سخت ہیں اور نیک لوگوں کے حق میں بڑے رحیم اور مہربان ہیں۔ کافروں کے ساتھ غضبناک اور چہرہ برافروختہ رکھتے ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ خوش چہرہ اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر مومنوں کو حکم دیا ہے کہ اپنے قریب والے کافروں کے ساتھ جنگ و قتال کرو اور وہ تم میں سختی اور شدت معلوم کریں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی فرمایا ہے کہ ایمان داروں کی آپس میں شفقت کے اعتبار سے ایسی مثال ہے کہ تمام مومن ایک جسم کی طرح ہیں۔ جسم کے ایک بازو کو تکلیف ہو تو تمام بدن بے آرام ہو جاتا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کے حق میں ایک بنیاد کی طرح ہے جس کا ایک حصّہ دوسرے حصّے کو مضبوط کیے ہوتے ہوتا ہے۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر مومنوں کے آپس میں ارتباط اور یگانگت کو واضح فرمایا۔

(۴)

مفسرین لکھتے ہیں حضور علیہ السّلام کے صحابۂ کرامؓ میں مومنوں کے ساتھ متواضع رہنے اور کافروں کے ساتھ سخت رہنے کی صفت اس درجہ تک پہنچی ہوئی تھی کہ حضور علیہ السّلام کے دور میں مومن لوگ کفّار کے کپڑوں کے ساتھ اپنا کپڑا الگ جانے سے احتراز اور بچاؤ کرتے تھے۔ اور اپنے بدن کو ان کے بدن کے ساتھ مَس ہو جانے سے اجتناب و پرہیز کرتے تھے۔ اور جب مومنین کی آپس میں میل ملاقات ہوتی تو ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرتے اور معانقہ کرتے یعنی بغل گیر ہوتے تھے۔

(۳)

مُفسّرین کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام کی یہ صفت (کہ کفّار پر سخت ہیں) ذکر کرنے کے بعد پھر ان کی یہ صفت ذکر کی کہ (آپس میں مہربان ہیں) اس لیے کہ اگر صرف پہلی صفت پر اکتفاء کر دیا جاتا کہ کافروں کے حق میں سخت ہیں، تو خیال ہو سکتا تھا کہ ان میں صرف شدّت و غلظت مطلقًا پائی جاتی ہے۔ اس لیے وہم کو دُور کرنے کی خاطر دوسری صفت ذکر کی ہے کہ پرائے کے حق میں شدید ہیں تو اپنے کے حق میں شفیق ہیں۔ اس طرح اِن اوصافِ فاضلہ کی تکمیل ہو گئی۔

(۴)

نیز مفسّرین نے لکھا ہے کہ عام مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ صحابۂ کرام کی اس صفت پر عمل کرتے ہوئے مخالفینِ دین کے ساتھ سختی کا برتاؤ کریں، اور مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور دوستداری کا سلوک رکھیں۔

(۵)

تفسیر بحر المحیط اور تفسیر روح المعانی میں واضح طور پر موجود ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ سے صرف اہلِ حُدَیبیہ ہی نہیں بلکہ جمیع صحابۂ کرام مُراد ہیں۔

—— آیت پنجم (والذین معہ اشداء علی الکفّار رحمآء بینھم الخ) کی مختصر سی تشریح پیش کی گئی ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی صفاتِ کاملہ جو آیتِ مذکور میں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک ایک وصف کے بیان کے لیے دفتروں کے دفتر تیار کیے جا سکتے ہیں۔ مگر ہمیں یہاں صرف ایک وصف (رحماء بینھم) کا مختصر سا بیان مطلوب و مقصود ہے کہ سرورِ دوعالم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کی یہ جماعت

باہمی وصفِ رحمت کے ساتھ متّصف ہے۔ اس اَرحم الرّاحمین جلّ وعلاشانہٗ نے اپنے برگزیدہ پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کو سراپا رحمتِ دوعالم بنا کر بھیجا ہے تو ان کے خاص شاگردوں کو، ان کے خاص خدام کو، ان کے جاں نثاروں کو، ان کے ہر وقت میں ساتھ رہنے والوں کو اور ان کے ہر وقت کے حاضر باشوں کو بھی اس صفتِ رحمت، و شفقت، اور اُلفت و محبّت کے ساتھ متّصف فرمایا ہے۔ یہ حضرات آپس میں رحیم ہیں، باہم شفیق ہیں، ایک دوسرے کے دوست اور مُحبّ ہیں۔

یہ صفت دائمی تھی

پھر یہ صفتِ رحمت صرف چند ایک صحابۂ کرام کے لیے نہیں بلکہ تمام صحابۂ کرام کے لیے ہے۔ اور وہ مدّت العمر تک اس خصوصی صفت پر قائم و دائم رہے ہیں۔ جس طرح یہ حضرات کفّار کے حق میں ہمیشہ ہمیشہ سخت اور شدید رہے ہیں۔ اور رکوع و سجود دائماً کرتے رہے ہیں۔ رُکّعاً سُجّداً کی صفت ان سے زائل نہیں ہوتی۔ اور دیگر ایمانی صفات: صوم، صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تقویٰ، پرہیزگاری، اخلاصِ نیت وغیرہ میں بھی ان سے فروگذاشت نہیں ہوتی بلکہ اِن صفاتِ حمیدہ و خصائلِ برگزیدہ پر ہمیشہ کاربند اور عامل رہے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح باہمی شفقت و رحمت کی صفت پر بھی ان کا عمل درآمد وقتی نہیں ہوا ہے بلکہ دائمی رہا ہے۔

چنانچہ اس چیز کی تائید قرآن مجید میں موجود ہے۔ اِن ہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں فرمان ہوتا ہے کہ:

(وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ (پارہ ۲۶ - سورہ فتح رکوع ۳)

ترجمہ از شاہ رفیع الدّین: اور لازم کر دی ان کو بات پرہیزگاری کی، اور

تھے وہ بہت حق دار اس کے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

مُدّعائے تحریر

اس کے بعد مدعائے تحریر میں ہم ناظرین کرام پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مذکورہ صفت (رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ) میں بے شک تمام صحابہ کرام شریک ہیں۔ مہاجر ہوں یا انصار، مکی ہوں یا مدنی، قریشی ہوں یا غیر قریشی، ان تمام بزرگوں کی باہمی خوش خلقی و خیر خواہی و ہمدردی و غم خواری کے واقعات سے اسلامی کتب لبریز ہیں۔ اس چیز میں کوئی خفاء و اشتباہ نہیں۔ لیکن ہم اس کتاب میں خصوصی طور پر سیدنا عمرؓ بن الخطاب، اور سیدنا علی المرتضیؓ کے درمیان رحمت و شفقت اور اُلفت و محبّت کے واقعات مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں ——— اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات اور ان کے خاندانوں کے متعلق خاص طور پر عداوت، نفرت، اختلاف، انتشار اور افتراق کو عوام میں پھیلایا گیا ہے۔ عامۃ الناس اور جاہل طبقہ میں تو بڑی کوشش سے یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ یہ سب حضرات آپس میں مخالف تھے۔ ان کی باہمی سخت عداوت تھی اور ایک دوسرے کے حق میں جور و ظلم کو روا رکھنے والے تھے۔ اور انہوں نے ایک دوسرے کے جائز حقوق کو ضائع کر ڈالا ہے۔ خاندانِ نبوّت پر انہوں نے بڑے بڑے مظالم ڈھائے ہیں جو زبانِ بیان سے بالاتر اور دید و شنید سے بلند تر ہیں۔ لہٰذا اس صورتِ حال کی بنا پر ہم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ :

(۱)

لوگ خلفاءِ اربعہ حضرات کی دشمنی اور ناچاقی اور غضبناکی بیان کرتے ہیں ہم ان کی صلح و دوستی، اور امن و آشتی کے حالات و کوائف کو مدلل طریق سے ذکر کریں گے۔ (انشاء اللہ العزیز)

(۲)

لوگ ان بزرگوں کی آپس میں کشیدگی، رنجیدگی، آزردگی اور آزردہ دلی کے عجیب عجیب قصے تصنیف کر کے شائع کرتے ہیں ہم ان کی باہمی خوشدلی، خورسندی، اور قرابتِ نسبی کے تعلقات پیش کریں گے۔

(۳)

لوگ اُن کی آپس میں بدخواہی، بدسلوکی، خنک تلخی اور چپقلش کی داستانیں سناتے ہیں۔ ہم ان کی باہمی خیر خواہی، خیر طلبی، خوشنودی اور رضامندی و حقوق کی ادائیگی بدلائل ثابت کریں گے۔

(۴)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ مہربان، خلفاء اربعہ کے مابین کینہ وری، خشمگینی، درشتگی، جور، ظلم اور تعدّی[1] کے فرضی قصّے گن گن کر ارشاد فرماتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ العزیز ان پاک طینت

حاشیہ [1] ۔ (قولنا فرضی قصّے) ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس مقام پر مناسب تھا کہ عداوت و نفرت اور ظلم و تعدّی کے جو قصّے انہوں نے تراش کر تیار کیے ہوئے ہیں، ان کا کچھ قلیل سا نمونہ ان لوگوں کے کلام میں سے من و عن پیش کیا جاتا۔ لیکن تقاضائے وقت اس کے خلاف ہے۔ اس پُر آشوب اور پُر فتن دور میں ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے درمیان صلح و آشتی کی فضا پیدا کی جائے، اور اخوت و برادری کی راہ ہموار کی جائے۔ نہ کہ ان کے مابین اختلافات و انتشار کی آتش کو اور بھڑکایا جائے۔ ان ملّی مفادات، قومی منافع اور ملکی مصالح کے پیش نظر ہم نے ایسے حوالہ جات پیش کرنے سے قصداً گریز کیا ہے۔

اگر خواہ مخواہ کسی صاحب کو اس پُر خار وادی کی سیر کرنے کا شوق ہے تو اس کو

بزرگوں کے متعلق باہم غم خواری، غم گساری، ہمدردی، عدل گستری، انصاف پسندی کے واقعات چُن چُن کر قوم کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں (بعونہٖ تعالیٰ)

—— اہلِ انصاف وحق پسند طبائع ان امور پر نظرِ غائر ڈالیں گے تو حق بات خود بخود واضح ہو جائے گی۔

روایات کے ردّ و قبول کے قوانین و قواعد ہم قبل ازیں مقدمۂ کتاب میں بیان

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق)

زیادہ ورق گردانی کرنے کی حاجت نہیں، صرف ایک دُعا "صَنَمَیْ قریش" کا ملاحظہ فرما لینا ہی کافی ہے۔ ان دوستوں کے ہاں بڑے بڑے مشکل مراحل حل کرنے کے لیے یہ دعا اکسیر اعظم ہے۔ حضرت علیؓ کی زبان سے اس کو جاری و ساری بنایا گیا ہے۔ ان کی مذہبی کتب میں متداول چلی آتی ہے "صحیفۂ علویہ" اور "احقاق الحق" (از قاضی نور اللہ شوستری) وغیرہ میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمالیں۔ (القلیل یَدُلّ علی الکثیر)۔ اس کے علاوہ یہ عرض کر دینا بھی خالی از فائدہ نہیں ہے کہ دوستوں کی سابقہ کتب میں صحابۂ کرام کے مطاعن کے لیے الگ باب قائم ہوتے تھے۔ اور اب کے دَور میں انھوں نے ترقی کر کے مطاعنِ صحابہ کی خاطر مستقل تصانیف علیحدہ شائع کرنا شروع کر دی ہیں۔ مثلاً

۱۔ کتاب "حضرت عمرؓ" ہر دو حصّہ از سید علی حیدر بن سید علی اطہر شیعی مدیر جریدہ "اصلاح" کھجوا، بہار۔ ہند۔

۲۔ "آئینہ مذہب سُنّی" از ڈاکٹر نور حسین جھنگوی۔

۳۔ کتاب "ماہیّتِ معاویہؓ" از مولوی احمد علی صاحب کربلائی۔

۴۔ کتاب "کلیدِ مناظرہ" از تصنیف گوشہ نشین برکت علی صاحب۔ وغیرہ

(منہ)

کر چکے ہیں۔ اس دستور کو پیش نظر رکھتے ہوئے پیش کردہ واقعات کو ملاحظہ فرما لیں۔ پس جو روایات نصوصِ قرآنی کے متعارض و متصادم ہوں ان کو متروک کر دیں اور جو نصوصِ صریحہ کے خلاف نہ ہوں ان کو تسلیم کر لیں۔ نیز عدل و انصاف کا ترازو ہاتھ میں رکھیں۔ اس طریقہ سے حق بات آپ پر مخفی نہیں رہ سکے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

باب اوّل

فصل اوّل

حضرتِ فاروق رضؓ کے ساتھ علی المرتضیٰ رضؓ کا بیعت کرنا

جس طرح "رحماء بینہم" کے حصہ صدیقی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صدیق اکبر رضؓ کے ساتھ تعجیلاً بیعت ذکر کی گئی ہے اور اس کے شواہد و مؤیدات عمدہ طریقہ سے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح یہاں (رحماء بینہم کے فاروقی حصہ میں) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سیدنا عمر بن الخطاب رضؓ کے ساتھ بیان کی جاتی ہے۔ (بعونہٖ تعالیٰ)

صدیق اکبر رضؓ کے انتقال سے قبل کی صورتِ حال

مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آپہنچا تو آنجناب نے جہاں اور مختلف وصایا و نصائح اقارب و اجانب کو فرمائے وہاں مسلمانوں کے مسئلہ خلافت کی طرف خصوصی توجہ کی۔ اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے ہوئے انہوں نے یہ تدبیر کی کہ اپنا قائم مقام حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو تجویز فرما کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مسلمانوں کے سامنے ایک تحریر پیش کی اور فرمایا کہ اس تحریر میں جس شخص کو آپ لوگوں کا امیر تجویز کیا گیا ہے کیا وہ منظور ہے؟ تو تمام لوگوں نے رضامندی ظاہر کی اور خاص طور پر حضرت علی رضؓ نے اعلان فرما دیا کہ اگر اس میں عمر بن الخطاب کو امیر بنایا

گیا ہے تو بہتر ورنہ ان کے بغیر ہم کسی دوسرے شخص کا خلیفہ و امیر بننا تسلیم نہیں کریں گے۔ چنانچہ اُسی وقت ظاہر کر دیا گیا کہ مسلمانوں کے لیے امیر و خلیفہ حضرت عمرؓ ہی تجویز کر دیے گئے ہیں۔ پس تمام مسلمانوں نے اس چیز کو تسلیم کر لیا اور اس مسئلہ پر رضامند ہو گئے اور حضرت علیؓ سمیت سب لوگوں نے حضرت عمرؓ کی بیعت کر لی۔

اِس واقعہ کو متعدد علماء نے ذکر کیا ہے۔ طبقات ابن سعد تذکرہ ابی بکرؓ میں ذرا مُجملاً بیان کیا گیا ہے اور ابن اَثیر الجزری نے ایک سند کے ساتھ اُسد الغابہ تذکرہ عمر بن الخطاب میں واضح درج کیا ہے اور "ریاض النضرہ" میں مُحِب الطبری نے اس کو ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ابنِ عساکر کے حوالہ سے علامہ سیوطی نے "تاریخ الخلفاء" (فصل مرض الوفات ابوبکر الصدیقؓ) میں اور ابن حجر ہیثمی المکی نے ابن عساکر کے حوالہ سے الصواعق المُحرقہ (الفصل الثانی فی استخلاف ابی بکر لعمرؓ فی مرض موتہ) میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ ناظرین کرام کے اطمینان کے لیے اب واقعہ ہذا کی عبارت مع ترجمہ نقل کی جاتی ہے۔

(۱)

طبقاتِ ابن سعد میں ہے:۔

"ثُمَّ اَمَرَهُ فَخَرَجَ بِالْكِتَابِ مَخْتُوماً وَمَعَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَأُسَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ الْقُرَظِي فَقَالَ عُثْمَانُ لِلنَّاسِ أَتُبَايِعُونَ لِمَنْ فِي هٰذَا الْكِتَابِ فَقَالُوا نَعَمْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ (قَالَ ابْنُ سَعْدٍ عَلِيٌّ الْقَائِلُ) وَهُوَ عُمَرُ فَاَقَرُّوْا بِذٰالِكَ جَمِيْعًا وَرَضُوْا وَبَايَعُوْا ... الخ"

(طبقاتِ ابن سعد تذکرہ ابی بکرؓ، جلد ۳ ص ۱۴۲ طبع لیدن)

خلاصہ یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ کے حکم سے حضرت عثمانؓ ایک تحریر سربمہر کر کے (صدیقؓ کے دولت خانہ سے) باہر لائے۔ عمرؓ بن خطاب اور

اُسَید انُصرطی ساتھ تھے۔ لوگوں کو حضرت عثمانؓ نے صدیقِ اکبرؓ کی طرف سے کہا
کہ اِس کاغذ میں جس شخص کی تجویز ہو چکی ہے کیا اس کے حق میں بیعت کرنے کے
لیے آپ تیار ہیں ؟ سب حضرات نے کہا کہ ہمیں تسلیم ہے اور ہم بیعت
کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض نے کہا (کہنے والے حضرت علیؓ تھے) وہ شخص ہمیں معلوم
ہو گیا ہے کہ وہ عمرؓ ہیں۔ سب لوگوں نے اس چیز کو تسلیم کر لیا اور اس پر رضامند
ہو گئے اور سب نے بیعت کر لی۔"

—— اسی واقعہ کو ان الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل مصنفین نے بھی لکھا ہے:

(۲)

"۔۔۔۔۔ عن یسار بن حمزۃ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ اَبُوْبَکْرٍ اَشْرَفَ
عَلَی النَّاسِ مِنْ کُوَّۃٍ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ عَھِدْتُ عَھْدًا
اَفَتَرْضَوْنَ بِہٖ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ رَضِیْنَا یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللہِ
فَقَالَ عَلِیٌّ لَا نَرْضٰی اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔"

(۱) اُسد الغابہ لعز الدین ابی الحسن علی بن محمد المعروف بابن اثیر
الجزری۔ تذکرہ عمر بن الخطاب جلد ۴، ص ۷۰۔

(۲) ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ الفصل العاشر فی خلافتہ
جلد ۲، ص ۸۸۔

(۳) تاریخ الخلفاء سیوطی، فصل فی مرضہ و وفاتہ و وصیتہ ص ۶۱
طبع دہلی۔

(۴) الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی الہیثمی، الفصل الثانی فی
استخلاف ابی بکر لعمر، ص ۵۴، طبع مصر۔

حاصل یہ ہے کہ جب ابوبکر الصدیقؓ کے انتقال کا وقت قریب ہوا ہے تو

گھر کے دریچہ سے (لوگوں کو خطاب کرنے کے لیے) جھانکا اور فرمایا کہ (خلافت کے بارے میں) میں نے ایک عہد کیا ہے کیا تم اس پر رضامند ہوتے ہو؟ لوگوں نے جواباً عرض کیا کہ اے خلیفۂ رسُولؐ ہم اس بات پر راضی ہیں! اور حضرت علی المرتضیٰؓ کہنے لگے کہ عمر بن الخطاب کے بغیر (اس معاملہ میں) ہم کسی دوسرے شخص کے حق میں راضی نہیں ہونگے۔"

حضرت علی المرتضیٰؓ کے بیانات اپنی خلافت کے دوران

سابقہ ہر دو روایات میں حضرت صدیق اکبرؓ کے انتقال کے زمانہ میں حضرت علیؓ نے مسئلۂ خلافت و امارت کے متعلق اپنا خیال ظاہر فرمایا۔ اب ہم ان کی اپنی خلافت کے دور میں جو بیانات اس مسئلہ کے بارے میں حضرت علیؓ نے دیے ہیں وہ درج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں قارئین کرام ان کے ملاحظہ کرنے کے بعد بڑے اطمینان بخش نتائج برآمد کر سکیں گے اور کسی دُور از کار تاویل کے محتاج نہیں رہیں گے۔ جبر و استبداد کی داستانیں خود ساختہ افسانوں سے زیادہ وزن نہیں رکھیں گی۔ تھوڑے سے انصاف کے ساتھ غور فرمائیں گے تو مسئلہ بڑے عمدہ طریق پر حل ہو جائے گا۔

یہاں مقصد بالا کی خاطر تین عدد روایات پیش کی جارہی ہیں ۔ دو عدد اہل السنۃ والجماعت کی کتابوں سے نقل ہونگی، اور ایک عدد روایت شیعہ احباب کی معتبر کتابوں سے اخذ کی جائے گی، اور اس بحث کے آخر میں درج ہو گی، تا کہ بحث ہٰذا کی تکمیل و تتمیم کا کام دے سکے۔

(۱)

محدث ابن راہویہ (المتوفی ۲۳۸ھ) کی روایت

صاحب کنز العمال نے باب کتاب الفتن میں واقعہ جمل کے تحت یہ روایت

ذکر کی ہے، اس کو مفصّلاً حصہ اوّل صدیقی میں ہم درج کر چکے ہیں۔ یہاں مختصراً نقل کی جاتی ہے۔ اصل میں عبداللہ بن الکواء اور ابن عباد کے سوالات کے جواب میں یہ حضرت علیؓ کا کلام ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:

"..... فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ الْمُسْلِمُوْنَ فِيْ اَمْرِهِمْ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ وَلّٰى اَبَا بَكْرٍ اَمْرَ دِيْنِهِمْ فَوَلَّوْهُ اَمْرَ دُنْيَاهُمْ فَبَايَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَبَايَعْتُهُ مَعَهُمْ فَكُنْتُ اَغْزُوْ اِذَا اَغْزَانِيْ وَاٰخُذُ اِذَا اَعْطَانِيْ ...... فَاَشَارَ لِعُمَرَ وَلَمْ يَأْلُ فَبَايَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَبَايَعْتُهُ مَعَهُمْ فَكُنْتُ اَغْزُوْ اِذَا اَغْزَانِيْ وَاٰخُذُ اِذَا اَعْطَانِيْ .... فَاَخَذَ (عبد الرحمٰن بن عوف) بِيَدِ عُثْمَانَ فَبَايَعَهُ وَلَقَدْ عَرَضَ فِيْ نَفْسِيْ عِنْدَ ذَالِكَ فَلَمَّا نَظَرْتُ فِيْ اَمْرِيْ فَاِذَا عَهْدِيْ قَدْ سَبَقَ بَيْعَتِيْ فَبَايَعْتُ وَسَلَّمْتُ وَكُنْتُ اَغْزُوْ اِذَا اَغْزَانِيْ وَاٰخُذُ اِذَا اَعْطَانِيْ ....."

(کنز العمّال، کتاب الفتن تحت واقعۃ الجمل، ص ۸۲، ج ۶، طبع اوّل)

خلاصہ یہ ہے کہ (حضرت علیؓ فرماتے ہیں) جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا وصال ہوگیا تو مسلمانوں نے (خلافت) کے معاملہ میں غور و فکر کیا، معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے امر دین (یعنی نماز) کے مسئلہ میں ابوبکرؓ کو والی بنایا ہے تو دنیاوی معاملات میں بھی ابوبکرؓ کو والی مقرر کرنا چاہیے۔ پس مسلمانوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی تو میں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ ان کی بیعت کی۔ پس جب وہ جہاد کے لیے مجھے کہتے تو میں جہا

میں شریک ہوتا۔جب وہ مجھے عطایا و ہدایا دیتے تو میں قبول کرتا ...

...... پس ابوبکرؓ نے (آخری وقت میں) عمرؓ کے حق میں اشارہ کیا اور اس معاملہ میں انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔پس مسلمانوں نے عمرؓ بن الخطّاب سے بیعت کی۔میں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ عمرؓ کی بیعت کی۔جب وہ غزوات میں مجھے طلب کرتے تو میں ان کا شریک کار ہوتا اور عطیات وغنائم وغیرہ جب وہ مجھے عنایت کرتے تو میں ان کو قبول کرتا .....

...... (پھر حضرت عمرؓ کی چھ آدمیوں کی منتخب شدہ کمیٹی میں میں بھی تھا اس صورت میں) عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے عثمانؓ بن عفان کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی۔اس وقت میں اپنے دل میں غور کرنے لگا۔میں نے یہ فکر کیا کہ میرا عہد میری بیعت سے سبقت کر چکا ہے پس میں نے عثمانؓ سے بیعت کی اور (معاملہ ہٰذا) ان کے سپرد کر دیا۔جب وہ جنگی ضرورتوں میں مجھے طلب کرتے تو غزوات میں شریک ہوتا اور جب وہ غنائم و عطیات مجھے دیتے تو میں ان کو وصول کرتا تھا .... الخ "

(کنز العمّال، ج ۶، ص ۸۲ بحوالہ ابن راہویہ۔طبع اوّل، دکن)

(۴)

محدّث ابی عوانہ کی روایت

ابوطالب العشاری نے فضائل ابی بکر الصدّیقؓ لکھے ہیں۔انہوں نے اپنی سند کے ساتھ ابوعوانہ مشہور محدّث سے یہ روایت نقل کی ہے۔یہ روایت قبل ازیں حصّہ اوّل (صدّیقی) میں مسئلہ بیعت کی تائیدی روایات کے تحت نمبر ہفتم میں درج کی جا چکی

ہے۔ ناظرین کی تسلی کے لیے اب یہاں پھر نقل کی جاتی ہے۔

"...... حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ خَالِدِ الحذاء عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ اَتَانِیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ عَائِدًا فَقَالَ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَایَعَ النَّاسُ اَبَا بَکْرٍ فَبَایَعْتُ وَرَضِیْتُ ثُمَّ تُوُفِّیَ اَبُوْبَکْرٍ فَاسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَبَایَعْتُ وَرَضِیْتُ ثُمَّ تُوُفِّیَ عُمَرُ فَجَعَلَہَا شُوْرٰی فَبَایَعُوْا عُثْمَانَ فَبَایَعْتُ وَرَضِیْتُ"

(فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری مع دیگر رسائل ثلاثیات البخاری وغیرہا۔ طبع مصر۔ مکتبۃ السلفیۃ، ملتان)

حاصل یہ ہے کہ :۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ کہتے ہیں کہ میری بیمار پرسی کے لیے (ایک دفعہ) حضرت علیؓ تشریف لائے (اس وقت بیعتِ خلافت کا مسئلہ چلا) تو علی المرتضیٰؓ فرمانے لگے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا انتقال ہوا تو لوگوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی، مَیں نے بھی بیعت کی اور رضامند ہوا۔ پھر ابوبکرؓ فوت ہوئے اور عمرؓ بن الخطاب خلیفہ بنائے گئے تو مَیں نے برضامندی ان کی بیعت کی۔ پھر عمرؓ فوت ہوئے تو انہوں نے ایک مجلسِ شوریٰ بنا دی پس (اہلِ مشورہ نے) عثمانؓ بن عفان کی بیعت کی تو مَیں نے بھی عثمانؓ کی بیعت کی اور راضی ہوا۔"

(فضائل ابی طالب عشاری، ص ۵)

ناظرین باتمکین کے اطمینان کے لیے ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت فاروقِ اعظمؓ نے انتقال سے قبل حضرت علیؓ المرتضیٰ کو مجوّزہ مجلس شوریٰ میں اوّل نمبر پر خود تجویز کیا تھا۔ اس مسئلہ کو لاتعداد محدثین و مؤرخین نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مصنّف عبدالرزاق جلد پنجم ص ۴۷۷ و ۴۸۰ پر بھی منقول ہے اور اس مسئلہ کو

کتاب ہٰذا کے باب سوم فصل چہارم نمبر ۵ کے تحت ہم ان شاء اللہ تعالیٰ وضاحت سے نقل کریں گے۔

ان روایات کے بعد اب شیعہ احباب کی "معتبر تصنیف" سے اس مسئلہ کی تائید و تصدیق کے لیے حضرت علیؓ کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔ اُمید ہے اس بیان کے ملاحظہ کر لینے کے بعد مزید کسی حوالہ کی حاجت نہ رہے گی۔

(۵)

"امالی شیخ طوسی کی روایت"

اس کلام کا موقعہ و محل اس طرح ہے کہ جنگِ جمل کے بعد شکست خوردہ جماعت حضرت علیؓ کے ہاں پیش ہو کر معذرت کرنے لگی ہے حضرت علیؓ نے ان کے متکلم کو روک کر اپنا بیان شروع فرمایا ہے۔ جو اپنے مفہوم میں واضح تر ہے۔

"۔۔۔۔۔ قَالَ (علیؓ) فَبَایَعْتُمْ اَبَا بَکْرٍ وَعَدَلْتُمْ عَنِّیْ فَبَایَعْتُ اَبَا بَکْرٍ کَمَا بَایَعْتُمُوْہُ ۔۔۔۔۔۔۔ فَبَایَعْتُ عُمَرَ کَمَا بَایَعْتُمُوْہُ ۔۔۔۔۔۔ فَوَفَیْتُ لَہٗ بِبَیْعَتِہٖ حَتّٰی لَمَّا قُتِلَ جَعَلَنِیْ سَادِسَ سِتَّۃٍ فَدَخَلْتُ حَیْثُ اَدْخَلَنِیْ ۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔ فَبَایَعْتُمْ عُثْمَانَ فَبَایَعْتُہٗ ۔۔۔۔۔ الخ

(امالی شیخ ابی جعفر الطوسی، جلد ثانی، ص ۱۲۱
طبع نجف اشرف، عراق)

"یعنی مجھ سے اعراض کر کے تم نے ابوبکرؓ سے بیعت کی جس طرح تم نے ابوبکرؓ سے بیعت کی، اسی طرح میں نے بھی ان سے بیعت کی۔۔۔۔
۔۔۔۔۔ پھر جس طرح تم نے عمرؓ کی بیعت کی میں نے بھی اسی طرح عمرؓ

کی بیعت کی اور اس بیعت کے حقوق کو میں نے پورا کیا حتیٰ کہ جب عمرؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو عمرؓ نے مجھے چھ آدمیوں (کی سب کمیٹی) میں ایک ممبر قرار دے کر شامل کیا اور میں نے شامل ہونا قبول کر لیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس تم نے عثمانؓ بن عفان کی بیعت کی تو میں نے بھی عثمانؓ کی بیعت کی ۔ ۔ ۔ ۔ الخ"

["امالی" شیخ ابی جعفر محمد بن الحسن الطوسی المتوفی سنہ ۴۶۰ھ
المعروف بشیخ الطائفہ، ج ۲، ص ۱۲۱ (جزء ثامن عشر)
طبع نجف اشرف ۔عراق]

مندرجہ بالا روایات کے فوائد و نتائج

۱ ۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف سے خلافت کے مسئلہ میں جو انتخاب ہوا تھا اس معاملہ میں حضرت علیؓ موجود تھے اور اس صدیقی تجویز پر راضی تھے ۔

۲ ۔ حضرت علی المرتضیٰ حضرت عثمانؓ کی خلافت پر غور و فکر کرنے کے بعد رضامند ہوئے تھے اور بیعت کر لی تھی ۔

۳ ۔ نیز واضح ہوا کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے ساتھ بیعت کرنے کے بعد خلافت فاروقی کے جنگی معاملات میں بھی شریکِ کار رہتے تھے اور مالِ غنیمت وغیرہ کی آمدن سے اپنا حصہ لیتے تھے ۔

۴ ۔ اور ان مرتضوی بیانات سے معلوم ہوا کہ جس طرح اور تمام مسلمانوں نے بخوشی اور برضاء رغبت بیعت کی تھی اسی طرح حضرت علیؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ بغیر جبر و اکراہ کے بخوشی بیعت کی تھی ۔

۵ ۔ نیز ان روایات سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے نزدیک نہایت معتمد علیہ اور لائق خلافت بزرگ تھے ۔ اسی بنا پر چھ افراد کی مجوزہ کمیٹی میں ان کو نمبر اول میں

لیا گیا۔ پھر حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کے نزدیک راست کار، صحیح العمل، حق پسند وحق پرست خلیفہ تھے کہ انہوں نے منتخب کمیٹی میں شامل ہونا بخوشی پسند کیا اور ان کے ساتھ عہد و پیمان کو تمام کرتے ہوئے ان کے فیصلہ کو برضامندی قبول کیا۔

——— مندرجہ بالا روایات و واقعات بہ بانگِ دُہل بتلا رہے ہیں کہ یہ بزرگانِ دین آپس میں متفق العقیدہ تھے، متحد العمل تھے، باہم شفیق و رفیق تھے۔ ان حضرات کے درمیان کوئی عداوت و بغاوت نہ تھی اور لوگوں نے نزاعات و اختلافات کے جو افسانے ان کے مابین پھیلا رکھے ہیں وہ سب بے اصل و بے بنیاد ہیں۔

——— فصل ثانی ———

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختلف فضائل و متفرق مناقب جو سیدنا علی المرتضیٰؓ سے مروی و منقول ہیں ان کو چند عنوانات کی شکل میں یہاں ہم درج کر رہے ہیں اور آخری عنوان میں حضرت علیؓ کے فضائل جو حضرت عمر فاروقؓ سے مذکور ہیں ان کو نقل کیا جائے گا۔

یہ ایک ایک فضیلت و منقبت مستقل باب کی حیثیت رکھتی ہے لیکن طوالتِ مضمون سے اجتناب کرتے ہوئے یہ سب چیزیں ایک فصل میں جمع کر دی ہیں۔

اِس طریقہ سے جانبین کے فضائل جو ایک دوسرے سے مروی ہیں ایک فصل میں مجتمعاً ناظرین کے سامنے آسکیں گے اور دونوں جانب کے مضامین پر نظر غائر کرنے والے احباب باہمی اتحاد و اتفاق کا مسئلہ بڑے سہل طریقہ سے اخذ کر لیں گے۔

نیز ان حضرات کے آپس میں افتراق و انتشار کی داستانوں کا جواب خود پیدا کر سکیں گے۔

(۱)

عنوانِ اوّل

اب یہاں فاروقِ اعظمؓ کی وہ منقبت بیان کی جاتی ہے جو حضرت علیؓ سے بصورتِ القاب و اسماء منقول ہے۔ مختلف مواقع میں جو اسماء آپ نے بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ رَجُلِ مُبارک

فاضل شعبی نے ذکر کیا ہے جب حضرت عثمانؓ بن عفان کی شہادت ہوئی ہے تو لوگ دَوڑ کر حضرت علیؓ کے پاس بعیت کے لیے پہنچے ، اس وقت حضرت علیؓ نے فرمایا کہ .

"لَا تَعْجَلُوا فَإِنَّ عُمَرَ كَانَ رَجُلًا مُبَارَكًا وَقَدْ اَوْصٰی بِهَا شُوْرٰی فَامْهِلُوا يَجْتَمِعُ النَّاسُ وَيَتَشَاوَرُوْنَ"

"(فرمایا) کہ (اس مسئلہ میں) جلدی نہ کرو کیونکہ عمر بن الخطّاب بڑے بابرکت آدمی تھے۔ انہوں نے ایک مجلسِ شورٰی بنا کر وصیّت کی تھی (یعنی مسئلہ خلافت کو جلدی سے نہیں طے کیا تھا) پس تم بھی مہلت سے کام لو۔ اور لوگ جمع ہوکر مشورہ سے اس کو سرانجام دیں"

(تاریخ ابن جریر طبری کامل، جلد ۵، ص ۱۵۶۔
تحت سنۃ ۳۵ھ۔ طبع مصر قدیم)

۲۔ نجیبِ اُمّت

. . . . . عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَلِيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ اُعْطِيَ كُلُّ نَبِيٍّ سَبْعَةَ نُجَبَاءَ مِنْ اُمَّتِهٖ وَاُعْطِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةَ عَشَرَ نَجِيْبًا مِنْ اُمَّتِهٖ مِنْهُمْ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ "

یعنی عبداللہ بن ملیل نے حضرت علیؓ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ہر نبی کو اس کی اُمّت میں سے سات عدد نجیب (یعنی مخلص و شریف) افراد عطا کیے گئے اور حضور علیہ السّلام کی ذات گرامی کو اپنی اُمّت سے چودہ عدد نجباء (یعنی شرفاء و مخلصین) عنایت فرمائے گئے ہیں۔ ان میں ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔"

(۱) مُسندِ احمد، مُسندات حضرت علیؓ، ج ۱، ص ۱۴۲۔
طبع مصر معہ منتخب کنز۔

(۲) ترمذی شریف ابواب المناقب۔ باب مناقب اہل البیت، ص ۵۴۱۔ اصح المطابع لکھنؤ (ہند)

(۳) حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، ج ۱، ص ۱۲۸۔

۳۔ فاروق حق و باطل میں فرق کرنے والے تھے

"...... عن نزال بن السبرۃ الہلالی قَالَ وَافَقْنَا مِنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ذَاتَ یَوْمٍ طِیْبِ نَفْسٍ فَقُلْنَا یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ حَدِّثْنَا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ ذَاکَ اِمْرُؤٌ سَمَّاہُ اللّٰہُ الْفَارُوْقَ فَرَّقَ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰہُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَؓ "

"...... نزال کہتا ہے کہ ایک روز ہم حضرت علیؓ سے ملے۔ حضرت خوشی و مسرّت کی حالت میں تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! عمرؓ بن الخطاب کے متعلق کچھ حال بیان فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا عمرؓ بن الخطاب وہ بزرگ تھے جن کا نام اللہ تعالیٰ نے فاروق (حق و باطل میں فرق کرنے والا) رکھا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا

ہے کہ آپ فرماتے تھے اے اللہ! عمرؓ کے ذریعہ اسلام کو عزت اور غلبہ عطا فرما۔"

(۱) تاریخ عمر بن الخطابؓ للشیخ ابی الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ ۔ طبع مصر۔

(۲) ریاض النضرہ لمحب الطبری جلد اول ص ۲۴۶ ۔ الفصل الثانی من الباب الثانی طبع مصر بحوالہ ابن السمان

۴۔ خلیل وصدیق، مخلص وناصح

—— ۔۔۔۔۔ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِیَةَ عَنْ خَلَفِ بْنِ حَوْشَبَ عَنْ اَبِی السَّفَرِ قَالَ رَاٰی عَلٰی عَلِیٍّ بُرْدٌ کَانَ یُکْثِرُ لُبْسَہٗ فَقِیْلَ لَہٗ اِنَّکَ لَتُکْثِرُ لُبْسَ ھٰذَا الْبُرْدِ فَقَالَ اِنَّہٗ کَسَانِیْہِ خَلِیْلِیْ وَصَفِیِّیْ وَصِدِّیْقِیْ وَخَاصَّتِیْ عُمَرُ رض اِنَّ عُمَرَ نَاصَحَ اللّٰہَ فَنَصَحَہٗ ثُمَّ بَکٰی ۔

(حاصل یہ ہے) "حضرت علیؓ ایک چادر اکثر اوقات استعمال کرتے تھے، آپ کو عرض کیا گیا (کیا مصلحت ہے؟) آپ اس چادر کو بہت دفعہ استعمال فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ میرے مخلص و مہربان خصوصی دوست عمر بن الخطابؓ نے مجھے پہنائی تھی۔ بیشک عمر اللہ کے دین کی خیر خواہی کرنے والے تھے پس اللہ نے ان کی خیر خواہی کی۔ پھر حضرت علیؓ رونے لگے۔"

(المصنف لابن ابی شیبہ جلد چہارم (قلمی۔ پیر جھنڈا۔ سندھ) تحت باب ما ذکر فی فضل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ص ۱۰۹)

القویّ الامین کا خطاب

تاریخ ابن جریر طبری میں مذکور ہے کہ:

"۔۔۔۔۔۔ عن ابی بکرا لعبسی قَالَ دَخَلْتُ حَیْرَ الصَّدَقَۃِ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ فَجَلَسَ عُثْمَانُ فِی الظِّلِّ

يَكْتُبُ فَقَامَ عَلِيٌّ عَلَى رَأْسِهِ يُمْلِي عَلَيْهِ مَا يَقُولُ عُمَرُ وَعُمَرُ فِي الشَّمْسِ قَائِمٌ فِي يَوْمٍ حَارٍّ شَدِيدِ الْحَرِّ عَلَيْهِ بُرْدَانِ أَسْوَدَانِ مُتَّزِرًا بِوَاحِدٍ وَقَدْ لَفَّ عَلَى رَأْسِهِ آخَرَ۔ يَعُدُّ إِبِلَ الصَّدَقَةِ يَكْتُبُ أَلْوَانَهَا وَأَسْنَانَهَا فَقَالَ عَلِيٌّ لِعُثْمَانَ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ نَعَتَ بِنْتُ شُعَيْبٍ (علیہ السّلام) فِي كِتَابِ اللّٰهِ يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ثُمَّ أَشَارَ عَلِيٌّ بِيَدِهِ إِلَى عُمَرَ فَقَالَ هٰذَا الْقَوِيُّ الْأَمِينُ "

ماحصل روایت یہ ہے کہ

"ابوبکر عبسی کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کے ساتھ میں صدقہ کے اونٹوں کے باڑے میں داخل ہوا (اور حضرت عثمانؓ بھی پہنچے) حضرت عثمانؓ سایہ میں بیٹھ گئے اُونٹوں کے کوائف اور تعداد تحریر کرنی تھی حضرت عمرؓ خود اونٹوں کے پاس جاکر دھوپ اور سخت گرمی میں کھڑے ہو گئے انہوں نے اپنے اُوپر سیاہی مائل دو چادریں لی ہوئی تھیں۔ ایک کی تہمد باندھ رکھی تھی دوسری چادر سے سر ڈھانپے ہوئے تھے۔ صدقہ کے اونٹوں کا شمار کر کے ان کے رنگ اور ان کی عمر بیان کرتے جاتے تھے ادھر علیؓ المرتضیٰ حضرت عثمانؓ کو لکھوا دیتے تھے (اس دوران میں) میں نے سُنا کہ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کو کہہ رہے ہیں کہ قرآن مجید میں شعیب علیہ السّلام کی لڑکی نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ (اے باپ اس شخص کو اُجرت پر رکھ لیں جن کو آپ اُجرت پر رکھیں گے ان میں سے بہترین یہ شخص قوی اور امین ہے)۔ یہ بات کرنے کے بعد حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص قوی بھی ہے اور امین بھی ہے "

(۱) تاریخ الامم والملوک لابن جریر الطبری، ج ۵، ص ۱۸۔
تحت سنۃ ۲۳ھ ۔طبع قدیم، مصر۔
(۲) التاریخ الکامل لابن اثیر الجزری، جلد ۳ ۔ص ۲۹
ذکر بعض سیرۃ عمرؓ ۔طبع مصر۔
(۳) ریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ، ج ۲ ص ۵۰،
باب ذکر محافظتہ علی مال المسلمین۔ از محب الطبری

امامِ ہدایت، راشد، مُرشد، مُصلح، منجح

طبقات ابن سعد میں ہے کہ:

"...... سُئِلَ عَلِیٌّ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍؓ وَّ عُمَرَؓ فَقَالَ کَانَا اِمَامَیْ ھُدًی رَاشِدَیْنِ مُرْشِدَیْنِ مُصْلِحَیْنِ مُنْجِحَیْنِ خَرَجَا مِنَ الدُّنْیَا خَمِیْصَیْنِ۔"

یعنی حضرت علیؓ سے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں سوال کیا گیا جواب میں فرمایا کہ یہ دونوں حضرات رُشد و ہدایت کے امام تھے (قوم کے) رہنما اور مصلح تھے (اُمّت کو) کامیاب کرنے والے تھے۔ اِس دنیا سے فقر و فاقہ کی حالت میں رخصت ہوئے (یعنی طمع و لالچ کی خاطر مال فراہم نہیں کیا)۔"

(۱) طبقاتِ ابن سعد جلد ثالث، قسم اوّل، ص ۱۴۹۔
تذکرہ ابی بکر الصدّیق۔
(۲) سیرت عمر بن الخطاب للشیخ ابی الفرج عبدالرحمٰن
ابن الجوزی، المتوفی ۵۹۷ھ، ص ۳۱۔ طبع مصر

نوٹ: طبقات ابن سعد کی روایت کے مفہوماً و معنیً قریب روایت ابن جوزی نے ذکر کی ہے۔ عبارت بالا طبقات ابن سعد کے الفاظ میں مذکور ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

"عنوان ثانی" کے تحت چند ایک روایات نقل کی ہیں جو حضرت علیؓ سے مروی ہیں۔
اس نوع کی روایات بہت سی دستیاب ہو سکتی ہیں۔ یہ بطور نمونہ ذکر کر دی ہیں۔ اور یہاں
سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ کے نزدیک سیدنا فاروق اعظمؓ

- گوناگوں فضائل و مناقب کی اہلیت رکھتے تھے۔
- کئی قسم کی عظمتوں کے مستحق تھے۔
- بے حد تعریفوں کے لائق تھے۔
- لاتعداد فضیلتوں کے مالک تھے۔
- اَن گنت خوبیوں کے حامل تھے۔
- بے شمار مدائح و محامد میں کامل تھے۔

یہ تمام چیزیں ان کے باہمی اتحاد و اتفاق کی بیّن علامات ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تاریخ
کے اوراق پر درخشندہ و تابندہ رہیں گی۔

۲

عنوانِ دوم

عنوان ہذا میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاروق اعظمؓ
کو کمالِ تقویٰ کی ترغیب دی ہے اور سابق خلیفہ کی پیروی کی طرف توجہ دلائی ہے۔
چنانچہ حنفی علماء کی مشہور و معروف کتاب "کتاب الخراج" لامام ابی یوسفؒ کے اوائل
میں بعبارت ذیل یہ واقعہ درج ہے اور "کنز العمال" میں بحوالہ بیہقی یحییٰ بن عقیل حضرت علیؓ سے
ناقل ہیں۔

—— قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ سَمِعْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْلُ
قَالَ عَلِيٌّ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حِيْنَ اُسْتُخْلِفَ اِنْ اَرَدْتَ اَنْ

تَلْحَقَ صَاحِبَيْكَ فَارْقَعِ الْقَمِيْصَ وَنَكِّسِ الْاِزَارَ وَاخْصِفِ النَّعْلَ
وَارْقَعِ الْخُفَّ وَقَصِّرِ الْاَمَلَ وَكُلْ دُوْنَ الشِّبَعِ "

"یعنی ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنائے گئے تو اُس وقت حضرت علیؓ نے ترغیب و تلقین کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کو کہا کہ اگر آپ اپنے دونوں سابق رفقاء کے ساتھ (تقویٰ کے اعتبار سے) ملنا چاہتے ہیں تو اپنی قمیص کو پیوند لگائیے۔ اپنی چادر اُٹھا رکھیے اور اپنے جوتے و موزے کو پیوند لگائیے۔ (دنیاوی) امیدیں کم کر دیجئے اور سیر ہو کر کھانا نہ کھائیے۔"

(۱) کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ ص ۱۵ - طبع مصر
(۲) کنز العمال (ھب) یعنی بحوالہ شعب الایمان بیہقی، ج ۸ ص ۲۱۹ - روایت ۳۵۳۶ - طبع اوّل دکن -

فوائد حوالہ ہٰذا

(۱) پہلی یہ چیز ثابت ہوئی اور حضرت علیؓ کے ذریعہ اس کی توثیق ہوئی کہ صدیق اکبر تارک الدنیا اور متقی بزرگ تھے۔

(۲) دوسری چیز یہ واضح ہوئی کہ حضرت علیؓ کے نزدیک خلیفہ اوّل قابلِ تقلید بزرگ تھے۔

(۳) تیسری یہ چیز معلوم ہوئی کہ حضرت علیؓ نے فاروق اعظمؓ کے حق میں یہ خیر خواہانہ کلام کیا ہے جو ان کے باہمی روابط و تعلقات کی نشاندہی کرتا ہے۔

(۳)

عنوانِ سوم

ابن الجوزیؒ نے سیرۃ عمر بن الخطاب الباب الخمسون فی ذکر خوفہ من اللہ تعالیٰ میں ایک

واقعہ (جو علی المرتضیٰؓ سے مروی ہے) ذکر کیا ہے۔ پہلے عربی عبارت میں پیش خدمت ہے۔

عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَاَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَلٰی قَتَبٍ یَعْدُوْ فَقُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَیْنَ تَذْھَبُ؟ فَقَالَ نَدَّ بَعِیْرٌ مِنْ اِبِلِ الصَّدَقَۃِ اَطْلُبُہٗ فَقُلْتُ لَقَدْ اَذْلَلْتَ الْخُلَفَاءَ بَعْدَکَ فَقَالَ یَا اَبَا الْحَسَنِ، لَا تَلُمْنِیْ فَوَالَّذِیْ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالنُّبُوَّۃِ لَوْ اَنَّ عَنَاقًا ذَھَبَتْ بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ لَاُخِذَ بِھَا عُمَرُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔"

"حاصل یہ ہے کہ (خلافتِ فاروقی کے دوران) حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ سواری پر سوار ہو کر دوڑاتے جا رہے ہیں دریافت کرنے لگے اے امیر المومنین کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ (بیت المال کے اموال میں سے) صدقہ کا ایک اونٹ فرار ہو گیا ہے اس کی تلاش کرنے جا رہا ہوں (یہ سنکر) حضرت علیؓ فرمانے لگے "آپ نے اپنے بعد کے خلفاء اور قائم مقام لوگوں کو مذلّت اور مشقّت میں ڈال دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو الحسن (یہ چیز) قابلِ ملامت نہیں ہے، اُس ذات کی قسم جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو رسالت و نبوت عطا کی۔ اگر بکری کا ایک بچہ بھی فُرات کے کنارے جا کر گم ہو جائے تو قیامت کے روز اس کی بھی عمرؓ سے باز پرس ہو گی۔"

(۱) سیرۃ عمر بن الخطاب ابن جوزی، ص ۱۴۰ طبع مصر۔
(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۳۶۔

خلاصہ یہ ہے کہ:

—— حضرت علیؓ کی طرف سے تصدیق و توثیق ہو رہی ہے کہ بیت المال کے اموال و

صدقات کے مویشیوں تک کی نگرانی بعض دفعہ حضرت عمرؓ خود کیا کرتے تھے اور اس میں کوتاہی نہیں ہونے دیتے تھے۔

—— حضرت عمرؓ کی کمال دیانتداری کو قوم کے سامنے حضرت علیؓ نے نشر کیا ہے۔

—— اور یہ بھی بیان کیا کہ قیامت کے معاملات کے متعلق حضرت عمرؓ کس قدر خائف رہتے تھے۔

—— یہ باہمی دوستانہ کلام اور خیر خواہانہ گفتگو ایک دوسرے کے ساتھ روابط پر دلالت کرتی ہے۔

(۴)

عنوان چہارم

عنوان ہذا میں ذکر ہوگا کہ خلیفۂ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت، کردار اور ان کی خلافت کے اُمورِ انتظامیہ سب کے سب حضرت علیؓ المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک درست تھے۔ حضرت عمرؓ کی کارکردگی حضرت علیؓ کے نزدیک صحیح تھی۔ خلافتِ فاروقی کی کارگزاریاں من وعن ٹھیک تھیں۔

یہ مضمون اسلامی روایات، فقہ اور تاریخ کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ ہم ناظرین کرام کے سامنے چند ایک حوالہ جات اس مضمون پر پیش کرنا چاہتے ہیں۔

سیرتِ مرتضوی سیرتِ فاروقی کے موافق تھی

اُمت کے اکابر علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کا انتظامی کاروبار حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت کی طرح جاری تھا اور ان دونوں بزرگوں کی سیرت ایک دوسرے کے مشابہ تھی۔ یحییٰ بن آدم القرشی المتوفی ۲۰۳ھ نے کتاب الخراج میں لکھا ہے کہ

—— "قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰي قَالَ ثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ زُبَيْدٍ كَانَ عَلِيٌّ يُشْبِهُ بِعُمَرَ يَعْنِي فِي السِّيْرَةِ"

"یعنی شریک نے زبید سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی سیرت حضرت عمرؓ کی سیرت سے مشابہ تھی (ان کی خلافت کا کاروبار فاروقی خلافت کے انتظام کے مطابق چلتا تھا)۔

کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم، ص ۲۴ - طبع مصر

مزید برآں اس سلسلہ میں یہ چیز بھی حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جب حضرت علیؓ کوفہ میں تشریف لائے ہیں اس وقت فرمایا کہ جن چیزوں کو حضرت عمرؓ نے سربستہ کر دیا ہے میں ان کی کشائش نہیں کروں گا۔

چنانچہ شعبیؒ نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے۔

"...... ثنا ابو معاویۃ عن حجاج عمن اخبرہ عن الشعبی

قَالَ قَالَ عَلِیٌّ حِیْنَ قَدِمَ الْکُوْفَۃَ مَا کُنْتُ لِاُحِلَّ عُقْدَۃً شَدَّھَا عُمَرُ"

مطلب یہ ہے کہ "حضرت علیؓ جب کوفہ میں تشریف لائے تو فرمایا کہ جو گرہ عمرؓ نے لگا دی ہیں اس کو نہیں کھولوں گا (یعنی جو کام عمرؓ نے سرانجام دیے ہیں ان میں میں تبدیلی نہیں کرونگا"

(۱) کتاب الخراج یحییٰ بن آدم، ص ۲۴ طبع مصر

(۲) کتاب الاموال لابی عبید قاسم بن سلام المتوفی ۲۲۴ھ ص ۲۳۲ - روایت ۸۴۸ - طبع مصر -

(۳) (المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۳ ج ۱۲ - کتاب الفضائل طبع کراچی)

حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت علیؓ کے نزدیک رشید الامر تھے یعنی صحیح الرائے تھے

گذشتہ مندرجات سے معلوم ہوا کہ ان دونوں بزرگوں کی انتظامی کارکردگی ایک دوسرے کے موافق تھی۔ حضرت شیرِ خداؓ نے اپنی عملی زندگی میں حضرت فاروقِ اعظمؓ کے خلاف بالکل نہیں

کیا۔ یہ چیز ان کے باہمی متحد العمل ہونے کی بڑی عمدہ تصدیق و توثیق ہے۔

اب یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو (معاملاتِ خلافت میں پختگی اور امورِ انتظامیہ میں درستگی کے پیش نظر) رشید الامر کا خطاب دیا ہے جیسا کہ حوالہ جات ذیل میں مندرج ہے۔ امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں اور یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں اس کو ذکر کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرماویں۔

.... عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُوْلُ اِنَّ عُمَرَ كَانَ مُوَفَّقًا رَشِيْدًا فِى الْاُمُوْرِ وَاللّٰهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا صَنَعَهٗ عُمَرُؓ"

(۱) تاریخ کبیر بخاری ج ۴ ق ۲، ص ۱۴۵ - طبع دکن۔

(۲) کتاب الخراج لیحییٰ ابن آدم، ص ۲۳ طبع مصر

یعنی عبد خیر کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے کہ عمرؓ بن الخطّاب بہتر توفیق دیئے گئے تھے اور اُمور (خلافت) میں درست فیصلہ کرنے والے اور صحیح معاملہ فہم تھے اللہ کی قسم جو کام عمرؓ نے کر دیئے ہیں ان کو میں تبدیل نہیں کروں گا۔"

چنانچہ ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش ہوا (جس کی تفصیل ذیل میں درج کی جا رہی ہے) اس وقت حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو رُشید الامر (یعنی ٹھیک معاملہ کرنے والا) اور صحیح الرائے کے خطاب سے یاد کیا ہے۔

عن الاعمش عن سالم بن ابی الجعد قَالَ كَانَ اَهْلُ نَجْرَانَ بَلَغُوْا اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا وَكَانَ عُمَرُؓ يَخَافُهُمْ اَنْ يَمِيْلُوْا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَتَحَاسَدُوْا بَيْنَهُمْ فَاَتَوْا عُمَرَ قَالُوْا اِنَّا قَدْ تَحَاسَدْنَا بَيْنَنَا فَاَجْلِنَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَتَبَ لَهُمْ كِتَابًا اَنْ لَا يُجْلُوْا فَاغْتَنَمَهَا عُمَرُؓ فَاَجْلَاهُمْ فَنَدِمُوْا فَاَتَوْهُ فَقَالُوْا اَقِلْنَا فَاَبٰى

اَنْ يُقِيلَهُمْ فَلَمَّا وَلِيَ عَلِيٌّ اَتَوْهُ فَقَالُوْا اِنَّا نَسْئَلُكَ بِخَطِّ يَمِيْنِكَ وَ شَفَاعَتِكَ عِنْدَ نَبِيِّكَ اَلَا اَقَلْتَنَا فَاَبٰى وَقَالَ وَيْحَكُمْ اِنَّ عُمَرَ كَانَ رَشِيْدَ الْاَمْرِ فَلَا اُغَيِّرُ شَيْئًا صَنَعَهٗ عُمَرُ قَالَ سَالِمٌ فَكَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّ عَلِيًّا لَوْ كَانَ طَاعِنًا عَلٰى عُمَرَ فِيْ شَيْءٍ مِنْ اَمْرِهٖ طَعَنَ فِيْ اَهْلِ نَجْرَانَ "

حاصلِ واقعہ ہٰذا یہ ہے کہ

"نجران کے عیسائی لوگ قریباً چالیس ہزار افراد تھے۔ ان کا آپس میں تحاسُد و تعانُد و تخالف پیدا ہوگیا تھا۔ عمر بن الخطّاب کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے عرض کیا کہ ہمارا اس علاقہ سے اجلاء (یعنی انتقالِ وطن) کر دیا جائے۔ حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کے حق میں ان لوگوں سے خطرہ و خوف لاحق تھا (انہوں نے بہت کچھ اسلحہ اور گھوڑے جمع کر لیے تھے) امیرالمومنین عمرؓ نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر فوراً ترکِ وطن کا حکم دے دیا (یعنی نجرانِ یمن سے ان کو "نجرانِ عراق" کی طرف منتقلی کا آرڈر کر دیا)۔

اس کے بعد ان کو اس چیز پر (از خود) ندامت ہوئی۔ پھر حضرت عمرؓ کو اس حکم کی منسوخی کے لیے (دوبارہ عرض کیا) حضرت عمرؓ نے انکار کر دیا (اس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی)۔ پھر حضرت علی المرتضیٰؓ جب خلیفہ وقت ہوئے ہیں اس وقت یہ نجران کے عیسائی حکم سابق کی منسوخی کے لیے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور عرض کیا کہ ہم آپ کو قسم دے کر کہتے ہیں کہ یہ وثیقہ (اور تحریر) آپ کے ہاتھوں (حضور علیہ السّلام کے دور میں لکھی گئی تھی) اور آپ کی سفارش (ساتھ تھی) اب اس حکم کا ہم سے ازالہ کر دیا جائے (یعنی واپس لے لیا جائے)۔

"حضرت علیؓ نے جواباً فرمایا کہ عمر بن الخطاب رشید الامر تھے (یعنی معاملہ فہم اور صحیح فیصلہ کنندہ اور درست رائے رکھنے والے تھے) میں ان کے خلاف کرنا ناپسند کرتا ہوں ان کے جاری کردہ حکم کو میں بالکل تبدیل نہیں کروں گا۔ (ناقل واقعہ ہذا) سالم بن ابی جعد کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی سیرت کے کسی معاملہ کے متعلق اگر حضرت علیؓ طعن و تشنیع کرنا چاہتے تو یہ اہلِ نجران کا مسئلہ نقد و اعتراض کے لیے بہترین موقعہ تھا۔ مگر حضرت علیؓ کی طرف سے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا بلکہ تائید و تصدیق ہی کی ہے۔"

یہ واقعہ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت جمادی الاخریٰ ۳۷ھ میں پیش آیا تھا۔[1]

(۱) کتاب الخراج امام ابویوسفؒ، المتوفی ۱۸۲ھ ص ۴۸، طبع مصر

(۲) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام المتوفی ۲۲۴ھ
ص ۹۸۔ روایت ۲۷۳۔ طبع مصر

(۳) فتوح البلدان بلاذری احمد بن یحییٰ بن جابر بغدادی المتوفی ۲۷۹ھ
ص ۷۳۔۷۴۔ باب صلح نجران۔ طبع مصر۔

(۴) السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد ۱۰، ص ۱۲۰۔ کتاب آداب القاضی
باب من اجتہد من الحکام ثم تغیر اجتہادہ۔

(۵) کنز العمال ج ۲، ص ۳۰۳۔ طبع اول دائرۃ المعارف، دکن
کتاب الجہاد من قسم الافعال فصل فی احکام المتفرقہ (اخراج الیہود)

(۶) الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۲، ص ۲۰۱۔ طبع مصری۔ باب

---

[1] نصاریٰ نجران کا یہ واقعہ مختلف الفاظ کے ساتھ مندرجہ بالا کتب میں مذکور و مزبور ہے۔ ہم نے یہاں صرف کنز العمال کے الفاظ متن میں نقل کیے ہیں۔ اہلِ علم کے لیے وضاحت کر دی ہے۔ (منہ)

ذکر وفد نجران مع العاقب والسید۔

(۷) المصنّف لابن ابی شیبہ۔ کتاب الغزوات۔
کتاب الفضائل صہ ۳۲ جلد ۱۲ طبع کراچی۔

حضرت علیؓ کی کوفہ میں تشریف آوری

عنوان بالا کے تحت حضرت علیؓ کی کوفہ میں تشریف آوری کا ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جو صاحب "اخبار الطوال" دینوری (شیعی) نے اپنی کتاب ہذا میں درج کیا ہے:۔

"..... قَالُوا وَكَانَ مَقْدَمُهُ الْكُوفَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ رَجَبٍ سَنَةَ (۳۶ھ) وَقِيلَ لَهُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَتَنْزِلُ الْقَصْرَ؟ قَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْ نُزُوْلِهِ لِاَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُبْغِضُهُ وَلٰكِنِّيْ نَازِلُ الرَّحْبَةِ، ثُمَّ اَقْبَلَ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ الْاَعْظَمَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَزَلَ الرَّحْبَةَ"

"یعنی حضرت علیؓ ۱۲ رجب ۳۶ھ میں کوفہ تشریف لائے تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ محل (یعنی قصر شاہی) میں قیام فرمائیں گے؟ فرمایا کہ مجھے وہاں قیام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ عمرؓ بن الخطاب (ایسے) محلات میں قیام رکھنے کو ناپسند کرتے تھے۔ لیکن میں ایک عام چبوترہ پر اتروں گا۔ پھر آپ جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد آپ اس چبوترہ پر تشریف فرما ہوئے۔"

(الاخبار الطوال لابی حنیفہ احمد بن داود دینوری
المتوفی ۲۸۲ھ تحت وقعۃ الجمل ص ۱۵۲ طبع جدید)

مندرجاتِ بالا کے فوائد

۱۔ حضرت علیؓ کی سیرت حضرت عمرؓ کی سیرت کے موافق تھی۔ دونوں بزرگ باعتبار

کردار کے متحد و متفق تھے۔

۲ ۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کا جاری کردہ دستور العمل جاری وساری رکھا۔ اسی کو قابلِ عمل سمجھا اس میں کوئی تغیر و تبدل روا نہیں رکھا۔

۳ ۔ حضرت علیؓ المرتضیٰ حضرت عمرؓ کو اپنی خلافت کے دوران "رشید الامر" کے الفاظ سے یاد فرمایا کرتے تھے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ہر معاملہ میں درست کار اور صحیح الرائے تھے کسی کام میں بھٹکنے والے نہیں تھے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ فاروقی خلافت کا کاروبار و کارکردگی حضرت علیؓ کے نزدیک بالکل صحیح اور قابلِ عمل و لائقِ تقلید تھی۔ یہ ان کی شانِ اخوت کا نمایاں و درخشندہ پہلو ہے جو ہر دور میں ہر شخص کے سامنے موجود ہے۔

ایک اشتباہ

مخالفین کی جانب سے ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ "سیدنا عمرؓ کی شہادت کے بعد جب خلافت کا مشورہ اہلِ الشوریٰ کے درمیان ہونے لگا ہے اس وقت حضرت علیؓ المرتضیٰ نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو جواب دیتے ہوئے حضرات شیخینؓ (ابوبکر و عمر) کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا"

معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک ابوبکرؓ و عمرؓ کی سیرت قابلِ اعتماد نہیں اور ان کی خلافت کی کارگزاری لائقِ عمل نہیں۔

الجواب

(۱)

اولاً یہ عرض ہے کہ جہاں حضرت علیؓ المرتضیٰ سے سیرۃِ شیخین پر عمل کرنے سے انکار

منقول ہوا ہے، وہاں اس نوع کی اور چیزیں بھی درج ہیں۔ مثلاً حضرت علیؓ کا عبدالرحمٰن بن عوف سے کہنا کہ "آپ نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے" وغیرہ۔ ان چیزوں کو باسند نقل کرنے والوں میں سب سے بلند ماخذ تاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری ہے۔ اِس موقعہ پر مناقشہ خیز اور کدورت انگیز مواد طبری وغیرہ بزرگوں نے درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (تاریخ ابن جریر طَبَری، ج ۵، ص ۳۸-۴۰، باب قصّۃ شوریٰ تحت آخر سنۃ ۲۳ھ)

طبری میں یہاں بڑی طویل وعریض روایت ذکر کی گئی ہے جس سے یہ مذکورہ مطاعن تجویز کیے جاتے ہیں۔ اس مقام کے اسنادِ مندرجہ کی طرف (تحقیق کے لیے) رجوع کیا گیا ہے۔ بعض رواۃ (ابومخنف وغیرہ) تو بحمداللہ شیعی، کذاب، دروغ گو بزرگ پائے گئے ہیں اور بعض دیگر (مثلاً سالم بن جنادہ وسلیمان بن عبدالعزیز بن ابی ثابت وغیرہما) مجہول الذات ومجہول الصفات نظر آئے ہیں۔ متداول رجال کی کتابوں میں باوجود کوشش کے دستیاب نہیں ہو سکے۔

اب اہلِ انصاف خود غور فرمائیں کہ ایسی روایات جن کے ناقلین اس قسم کے لوگ ہوں ان سے تیار کردہ مطاعن کو صحیح تسلیم کر لینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ ایسی روایات سے مجوّزہ اعتراضات کو درست مان لینا تو سچ اور جھوٹ، حق اور باطل کے امتیاز کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔

(۲)

ثانیاً عرض ہے کہ اس موقع کی روایات کے متعلق حافظ ابن کثیرؒ کی تحقیق لائق توجہ ہے اس سے ہماری گذارشات کی انشاء اللہ تائید ہو سکے گی۔

حافظ ابن کثیر البدایہ میں تحت سنۃ ۲۴ھ اس موقعہ کی روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"...... وَمَا يَذْكُرُهُ كَثِيْرٌ مِّنَ الْمُؤَرِّخِيْنَ كَابْنِ جَرِيْرٍ الطَّبَرِيِّ

وَغَيْرِهٖ عَنْ رِجَالٍ لَا يُعْرَفُوْنَ اَنَّ عَلِيًّا قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ خَدَعْتَنِيْ الخ .... اِلٰى غَيْرِ ذَالِكَ مِنَ الْاَخْبَارِ الْمُخَالِفَةِ لِمَا ثَبَتَ فِي الصِّحَاحِ فَهِيَ مَرْدُوْدَةٌ عَلٰى قَائِلِيْهَا وَنَاقِلِيْهَا۔ وَالْمَظْنُوْنُ بِالصَّحَابَةِ خِلَافَ مَا يَتَوَهَّمُ كَثِيْرٌ مِّنَ الرَّافِضَةِ وَاَغْبِيَاءِ الْقُصَّاصِ الَّذِيْنَ لَا تَمْيِيْزَ عِنْدَهُمْ بَيْنَ صَحِيْحِ الْاَخْبَارِ وَضَعِيْفِهَا وَمُسْتَقِيْمِهَا وَسَقِيْمِهَا وَمَبَادِهَا وَقَوِيْمِهَا وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ"۔

(حاصل کلام یہ ہے) کہ اور وہ چیزیں جو بہت سے مؤرخین (طبری وغیرہ) نے ایسے راویوں سے نقل کی ہیں جن کا (کتب رجال میں) کچھ پتہ نہیں چلتا مثلاً حضرت علیؓ نے عبد الرحمٰن بن عوف کو کہا کہ تو نے مجھے دھوکہ میں رکھا ہے"۔ وغیرہ۔ اس قسم کی جو خبریں بھی صحیح روایات کے خلاف پائی جاتی ہیں وہ تمام کی تمام ان کے نقل کرنے والوں پر رد کر دینے کے قابل ہیں اور مردود ہیں (یعنی غیر مقبول ہیں) .... اور صحابہ کرام کے ساتھ ہمارے (حسن ظن) کا تقاضا ان اوہام و تخیلات کے خلاف ہے جو بہت سے رافضیوں نے اور قصہ گو غبی لوگوں نے نقل کر دیے ہیں جن کو صحیح و غلط، قوی و ضعیف، درست و سقیم کی کوئی تمیز نہیں"۔ (البدایہ لابن کثیر، ص ۱۴۷-ج ۷ تحت سنہ ۲۴ھ)

(۳)

ثالثاً عرض ہے کہ تاریخ ابن جریر طبری میں اسی موقعہ پر حضرت علی المرتضیٰؓ کی وہ روایت بھی مذکور ہے جس میں شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کی سیرت و طریقہ کار پر عمل درآمد کرنے کی حضرت علیؓ نے آمادگی ظاہر کی ہے۔ چنانچہ الفاظ روایت اس طرح ہیں:

"...... دَعَا عَلِيًّا فَقَالَ عَلَيْكَ عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيْثَاقَهٗ لَتَعْمَلَنَّ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ وَسِيْرَةِ الْخَلِيْفَتَيْنِ مِنْ

بَعْدِهٖ قَالَ اَرْجُوْ اَنْ اَفْعَلَ وَ اَعْمَلَ بِمَبْلَغِ عِلْمِیْ وَطَاقَتِیْ"

"یعنی عبدالرحمٰن بن عوف نے علیؓ المرتضیٰ کو بلایا اور کہا کہ آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ اور سُنّتِ نبوی اور ابوبکرؓ و عمرؓ ہر دو خلفاء کی سیرت پر ضرور عمل کریں گے۔ اس وقت حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ مَیں اپنے وسعتِ علم کے مطابق حتی المقدور ان پر عمل کروں گا"

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵ ص ۳۷ تحت سنہ ۲۳ھ
حالات وفات فاروق اعظمؓ و قصّہ شوریٰ طبع مصری)

(۴)

رابعاً یہ چیز ہے کہ حضرت علیؓ کے شاگرد عبدخیر سے روایت ہے جس میں حضرت علیؓ کی جانب سے اقرار پایا گیا ہے کہ ان دونوں خلفاء حضرات کا طرزِ عمل اور سیرتِ زندگی سُنّتِ نبوی کے عین مطابق تھی۔ چنانچہ ذیل میں روایت درج کی جاتی ہے۔

"عَنْ عَبْدِ خَیْرٍ قَالَ قَامَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلَی الْمِنْبَرِ فَذَکَرَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَکْرٍ فَعَمِلَ بِعَمَلِہٖ وَسَارَ بِسِیْرَتِہٖ حَتّٰی قَبَضَہُ اللّٰہُ عَلٰی ذَالِکَ ثُمَّ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَعَمِلَ بِعَمَلِہِمَا وَسَارَ بِسِیْرَتِہِمَا حَتّٰی قَبَضَہُ اللّٰہُ عَلٰی ذَالِکَ۔

(۱) مُسْنَد احمد جلد اوّل، مسندات مرتضوی ج ا ص ۱۲۸
طبع مصر۔ معہ منتخب کنز العمّال۔

(۲) کتاب مجمع الزوائد نور الدین الہیثمی کتاب الخلافۃ
باب الخلفاء الاربعۃ، ص ۱۷۶، جلد ۵۔

"یعنی عبدخیر کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ منبر پر کھڑے ہوئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ذکر خیر فرما کر کہا کہ حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد ابوبکرؓ

خلیفہ ہوئے پس ابوبکرؓ نے حضور نبی کریمؐ کی سیرت اور کردار کے موافق عمل درآمد کیا۔ حتیٰ کہ ان کی اسی حالت پر وفات ہوئی۔ پھر عمرؓ بن الخطاب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حضور علیہ السلام اور ابوبکر الصدیق دونوں کی سیرت کے موافق خلافت کے امور سرانجام دیئے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی حالت پر اپنی طرف بلالیا۔

ظاہر بات ہے کہ جب حضرت علیؓ شیخین کریمین کے کردار اور طرز زندگی کو سُنتِ نبوی کے موافق و مطابق تسلیم کرتے ہیں تو انہوں نے اس پر عمل کرنے سے انکار کیسے کیا ہوگا؟

(۵)

خامساً یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ عنوان چہارم میں جو مرویات درج ہوئی ہیں آپ نے ان کو ملاحظہ فرمالیا ہے۔ خصوصی طور پر حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت عمرؓ کے لیے "رشید الامر" کا خطاب تجویز کرنا قوی قرینہ ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک خلافتِ فاروقی کے تمام انتظامی امور بالکل ٹھیک ٹھیک واقع ہوئے ہیں۔ اندریں حالات صاف طور پر واضح ہوا کہ حضرت علیؓ نے سیرتِ شیخین پر عمل کرنے سے ہرگز انکار نہیں کیا تھا۔ یہ اعتراض بالکل بے اصل ہے اور دلیلِ اعتراض سو فیصد بے بنیاد ہے۔ آخر میں گذارش کی جاتی ہے کہ اگر اس اعتراض کے دفع کے لیے مزید شیعی حوالہ جات کے ذریعہ تسلی حاصل کرنا مطلوب ہو تو حصہ صدیقی کے باب چہارم عنوان نمبر ۱ کے تحت کُتبِ شیعہ کے حوالے مذکور ہیں۔ طوالت کے لیے یہاں ان کا اعادہ نہیں کیا گیا۔ وہاں ملاحظہ فرمادیں۔

(۵)

عنوانِ پنجم

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اب یہ منقبت ذکر کی جاتی ہے کہ اللہ

نے حق وصداقت کی حمایت کا جذبہ حضرت عمرؓ کو اکمل طریقہ سے عطا فرمایا تھا۔ حق بات کہنا، حق کی تائید کرنا حضرت فاروقؓ کی فطرت میں داخل تھا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَؓ وَ قَلْبِہٖ۔ یعنی اللہ نے عمرؓ کی زبان اور قلب پر حق بات کو رکھ دیا ہے اور راست چیز کو جاری فرمایا ہے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب عمر بحوالہ ترمذی و ابوداؤد، ص ۵۵۷ الفصل الثانی طبع نور محمدی دہلی)

ان کلمات کو پیش کرنے کے بعد مضمون سابق کی طرف عود کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ حضرت عمرؓ کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ اپنی جگہ اس چیز میں کوئی شک محسوس نہیں کرتے تھے کہ عمر بن الخطابؓ کی زبان پر (قدرت کی طرف سے) سکینہ نازل ہوتی ہے اور ان کے قلب پر (غیب کی طرف سے) تسلی القا کی جاتی ہے۔

اسی وجہ سے وہ ہر معاملہ میں امر حق کی ہی تائید کرتے تھے اور حق بات کے خلاف کچھ بھی برداشت کرنے کے لیے بالکل آمادہ نہیں ہوتے تھے۔

حضرت علیؓ کا یہ بیان مندرجہ ذیل مقامات میں اکابر علماء نے ذکر کیا ہے:

۱۔ مَا كُنَّا نَبْعُدُ اَنَّ السَّكِيْنَةَ تَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَؓ۔

(۱) المصنّفؒ لعبد الرزاق، ج ۱۱، ص ۲۲۲۔

(۲) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام ص ۵۴۳۔ طبع مصر

۳۔ المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل تحت ما ذکر فی فضل عمر بن خطابؓ۔

۲۔ ...... عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ قَالَ اِذَا ذُكِرَ الصَّالِحُوْنَ فَحَيَّ هَلًا بِعُمَرَ مَا كُنَّا نُنْكِرُ وَنَحْنُ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُتَوَافِرُوْنَ اَنَّ السَّكِيْنَةَ تَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَؓ۔

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، جلد ۴ ص ۱۵۲۔ تذکرہ عمرو بن میمون الاودی)

(۴) ۔۔۔۔۔عن زهیر عن اسماعیل بن ابی خالد عن شعبی عَنْ عَلِیؓ بن اَبِی طَالِبِ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْهَهٗ قَالَ مَا کُنَّا نَشُكُّ اِلَّا اَنَّ السَّکِیْنَۃَ تَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا رَوَاہُ الثَّوْرِیُّ وَابْنُ عُیَیْنَۃَ وَشَرِیْكٌ وَهُرَیْمٌ وَاَسْبَاطٌ وَابْنُ السَّمَاكِ وَسَعِیْدُ بْنُ الصَّلْتِ فِیْ اٰخَرِیْنَ عَنْ اِسْمَاعِیْلَ مِثْلَهٗ"

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، ج ۴ ص ۳۲۸ تذکرہ عامر الشعبی)

(۵) عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ اِنْ ذُکِرَ الصَّالِحُوْنَ فَحَیَّ هَلًا بِعُمَرَ مَا کُنَّا نَبْعُدُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ اِنَّ السَّکِیْنَۃَ تَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ"

(۱) مجمع الزوائد الہیثمی رواہ الطبرانی فی الاوسط و اسنادہ حسن باب فضائل عمر رضی اللہ عنہ الخطاب، جلد ۹، ص ۶۷۔ طبع مصر)

(۲) مشکوٰۃ المصابیح ۔ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ الخطاب الفصل الثانی بحوالہ رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ۔ص ۵۵۷۔

(۶)۔ اَخْرَجَ ابْنُ مَنِیْعٍ فِیْ مُسْنَدِہٖ عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ کُنَّا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) لَا نَشُكُّ اَنَّ السَّکِیْنَۃَ تَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَؓ ۔

(۱) تاریخ الخلفاء جلال الدین السیوطی ص ۸۴ طبع دہلی فصل فی الاحادیث الواردۃ فی فضلہ غیر ما تقدم فی الصدیق)

(۲) ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ لمحب الطبری، ج ۱ ص ۲۷۔ باب فضائل و مناقب عمرؓ۔

(۳) کنز العمال بحوالہ الطبرانی فی طس جلد ۶ ۔ص ۳۴۰ بحوالہ ابن عساکر، ج ۶ ص ۳۳۷ د ۳۰۰ طبع اول حیدرآباد دکن)

(۷) ۔ عَنْ وَهْبٍ السَّوَائِیِّ قَالَ خَطَبَ عَلِیٌّؓ النَّاسَ فَقَالَ مَنْ خَیْرُ هٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّهَا قَالُوْا اَنْتَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ لَا بَلْ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ اِنَّا کُنَّا

نَظُنُّ اَنَّ السَّکِیْنَۃَ لَتَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَؓ۔"

(کنز العمّال بحوالہ ابن عساکر، جلد ۶ ص ۳۴۰

طبع قدیم اوّل۔ حیدر آباد دکن)

____ مندرجہ بالا روایات کا خلاصہ یہ ہے:

کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ جب نیک لوگوں کا تذکرہ کیا جائے تو عمرؓ بن الخطاب بطریق اَولیٰ ذکرِ خیر کے قابل ہیں۔ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ اس بات میں کچھ شک نہیں کیا کرتے تھے کہ عمرؓ بن الخطّاب کی زبان پر سکینتہ جاری ہوتی ہے (یعنی ایسی چیز جاری ہوتی ہے جس سے نفسوں کو تسکین اور قلوب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے) اور (قدرت کی طرف سے) حق بات کا ان کی زبان پر القاء ہوتا ہے۔"

____ اس مسئلہ کی تائید حضرت علیؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے حضرت امیر عمرؓ کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان نقل کیا ہے۔ حضور علیہ السّلام نے فرمایا "رَحِمَ اللّٰہُ عُمَرَ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا تَرَکَہُ الْحَقُّ وَمَالَہٗ مِنْ صَدِیْقٍ" یعنی عمر پر اللہ رحم فرمائے کہ حق بات ہی کہتے ہیں اگرچہ (لوگوں کے لیے) تلخ معلوم ہو۔ اس حق گوئی نے ان کو اس حالت میں کر دیا ہے کہ ان کا (دنیا دی) کوئی دوست نہیں رہا۔"

(اُسد الغابہ لابن اثیر جزری، ج ۴ ص ۶۵۔ تذکرہ عمرؓ بن الخطاب)

مذکورہ مرویّات کے فوائد

۱۔ حضرت عمرؓ کی صداقت وحقانیّت کی گواہی زبانِ نبوّت اور زبانِ امامت نے دی ہے۔

۲۔ مزید یہ واضح ہوا کہ حضرت علیؓ سمیت تمام صحابہ کرام حضرت عمرؓ کی حق گوئی اور صدق بیانی کے قائل تھے اور اس کو صحیح تسلیم کرتے تھے۔

۳ ۔ حضرت علیؓ کے بیانات سے معلوم ہُوا کہ حضرت فاروقؓ کے قلبِ مبارک پر قدرت کی جانب سے القا ہوتا تھا اس کو "سکینۃ" کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے ۔

۴ ۔ مندرجات ہٰذا سے ثابت ہُوا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ ایک دوسرے کے قدردان ، عزت شناس اور باہمی احترام واکرام ملحوظ رکھنے والے تھے ۔"

عنوانِ ششم

عنوانِ ہٰذا میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک حضرت فاروقِ اعظمؓ سرارِ دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے خلیفۂ برحق تھے اور حضرت صدّیق اکبرؓ کے بعد دوسرے نمبر پر ان کا مقام ہے اور نبیؐ وصدّیقؓ کے بعد تمام اُمّت سے بہترین عمر فاروقؓ ہیں ۔

اس مقصود کی وضاحت کی خاطر اگرچہ "رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ" حصّہ اوّل صدّیقی ، باب چہارم کے نوع یازدہم و دوازدہم میں قریباً اکیاون عدد روایات (ستائیس ۲۷ افراد سے) بمعہ حوالہ جات کے ساتھ درج کر چکے ہیں ۔ تاہم یہاں "حصّۂ فاروقی" کے باب اوّل فصل ثانی میں (تحت نوعِ ششم) حضرت علیؓ کے گذشتہ فرمودات میں سے ۱۲ عدد یہاں ہم دوبارہ نقل کرتے ہیں تاکہ جس شخص کی نظر سے حِصّۂ صدّیقی نہیں گزرا وہ فرمودات مرتضوی سے محرُوم نہ رہ جائے اور پُوری طرح مستفید ہو سکے ۔ یہ ایک ضرورت کی بنا پر تکرار واقع ہو رہا ہے امید ہے ناظرین کرام ناپسند نہیں فرمائیں گے ۔

روایتِ اوّل

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ نے اپنے والد شریف کی خدمت میں ایک دفعہ عرض کیا کہ :-

" اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ

قَالَ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ عُمَرُ ! وَخَشِيْتُ اَنْ يَّقُوْلَ عُثْمَانَ ۔قُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ ؟ قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ "

(۱) صحیح البخاری، جلد اول ص ۵۱۸ ۔باب مناقب ابی بکرؓ طبع دہلی

(۲) ابوداؤد، جلد ثانی، ص ۲۸۰ ۔کتاب السُّنّہ۔ باب التفضیل۔ طبع دہلی

"یعنی محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والد شریف علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد تمام لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے ؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ سب سے بہترین ابوبکرؓ ہیں۔ پھر مَیں نے کہا کہ اُن کے بعد کون شخص بہترینِ اُمّت ہے تو جواب دیا کہ پھر عمرؓ بن الخطاب سب سے بہتر ہیں ۔مجھے خیال ہُوا کہ عمرؓ کے بعد عثمان کا نام لیں گے ۔مَیں نے از خود کہہ دیا کہ پھر آپ سب سے بہترین ہیں ؟ تو (بطورِ تواضع) فرمایا کہ مَیں مسلمانوں میں سے ایک مُسلمان ہُوں "

ایک شیعی روایت

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ محمد بن حنفیہ کی یہ روایت اہل السُّنّۃ کی کتابوں سے پیش کی گئی ہے جس سے حضرت علیؓ کے ہاں حضرت عمرؓ کا خیرِ اُمّت ہونا ثابت ہے ۔اب اِس مضمون کے مناسب ایک شیعی روایت شیعہ کتب سے پیش خدمت کی جاتی ہے ۔اس روایت میں حضرت علیؓ اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو فرمان دیتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو کلماتِ خیر کے ساتھ یاد کیا کرو ۔ان کے حق میں کلمۂ خیر کے بغیر کچھ نہ کہو "

____ (شیعہ روایات کے موافق) اِس مرتضوی فرمان کا موقعہ اس طرح ہے کہ صِفّین کے مقام میں بروز چہارم کارزار (جنگ) جاری ہے ۔عبیداللہ بن عمر بن الخطاب محمد بن حنفیہ کے مقابلہ میں نکلا ہے تو ابن حنفیہ عبیداللہ کو اور حضرت عمرؓ کو سخت بُرے الفاظ کہنے لگا ۔ادھر حضرت علیؓ نے یہ سُن لیا ۔آپ نے ابن حنفیہ کو خطاب کر کے فرمایا :

"فَقَالَ لَا تَذْكُرُ اَبَاهُ وَلَا تَقُلْ فِيْهِ اِلَّا خَيْرًا رَحِمَ اللّٰهُ اَبَاهُ"

"یعنی اس کے باپ کو برائی کے کلمات سے مت یاد کرو اور صرف کلمات خیر ہی اُن کے حق میں کہو۔ اللہ اس کے باپ پر رحمت نازل فرمائے۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی بروایت نصر بن مزاحم۔ ج ۱، ص ۴۴۶ طبع بیروت۔
تحت عنوان فی بعض شمائلہ وادعیتہ عند الحرب)

حضرت علیؓ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب حضرت علیؓ کے نزدیک بہتر کلمات اور ترحّم و شفقت کے الفاظ کے حقدار ہیں کسی مذمّت و برائی کے الفاظ سے یاد کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ قوم کے بہترین بزرگ ہیں۔ دعائیہ الفاظ ہی ان کی شان کے مناسب ہیں۔

روایتِ دوم

امام بخاریؒ نے اپنی تصنیف التاریخ الکبیر جزء ثانی قسم اوّل میں رافع کی روایت باسند نقل کی ہے:-

"۔۔۔۔ فَقَالَ لِرَافِعٍ بَعْضُ الْقَوْمِ يَا اَبَا الْجَعْدِ بِمَا قَامَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَعْنِي عَلِيًّا قَالَ سَمِعْتُهُ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ"

(۱) التاریخ الکبیر للامام البخاری، ج ۲۔ ق ۱ ص ۲۸۰
طبع دکن۔ تحت رافع بن سلمہ۔

(۲) السنن لابن ماجہ، باب فضائل عمرؓ، ص ۱۱
طبع علیمی دہلی۔ از عبد اللہ بن سلمہ۔

"حاصل یہ ہے کہ بعض لوگوں نے رافع (ابوالجعد) سے دریافت کیا کہ علی المرتضیٰ امیر المؤمنین نے کیا خطاب کیا ہے تو رافع نے جواب دیا کہ میں نے سنا امیر المؤمنین نے فرمایا کہ خبردار لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین ابوبکر ہیں۔ ان کے بعد عمر بن الخطاب ہیں۔"

روایت سوم

"۔۔۔۔ عبد الملک بن سلع عَنْ عَبْدِ خَیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا رضی اللہ عنہ یَقُوْلُ قُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ مَا قُبِضَ عَلَیْہِ نَبِیٌّ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتُخْلِفَ اَبُوْبَکْرٍ فَعَمِلَ بِعَمَلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسُنَّتِہٖ ثُمَّ قُبِضَ اَبُوْبَکْرٍ عَلٰی خَیْرِ مَا قُبِضَ عَلَیْہِ اَحَدٌ کَانَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّہَا ثُمَّ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَعَمِلَ بِعَمَلِہِمَا وَسُنَّتِہِمَا ثُمَّ قُبِضَ عَلٰی خَیْرِ مَا قُبِضَ عَلَیْہِ اَحَدٌ فَکَانَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّہَا وَبَعْدَ اَبِیْ بَکْرٍ۔"

(۱) المصنّف لابن ابی شیبہ، جلد ۴ ص ۸۸۷ قلمی پیر جھنڈا سندھ باب ما جاء فی خلافۃ ابی بکرؓ۔

(۲) مسند امام احمد، ج ۱، ص ۱۲۸ مسندات علی المرتضیٰؓ، معہ منتخب کنز۔ طبع مصر۔

(۳) کنز العمّال، ج ۶، ص ۳۶۹ بحوالہ (کر۔ ش)۔ باب فضل الشیخین ابی بکرؓ و عمرؓ۔ طبع قدیم۔

حاصل یہ ہے کہ عبد خیر کہتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ نبی کریم

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا انتقال بہتر و خیر حالت پر ہوا جس طرح ایک نبی کا وصال بہترین حالت میں ہوتا ہے۔ پھر ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے پس انہوں نے نبیؐ کے طریقہ اور سنّت کے مطابق عمل درآمد کیا۔ پھر وہ بہتر حالت پر فوت ہوئے۔ وہ اس اُمّت کے نبی کے بعد بہترین شخص تھے۔ پھر عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ عمرؓ نے نبی کریمؐ اور ابوبکرؓ کے طریقۂ کار کے موافق عمل کیا۔ پھر وہ بہتر حالت پر فوت ہوئے اور وہ نبی کریم اور ابوبکرؓ کے بعد تمام اُمّت سے بہتر آدمی تھے۔"

روایتِ چہارم

مسند امام احمدؒ میں منقول ہے:۔

"۔۔۔۔۔ عَنِ الْمُسَیَّبِ بْنِ عَبْدِ خَیْرٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَامَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فَقَالَ خَیْرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّھَا اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَ اِنَّا قَدْ اَحْدَثْنَا بَعْدَھُمْ اَحْدَاثًا یَقْضِی اللہُ تَعَالٰی فِیْھَا مَا شَآءَ۔"

(مسند امام احمد، ج ۱، ص ۱۱۵۔ مسندات علیؓ۔ معہ منتخب کنز)

یعنی عبد خیر کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے (ایک دفعہ) کھڑے ہوکر فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد سب سے بہترین آدمی ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ ان کے بعد ہم سے کئی جدید چیزیں صادر ہوئیں۔ اللہ ان کے بارے میں جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔"

روایتِ پنجم

مسند احمدؒ میں درج ہے کہ:۔

"۔۔۔۔۔ عَنِ الشَّعْبِیِّ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ جُحَیْفَۃَ الَّذِیْ کَانَ عَلِیٌّ

يُسَمِّيهِ وَهَبَ الْخَيْرِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ يَا اَبَا جُحَيْفَةَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِاَفْضَلِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ وَلَمْ اَكُنْ اَرٰى اَنَّ اَحَدًا اَفْضَلَ مِنْهُ قَالَ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْبَكْرٍ وَبَعْدَ اَبِيْ بَكْرٍ عُمَرُ وَبَعْدَهُمَا ثَالِثٌ لَمْ يُسَمِّهِ۔"

(مُسند امام احمدؒ، مسندات حضرت علیؓ، ج ۱ ص ۱۰۶ - طبع مصر)

"(یعنی وھب الخیر ابو جحیفہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے (براہِ راست) ذکر کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص افضلِ اُمت ہے مَیں اس کی تجھے خبر نہ دُوں؟ مَیں نے عرض کیا کہ جی ہاں فرمائیے! اور میرا یہ خیال تھا کہ کوئی شخص اُمّت میں حضرت علیؓ سے افضل نہیں ہے۔ تو علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ نبیؐ کے بعد اس اُمت میں سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں اور ابوبکرؓ کے بعد عمر بن الخطّاب افضل ہیں۔ ان کے بعد تیسرا شخص ہے جس کا نام (اس وقت) نہیں ذکر فرمایا۔"

روایت ششم

ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء جلد سابع تذکرہ شعبہ بن حجاج میں ذکر کیا ہے کہ:

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ثنا شعبۃ عن الحکم عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ قَامَ عَلِيٌّ عَلَى الْمِنْبَرِ فقال اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ فَقَالُوْا بَلٰى! قَالَ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ سَكَتَ سَكْتَةً ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ اَبِيْ بَكْرٍؓ عُمَرُؓ۔"

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ جلد ۷، ص ۱۹۹ - تذکرہ شعبہ - طبع مصر

"یعنی عبد خیر کہتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ شیرِ خدا نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کیا میں تم کو ایسے شخص کی خبر نہ دُوں جو نبیؐ کے بعد تمام اُمّت سے بہتر ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ابوبکرؓ ہیں پھر آپ نے قلیل سی خاموشی کے بعد فرمایا کہ میں تمہیں اطّلاع نہ دوں کہ ابوبکرؓ کے بعد بہترینِ اُمّت کون فرد ہیں؟ وہ عمرؓ ہیں۔"

روایتِ ہفتم

"۔۔۔۔ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ حَدِیْثًا عَنْ عَبْدِ خَیْرٍ فَلَقِیْتُہٗ فَسَاَلْتُہٗ فَحَدَّثَنِیْ اَنَّہٗ سَمِعَ عَلِیًّا یَقُوْلُ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ۔"

(۱) حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ

جلد ۷، ص ۱۹۹ - تذکرہ شعبہ بن حجاج

(۲) الاستیعاب لابن عبدالبرؒ تذکرہ عمر بن الخطّاب

ج ۲، ص ۴۵۶ معہ اصابہ لابن حجر۔ طبع مصر

خلاصہ یہ ہے کہ عبد خیر نے حضرت علیؓ سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ حضور نبی کریم علیہ السّلام کے بعد تمام لوگوں سے بہتر ابوبکر الصّدیق ہیں۔ ان کے بعد سب سے بہتر عمر بن الخطّاب ہیں۔"

روایتِ ہشتم

"۔۔۔۔ عَنِ الْحَکَمِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَیْفَۃَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ خَیْرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّہَا اَبُوْبَکْرٍ وَخَیْرُھُمْ بَعْدَ

أَبُوبَكْرٍ عُمَرُ وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَ الثَّالِثَ لَسَمَّيْتُ صَحِيحٌ مَشْهُوْرٌ
مِنْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ۔"

(حلیۃ الاولیاء اصفہانی، ج ۷، ص ۱۹۹ تذکرہ شعبہ بن حجاج)

"یعنی شعبہ حکم سے نقل کرتا ہے حکم نے ابوجحیفہ سے سنا وہ کہتا تھا کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ نبیؐ کے بعد اس اُمت کے اچھے شخص ابوبکرؓ ہیں اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ سب سے اچھے ہیں۔ اگر میں تیسرے شخص کا نام ذکر کروں تو کر سکتا ہوں۔"

روایت نہم

تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں مذکور ہے:

"....... ثنا سفیان عن ابی اسحٰق عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ
خَيْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُوْبَكْرٍؓ وَعُمَرُؓ۔"

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی تحت تذکرۃ السمان الحافظ الکبیر جلد ۳ ص ۱۰۱
طبع دکن۔ ج ۳ ص ۱۱۲۳، طبع بیروت، مرۃ رابعہ)

مطلب یہ ہے کہ ابو اسحاق نے عبد خیر سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ السّلام کے بعد اس اُمت کے بہترین آدمی ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔"

نوٹ: اب ذیل میں حضرت علیؓ کا وہ فرمان نقل کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے اس عقیدہ کو تسلیم نہ کرنے پر وعید شدید کی ہے اور سخت تنبیہ فرمائی ہے۔

روایت دہم

ابن عبد البر نے "استیعاب" (تذکرہ صدیق اکبرؓ) میں باسند روایت حضرت علیؓ سے نقل کی ہے وہ ملاحظہ فرماویں۔

"...... عَنِ الْحَکَمِ بْنِ الْجَحِلِ قَالَ قَالَ عَلِیٌّؓ لَا یُفَضِّلُنِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُّہٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ"۔

(۱) الاستیعاب جلد ثانی معہ اصابہ، ج ۲ ص ۲۴۴ تذکرہ صدیق اکبرؓ

(۲) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۱۷ (بحوالہ ابن ابی عاصم و خیثمہ فی فضائل الصحابہ۔ طبع اول دکن۔

یعنی حکم بن جحل کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا جو شخص بھی مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دے گا میں اس کو مفتری کی سزا دوں گا (جو اسّی درّے ہوتی ہے)۔

روایت یازدہم

حنفی علماء کے امام ابو یوسف نے اپنے شیخ سیدنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنی تصنیف "کتاب الآثار" میں مکمل سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت درج کی ہے ملاحظہ فرماویں:-

"قَالَ حَدَّثَنَا یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اَنَّ رَجُلًا اَتٰی عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا خَیْرًا مِّنْکَ فَقَالَ لَہٗ ھَلْ رَاَیْتَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ لَا قَالَ ھَلْ رَاَیْتَ اَبَا بَکْرٍؓ وَّعُمَرَؓ؟ قَالَ لَا! قَالَ لَوْ اَخْبَرْتَنِیْ اَنَّکَ رَاَیْتَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَرَبْتُ عُنُقَکَ وَلَوْ اَخْبَرْتَنِیْ اَنَّکَ رَاَیْتَ اَبَا بَکْرٍؓ وَّعُمَرَؓ لَاَوْجَعْتُکَ

عُقُوبَتَهٗ ":

(۱) کتاب الآثار لامام ابی یوسفؒ، ص ۲۰۷- نمبر روایت ۹۲۴
طبع لجنہ احیاء معارف النعمانیۃ حیدر آباد دکن۔
(۲) فضائل ابی بکر الصدّیق لابی طالب العشاری ص ۸ معہ شرح
ثلاثیات بخاری۔
(۳) کنز العمال (بحوالہ العشاری) ج ۶ ص ۳۰۷ طبع اوّل دکن
تحت فضل الشیخین ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔

"یعنی امام ابوحنیفہؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت علیؓ کی خدمت میں آکر کہنے لگا کہ مَیں نے آپ سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا تو حضرت علیؓ نے اس کو فرمایا کہ تو نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی ہے؟ اس نے کہا نہیں! پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تو نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو دیکھا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو بتلاتا کہ مَیں نے رسُولِ خدا کو دیکھا ہے تو مَیں تیری گردن اُڑا دیتا اور اگر تو بیان کرتا کہ مَیں نے اُبوبکرؓ و عُمرؓ کو دیکھا ہے تو مَیں تجھے دردناک سزا دیتا"

روایتِ دوازدہم ۱۲

حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے "لسان المیزان"، جلد ثالث، عبداللہ بن سبا کے تذکرہ میں حضرت علیؓ کی یہ روایت با سند ذکر کی ہے:-

"...... عَنْ زَیْدِ بْنِ وَهْبٍ اَنَّ سُوَیْدَ بْنَ غَفْلَةَ دَخَلَ عَلٰی عَلِیٍّ فِیْ اَمَارَتِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ مَرَرْتُ بِنَفَرٍ یَذْکُرُوْنَ اَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ یَرَوْنَ اَنَّكَ تُضْمِرُ لَهُمَا مِثْلُ ذَالِكَ مِنْهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَبَا وَکَانَ عَبْدُ اللّٰهِ

اَوَّلَ مَنْ اَظْهَرَ ذَالِكَ فَقَالَ عَلِيٌّ مَالِيْ وَلِهٰذَا الْخَبِيْثِ الْاَسْوَدِ ثُمَّ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ اُضْمِرَ لَهُمَا اِلَّا الْحَسَنَ الْجَمِيْلَ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَبَا فَسَيَّرَهُ اِلَى الْمَدَائِنِ وَقَالَ لَا يُسَاكِنُنِيْ فِيْ بَلْدَةٍ اَبَدًا ثُمَّ نَهَضَ اِلَى الْمِنْبَرِ حَتّٰى اجْتَمَعَ النَّاسُ فَذَكَرَ الْقِصَّةَ فِيْ ثَنَائِهِ عَلَيْهِمَا بِطُوْلِهٖ وَفِيْ آخِرِهٖ اَلَا لَا يَبْلُغُنِيْ عَنْ اَحَدٍ يُفَضِّلُنِيْ عَلَيْهِمَا اِلَّا جَلَدْتُهٗ حَدَّ الْمُفْتَرِيْ ۔

"خلاصہ یہ ہے کہ سُوید بن غفلہ حضرت علیؓ کے ہاں ان کی خلافت کے دوران میں حاضر ہوا اور کہا کہ ایک جماعت کے ہاں میرا گذر ہوا ہے وہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی (عیب چینی اور تنقیص) ذکر کر رہے تھے اور وہ لوگ یہ خیال بھی رکھتے ہیں کہ آپ بھی اپنے دل میں ان کے متعلق اسی طرح بدگمانی رکھتے ہیں۔ اس جماعت میں عبداللہ بن سبا ہے۔

اور ابن سبا پہلا وہ شخص ہے جس نے شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے حق میں بدگمانی کا اظہار کیا ہے۔ یہ سُنکر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرا اور اس سیاہ خبیث کا کیا تعلق ہے؟ اور اس سے میرا کیا واسطہ ہے؟ پھر فرمایا معاذ اللہ کہ مَیں ان دونوں کے متعلق حسنِ ظنی کے بغیر کسی چیز کو دل میں جگہ دوں۔ پھر ابن سبا کی طرف آدمی بھیجا کہ اس کو شہر مدائن کی طرف نکال دیا جائے (یعنی جلاوطن کر دیا جائے) اور یہ شخص ہمارے شہر میں مقیم نہ رہے۔

اس کے بعد حضرت علیؓ منبر پر تشریف لائے۔ سامعین جمع ہو گئے، آپ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں ثناء جمیل ذکر کی اور ان کی فضیلت میں بڑا طویل بیان فرمایا۔ اس خطبہ کے آخر میں اعلان کیا کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ پر مجھے فضیلت دے گا اور ان سے مجھے افضل قرار دے گا مَیں اس شخص پر مفتری (اور کذّاب) کی حد جاری کروں گا (یعنی اَسّی دُرّہ لگانے کا حکم صادر کروں گا)۔"

ایک وضاحت

عبداللہ بن سبا یہودی کے متعلق مذکورہ روایت میں درج ہُوا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس کو مدائن شہر کی طرف کوفہ سے نکال دیا تھا یعنی شہر بدر کر دیا تھا معلوم ہُوا کہ یہ ابن سبا کی ابتدائی کارستانیوں کا دَور ہے جب اس کا گمراہانہ پروپگنڈا زیادہ ہو گیا اور حُبِّ اہل بیت کے عنوان کے تحت اس کی تحریکِ ضلالت تیز تر ہو گئی تو حضرت علیؓ نے بھی گرفت شدید کر دی۔ آخرکار اس کو اور اس کے ہمنوا مُحبّین کو آگ میں جلوا دیا۔ اور ان غالیوں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں فرمائی تھی۔ ملاحظہ ہو:

(۱) لسان المیزان لابن حجر عسقلانی جلد سوم تذکرہ عبداللہ بن سبا۔
(۲) رجال کشی تذکرہ عبداللہ بن سبا (شیعہ)
(۳) تحفۃ الاحباب شیخ عباس القمی تذکرہ عبداللہ بن سبا (شیعہ)

دوازدہ۱۲ روایات کے فوائد

(۱)

حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بعد از رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم تمام اُمّت سے افضل ترین شیخین (ابوبکر الصدّیقؓ و عمر فاروقؓ) ہیں۔

(۲)

اور جو شخص اس ارشادِ مرتضوی کے موافق عقیدہ نہ رکھے گا وہ حضرت علی المرتضیٰ کے فرمان کے مطابق مجرم ہے اور قابلِ سزا مجرم ہے۔ سزا مندرجہ روایات میں مذکور ہو چکی ہے اور وہ اَسّی دُرّے ہے۔

(۳)

شیعہ سُنّی کتابوں میں علی الاعلان حضرت علیؓ کا فرمان ہو رہا ہے۔ حضرت اُبوبکرؓ و

حضرت عمرؓ صاحبِ خیبر ہیں ان کو خیبر کے ساتھ ہی یاد کرو۔

(۴)

مندرجہ بالا تمام واقعات اور روایات صاف بتلا رہی ہیں کہ ان بزرگانِ دین (ابوبکرؓ عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ وغیرہم) کے درمیان باہمی مودّت و محبّت ہے، دوستی و آشنائی ہے۔ ہم آہنگی و ہم نوائی ہے۔

ایک اہم تنبیہ

قارئینِ کرام کی خدمت میں عرض کی جاتی ہے کہ "تفریق بین المسلمین" کی تحریک کا اوّل موجد و بانی عبداللہ بن سبا یہودی النسل ہے۔ اس کا تذکرہ و ترجمہ اپنی تفصیلات کے ساتھ شیعہ و سُنّی دونوں حضرات کی کتابوں میں موجود ہے۔ شیعہ کتابوں مثلاً رجال کشی وغیرہ (جو چہارم صدی ہجری کی تصنیف ہے) سے لے کر اس آخری دَور (چودھویں صدی) مثلاً صاحبِ "تحفۃ الاحباب" شیخ عباس قمی تک تمام شیعی علماء و مجتہدین نے اس کے احوال درج کیے ہیں۔ اِس مسئلہ میں کسی بحث و مناظرہ کی حاجت نہیں ہے۔ ان کی اپنی کتابوں میں ان کے اپنے محقق علماء کی تصانیف میں ابن سبا کے ترجمہ کا مسئلہ درج ہے۔ اہلِ علم رجوع فرما کر تسلّی و تشفی کر سکتے ہیں۔

اب اس دَور کے آخر میں پہنچ کر عبداللہ بن سبا مذکور کے حامیوں نے اس پر واردشدہ اعتراضات سے جان بچانے کے لیے یہ سکیم چلائی ہے کہ عبداللہ بن سباء کا نام بالکل فرضی ہے اس نام کا کوئی آدمی یہودی النسل نہ تھا، نہ وہ مسلمان ہُوا نہ اس نے حُبِّ اہل بیت کا لبادہ اوڑھ کر تفریق کی بنیاد قائم کی، وغیرہ۔ اسی کا نام ہے کہ

"نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"

شیعہ کی تراجم کی مشہور کتاب "رجال کشی" اب تازہ ترین طبع ہو کر طہران سے آئی ہے

اس میں عبداللہ بن سباء کا جہاں تذکرہ ہے اس مقام کے حواشی میں اس کے فرضی وجود کا مسئلہ درج فرمایا گیا ہے اور جن جن حضرات نے اس جدید تحقیق اور "نرالی ریسرچ" پر خامہ فرسائی فرمائی ہے ان کے اسماء گرامی یہ لکھے ہیں: ایک سید مرتضیٰ العسکری۔ دوسرے الشیخ عبداللہ السبیتی۔ تیسرے ڈاکٹر طٰہٰ حسین نابینا بزرگ ہیں۔

اب انشاء اللہ انکارِ شخصیت کی اس تحریک کو بہت جلد فروغ دیا جائے گا۔ دین، قوم ملت، کے خیر خواہ افراد تیز تر طریقوں سے نشر و اشاعت فرمائیں گے۔

——اس مسئلہ کی مثال ایسی ہے جیسا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ایک صاحبزادی ہونے کے مسئلہ کو کھڑا کر کے باقی تین لڑکیوں کی شخصیت کا انکار کر دیا ہے اور یہ مسئلہ بہت تیزی سے قوم میں پھیلایا گیا ہے۔ حالانکہ واقعات کے بالکل برخلاف ہے۔ اہلِ سنت بلکہ تمام اہل تاریخ کے ہاں حضورؐ کی چار صاحبزادیاں ایک مسلّمہ حقیقت ہیں، جس میں کسی شبہ و اختلاف کی قطعاً گنجائش نہیں۔ اور شیعہ کتب میں بھی صحیح ترین قول و راجح قول و قابلِ قبول چار صاحبزادیوں کا ہی ہے۔ ایک صاحبزادی کے قول کو خود ان کے مجتہدین (ملا باقر مجلسی وغیرہ نے) رد کر دیا ہوا ہے اور یہ فیصلہ کب کا طے شدہ ہے (ملاحظہ ہو حیات القلوب جلد دوم باب بحث اولادِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم)

——اب ابن سباء مذکور کے وجود کے انکار کا مسئلہ بھی اسی طرح اٹھایا جا رہا ہے لیس صدی سے قبل غالباً کسی فرد نے بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کیا۔

——اس سلسلہ کے آخر میں اگر ہم اتنی گزارش کریں تو شاید بے جا نہ ہو گا کہ ان "خیر خواہانِ ملت" کو چاہیے کہ جن جن لوگوں کے ذریعہ کسی وجہ سے اعتراض قائم ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے ان کے وجود کا انکار کرتے چلے جائیں۔ مثلاً محمد بن حنفیہ کا انکار کر دینا چاہیے۔ یہ ابوبکر الصدیق کے دور کی عطا فرمودہ لونڈی سے حضرت علیؓ کا لڑکا تھا۔ اسی طرح عمر بن علی المرتضیٰؓ کا انکار کرنا چاہیے اس لیے کہ ایک تو اس کا نام عمر ہے جو خلیفہ ثانیؓ کا ہم نام ہے، دوسرا اس کی ماں

(الصہباء) حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے دور کی عطا کردہ ہے۔ نیز اسی طرح اُمّ کلثوم دختر علی المرتضیٰؓ جو حضرت فاطمہؓ سے ہے اور اس کی شادی و نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا، اس کے وجود کا انکار کر دینا چاہیے اور برملا کہہ دیا جائے کہ اُمّ کلثوم مذکورہ ایک فرضی وجود ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس یہ سب کے سب وجود فرضی تھے ان کے نام کا کوئی شخص نہ تھا۔ اس قسم کے بہت سے افراد فرضی بنائے جا سکتے ہیں۔

اگر انہی چیزوں کا نام "تحقیق و ریسرچ" ہے تو ماشاء اللہ مذہب و ملّت کے نشانات جلد ختم ہو جائیں گے اور حق و باطل کی تمیز، صدق و کذب کا فرق، راستی و دروغ کا امتیاز نیست و نابود ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور انصاف اور عدمِ انصاف کے پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اِن دعائیہ کلمات پر ہم اس تنبیہ کو ختم کرتے ہیں۔

عنوان ہفتم

عنوان ہٰذا میں شیخین حضراتؓ کی دو فضیلتیں یہاں درج کی جاتی ہیں جو حضرت علیؓ سے منقول ہیں۔ پہلی یہ چیز ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ اور عمر فاروقؓ دونوں بزرگ تمام اُمّت سے پہلے جنت میں تشریف لے جائیں گے۔ اس مقصد کے لیے مندرجہ روایات ملاحظہ فرما دیں:۔

(۱) ... عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ صَاحِبِ لِوَاءِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُوْبَكْرٍؓ وَعُمَرُؓ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَدْخُلَانِهَا قَبْلَكَ؟ قَالَ إِيْ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ لَيَدْخُلَانِهَا قَبْلِيْ۔ الخ

(۱) کتاب الکنیٰ والاسماء للشیخ ابی بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی، المتوفی سنہ ۳۱۰ھ۔ ج ۱ ص ۱۲۰ تحت کنیت ابی بکر من التابعین ومن بعدھم۔ طبع حیدر آباد دکن۔

(۲) سیرۃ عمر بن الخطاب لابی الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن الجوزی القرشی، المتوفی ۵۹۷ھ - باب الحادی والعشرون ص ۳۲ طبع مصر
(۳) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء از مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، المتوفی ۱۱۷۶ھ بحوالہ ابی القاسم، جلد اوّل ص ۶۸ و ۳۱۷ - طبع اوّل قدیم بریلی -

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اس اُمّت میں سے اوّل اوّل جنت میں داخل ہونے والے ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں - ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ سے بھی قبل یہ حضرات جنت میں داخل ہونگے؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو پیدا کیا ہے اور رُوح کو تخلیق کیا ہے، یقیناً ابوبکرؓ و عمرؓ مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہونگے۔"

دوسری یہ چیز ہے

کہ یہ دونوں بزرگ (اُمّت کے) پختہ عمر کے جنّتیوں کے سردار ہونگے - یہ مسئلہ حضرت علیؓ نے خود رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کیا ہے - چنانچہ مندرجہ ذیل مقامات قابلِ التفات ہیں، رجُوع فرما دیں -

—— . . . . "عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَنْ عَلِیٍّؓ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ طَلَعَ اَبُوْبَکْرٍؓ وَّعُمَرُؓ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَانِ سَیِّدَا کُھُوْلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ یَا عَلِیُّؓ لَا تُخْبِرْ ھُمَا"

(۱) ترمذی شریف، جلد ثانی، ابواب المناقب، باب مناقب ابی بکرؓ - ص ۵۲۶ طبع لکھنؤ

حضرت علیؓ کی یہ روایت مرفوعاً مندرجۂ ذیل علماء حدیث نے اپنی اپنی سند کے ساتھ درج کی ہے۔ تطویل و اطناب سے اجتناب کے لیے یہاں صرف حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے، اہل علم رجوع فرماسکیں گے۔ مزید تفصیل حصّہ اوّل صدّیقی باب چہارم میں گزر چکی ہے۔

(۲) مُسند امام احمد ص۸۰ جلد اول، مسندات علیؓ (حسن عن علیؓ)

(۳) السنن لابن ماجہ ص۱۰ باب فضل ابی بکرؓ (الحارث عن علیؓ)

(۴) کتاب الکنیٰ جلد ثانی ص۹۹ (للدولابیؒ)، باب العین، ج ۲ ص (عن زر عن علیؓ)۔

(۵) مسند ابی یعلیٰ، مسندات حضرت علیؓ۔ ج ۱ ص ۵، قلمی نسخہ درگاہ شریف پیر گوٹھ (سندھ)۔ (عن الشعبی عن علیؓ)

خلاصۂ روایات

یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر تھا۔ ناگہاں سامنے سے ابوبکرؓ و عمرؓ تشریف لائے۔ اس وقت حضور علیہ السلام نے مجھے خطاب کر کے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے ماسوا تمام پختہ عمر کے جنّتیوں کے یہ دونوں سردار ہونگے (فی الحال) ان کو اس کی اطلاع نہ کرنا۔"

معلوم ہوا کہ

—— حضرت علیؓ کے نزدیک بھی شیخینؓ تمام اہل جنّت کے (بغیر انبیاء کے) سردار ہوں گے۔

—— اور ان کا جنّت میں دخول بھی تمام لوگوں سے پہلے ہوگا۔ یہ حضرت علیؓ کے فرمودات ہیں حق و انصاف کا تقاضا ہے کہ ان کی قدردانی کی جائے اور ان کو بدل و جان تسلیم کیا جائے۔

عنوان ہشتم

اب اس عنوان میں حضرت عمرؓ کی فضیلت و منقبت اور ان کی خلافت کی حقانیت

وصداقت جو حضرت علی المرتضیٰؓ کے کلام میں مذکور ہے اور نہج البلاغہ کے خطبات اور اس کی شروح وغیرہ کی تشریحات نے اس کو بیان کیا ہے لکھی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے ذیل میں ایک ترتیب کے ساتھ صرف مرتضوی فرمودات (شیعہ کتابوں) سے منقول ہو کر پیش خدمت ہوتے ہیں، ملاحظہ فرمادیں۔

اِن مندرجات سے ہر دو بزرگوار رض کا ایک دوسرے کے حق میں حُسنِ ظن اور نسبت نیک رکھنا، ارادت وعقیدت کا اظہار کرنا، صداقت وحقانیت کا اقرار کرنا ثابت ہوتا ہے۔ انصاف شرط ہے۔

(ا)

نہج البلاغہ باب المختار من حکمہ ومواعظہ علیہ السلام کے آخر میں حضرت علیؓ کا فرمان لکھا ہے۔

" وَوَلِیَهُمْ وَالٍ فَاَقَامَ وَاسْتَقَامَ حَتّٰی ضَرَبَ الدِّیْنُ بِجِرَانِهٖ الخ

اَلْمَنْقُوْلُ اَنَّ الْوَالِیْ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ وَضَرْبُهٗ بِجِرَانِهٖ کِنَایَۃٌ بِالْوَصْفِ الْمُسْتَعَارِ عَنْ اِسْتِقْرَارِهٖ وَتَمَکُّنِهٖ کَتَمَکُّنِ الْبَعِیْرِ الْبَارِکِ مِنَ الْاَرْضِ۔۔۔ الخ

یعنی (عمرؓ بن الخطاب) مسلمانوں کے والی ہوئے۔ پس انہوں نے دین کو قائم کیا اور خود دین پر مستقیم رہے، حتیٰ کہ دین ٹھیک طرح قائم ہو گیا جس طرح کہ شتر زمین پر گردن رکھ کر (استراحت کے لیے) ٹھیک طرح بیٹھ جاتا ہے۔"

(۱) شرح نہج البلاغہ از کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی المتوفی ۶۷۹ھ۔ باب المختار من حکمہ ومواعظہ علیہ السلام طبع قدیم ایرانی، ج ۴ ص ۶۳۲ و طبع جدید طہرانی، ج ۵ ص ۴۶۳۔

(۲) الدرۃ النجفیہ (شرح نہج البلاغہ) ص ۳۹۳ طبع قدیم ایرانی۔ آخر باب المواعظ والحکم الخ۔ تالیف شیخ ابراہیم بن حاجی حسین الدنبلی۔ تاریخ تالیف شرح ہذا ۱۲۹۱ھ

(۲)

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ خط جو ابو مسلم الخولانی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوفہ میں لایا تھا اس کے جواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ کلام پیش کیا جاتا ہے اس میں خلیفہ اوّل ابوبکر الصدّیقؓ اور خلیفہ ثانی عمر فاروقؓ کی عظمت و فضیلت کا اقرار و اعتراف الفاظ میں کیا گیا ہے پہلے عبارت ملاحظہ فرما دیں۔ اس کے بعد اس سے فوائد و نتائج خود مرتب فرما دیں۔

"۔۔۔۔ فَكَانَ اَفْضَلَهُمْ فِي الْاِسْلَامِ كَمَا زَعَمْتَ وَاَنْصَحَهُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ الْخَلِيْفَةُ الصِّدِّيْقُ ثُمَّ خَلِيْفَةُ الْخَلِيْفَةِ الْفَارُوْقُ وَلَعَمْرِيْ اَنَّ مَكَانَهُمَا فِي الْاِسْلَامِ لَعَظِيْمٌ وَاَنَّ الْمُصَابَ بِهِمَا لَجُرْحٌ فِي الْاِسْلَامِ شَدِيْدٌ فَرَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَجَزَاهُمَا بِاَحْسَنِ مَا عَمِلَا"

"حاصل یہ ہے کہ اے معاویہ جیسا کہ تم نے بیان کیا بلاشک اسلام میں سب سے افضل اور اللہ و رسول کے ساتھ خلوص رکھنے میں سب سے بڑھ کر خلیفہ صدّیق تھے۔ پھر خلیفہ کے خلیفہ فاروقؓ تھے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ اسلام میں ان دونوں کا مرتبہ عظیم ہے اور ان کی فوتیدگی کی وجہ سے اسلام کو سخت زخم پہنچا ہے۔ اللہ کریم ان دونوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور ان کو ان کے اعمال کا عمدہ بدلہ نصیب فرمائے۔

(۱) شرح نہج البلاغہ از کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی المتوفی ۶۷۹ھ فی کتاب کتبہٗ علیہ السلام الی معاویۃ بن ابی سفیان۔ طبع قدیم ایرانی، ج ۳۱، ص ۴۸۶ و طبع جدید طہرانی، ج ۴، ص ۳۶۲۔ تحت خطبہ ۹

(۲) کتاب ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک سپہر کاشانی۔ المتوفی ۱۲۹۷ھ، جلد سوم از کتاب دوم المعروف بہ کتاب "صفین" از کتب امیر المومنین علیہ السلام۔ ص ۱۶۱۔

(۳)

یہ حضرت علیؓ کا کلام نہج البلاغہ میں مذکور ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ کے بیشتر فضائل و کمالات حضرت علیؓ نے بیان فرمائے ہیں۔ بڑا قیمتی خطبہ ہے۔ اس کو بار بار ملاحظہ فرمادیں اور ایمان تازہ کریں:-

... "لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ وَخَلَّفَ الْفِتْنَةَ وَاَقَامَ السُّنَّةَ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيْلَ الْعَيْبِ اَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا اَدّٰى اِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهٗ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهٖ الخ"

(نہج البلاغہ طبع مصری ج ۱ ص ۴۵۷ وطبع دیگر، ج ۲ ص ۲۴۹ خطبہ ۲۲۳)

ابن ابی الحدید شیعی معتزلی نے اس کلام کے تحت لکھا ہے کہ:

هٰذِهِ الصِّفَاتُ اِذَا تَاَمَّلَهَا الْمُنْصِفُ وَاَمَاطَ عَنْ نَفْسِهِ الْهَوٰى عَلِمَ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَعْنِ بِهَا اِلَّا عُمَرَؓ۔

(شرح نہج البلاغہ لابن الحدید، المتوفی ۶۵۶ھ

طبع قدیم ایرانی، ج ۱۲ ص ۴۹ وطبع بیروتی، ج ۳ ص ۱۳۵)

ابن میثم بحرانی نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں تشریح کی ہے کہ اَلْمَنْقُوْلُ اَنَّ الْمُرَادَ بِفُلَانٍ عُمَرُ الخ۔ اسی طرح دُرّہ نجفیہ میں لکھا ہے کہ فلاں سے مراد عمرؓ ہے، یہی منقول چلا آتا ہے۔ اگرچہ شیعی علماء و شیعی شراح نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ بھی اس فلاں سے مراد لیا ہے۔

اب مذکورہ مندرجہ کلام مرتضوی کی تشریح پہلے فارسی میں شیعہ شراح سے نقل کر کے درج کی جاتی ہے پھر اردو میں حاصل ترجمہ ذکر کیا جائے گا۔ شیعہ مجتہد فیض الاسلام سید علی نقی اپنی فارسی شرح میں اس کا مطلب بالفاظ ذیل لکھتے ہیں۔

"خدا شہرہائے فلان (عمر بن الخطابؓ) را برکت دہد و نگاہدارد کہ کجی را راست نمود و بیماری را معالجہ کرد و سنّت را برپا داشت (احکام پیغمبر را

اِجرا نمود) وتباہ کاری راپشتِ سر انداخت (در زمانِ اُو فتنہ رُو نداد) پاک جامہ وکم عیب از دنیا رفت نیکوئی خلافت را دریافت و از شر آں پیشی گرفت، طاعتِ خدا را بجا آوردہ از نا فرمانی او پرہیز کردہ حقش را ادا نمود"

(ترجمہ و شرح فارسی نہج البلاغہ از سید علی نقی فیض الاسلام طبع طہران، جلد ۴، ص ۷۱۲)

حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں فلاں شخص (یعنی عمر بن الخطابؓ) کے شہروں میں خدا برکت دے اور ان کو محفوظ رکھے جس نے کجی کو درست کیا اور بیماری کا علاج کیا اور سُنّت طریقہ کو جاری کیا اور فتنے کے اُمور کو پسِ پُشت ڈال دیا۔ اس عالم سے پاک دامن ہو کر گیا، کم عیُوب کے ساتھ رخصت ہُوا۔ اس نے خلافت کی خوبیوں کو پایا اور اس کے شر اور بُرائیوں سے پہلے چلا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی تابعداری کو بجالایا اور اس کے حق کو ادا کیا۔"

(۱) شرح نہج البلاغہ لابن ابی حدید شیعی معتزلی، المتوفیٰ $\frac{٦٥٥}{٦٥٦}$ھ، ج ۱۲، ص ۳ طبع قدیم ایرانی ج ۳، ص ۱۴۴ ۔طبع بیروت۔

(۲) شرح نہج البلاغہ لابن ہیثم بحرانی الشیعی المتوفی ۶۷۹ھ، ج ۴، ص ۱۳ طبع قدیم ایرانی۔طبع جدید طہرانی، ص ۹۶-۹۷، جلد چہارم خطبہ ۲۱۹۔

(۳) الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ شیخ ابراہیم بن حاجی حسین الشیعی ص ۲۵۷ ۔طبع قدیم ایران۔

(۴) شرح نہج البلاغہ فارسی از فیض الاسلام علی نقی، ج ۴، ص ۷۱۲ ۔طبع ایران۔

حضرت علیؓ کے مندرجہ بالا خطبات و کلمات کے فوائد و ثمراتِ ذیل برآمد ہوتے ہیں،

یہ دس عدد ہیں :-

۱ - حضرت عمرؓ دین کے معاملے میں صاحبِ استقامت تھے ان کے کام میں کجی نہ تھی -

۲ - امراضِ نفسانیہ کا انہوں نے علاج اور مداوا کیا تھا -

۳ - سُنّت طریقہ کو اپنے لوازمات کے ساتھ جاری رکھا (جو ان کے تقویٰ و دیانتداری کی گواہی ہے) -

۴ - حُسنِ تدبیر کی بنا پر فسادات و فتن میں نہیں پڑے ان سے قبل ہی رخصت ہو گئے -

۵ - مذمتوں کی میل سے ان کا دامن صاف رہا - (جو ان کی صداقت و حقانیت کی نشانی ہے) -

۶ - اور عیوب و نقائص میں بہت کم ملوّث ہوئے -

۷ - انہوں نے خلافت کی خیر (یعنی عدل و انصاف) کو حاصل کیا اور اس کے شر اور فتنوں سے سبقت کی -

۸ - اللہ تعالیٰ کی کما حقہٗ اطاعت کی -

۹ - خدا کی گرفت سے پوری طرح خوف کیا -

۱۰ - انہوں نے سفرِ آخرت اُس وقت اختیار کیا جب لوگ مختلف حالات میں مبتلا تھے -

ناظرینِ کرام کو حق و صداقت کا واسطہ دے کر دعوتِ غور و فکر دی جاتی ہے - ان بیانات کو بار بار ملاحظہ فرما دیں اور مقصد کتاب ہٰذا کی تائید و تصویب فرما دیں -

عنوانِ نہم

باب اول میں دو فصل تھے، پھر فصلِ ثانی میں متعدد عنوانات کی شکل میں مختلف

فضائل و مکارمِ فاروقی بزبانِ مرتضوی ذکر ہو رہے تھے۔ اب ان عنوانات میں سے آخری عنوان درج کیا جاتا ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ اور ابنِ عمرؓ کی زبانی حضرت علیؓ کے گوناگون مدائح و مراتب ذکر کیے جاتے ہیں (جیساکہ عنوانِ مذکور میں حضرت علیؓ کی زبانی فاروقی درجات و مقامات نقل ہو چکے ہیں)۔

عنوانِ ہذا کے تحت ساٹھ عدد مرتضوی فضیلتیں درج کرنے کا ارادہ ہے۔ پھر ان کے اندراج کے بعد فوائد و نتائج ذکر کر کے یہ عنوانات ختم کر دیتے جائیں گے۔ ناظرین البتہ اتنی چیز سے باخبر رہیں کہ عنوان ہذا (یعنی عنوان ۹) میں شیعہ و سُنّی دونوں حضرات کی کتابوں سے مرویات کو مخلوطاً نقل کیا گیا ہے۔ اِختلاط ہذا پر متنبہ رہیں۔

(۱)

حضرت عمرؓ کے لڑکے عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس آکر ایک شخص کا حضرت علیؓ کے حق میں تحقیر آمیز الفاظ کہنا، پھر اس موقعہ پر ابن عمرؓ کا جواب میں عظمتِ مرتضوی بیان کرنا یہ واقعہ مصنّف ابن ابی شیبہ جلد چہارم، باب فضائلِ علیؓ میں موجود ہے۔ عبارت بمع حاصل ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

" حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ اَبِي هٰرُوْنَ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَؓ جَالِسًا اِذْ جَاءَهٗ نَافِعُ بْنُ اَزْرَقَ فَقَامَ عَلٰى رَأْسِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاُبْغِضُ عَلِيًّا قَالَ فَرَفَعَ اِلَيْهِ ابْنُ عُمَرَؓ رَأْسَهٗ فَقَالَ اَبْغَضَكَ اللّٰهُ تُبْغِضُ رَجُلًا سَابِقَةٌ مِّنْ سَوَابِقِهٖ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا "

یعنی عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس ایک دفعہ نافع بن اَزرَق آکر کہنے لگا کہ میں علی بن ابی طالب کو مبغوض و ناپسند جانتا ہوں۔ یہ سُنکر ابنِ عمرؓ اس کو خطاب کر کے فرمانے لگے اللہ تجھے ناپسند کرے اور مبغوض رکھے تو ایسے شخص کے

ساتھ بغض رکھتا ہے جس کی ایک نیکی جو ابتداء اسلام میں صادر ہوئی تھی وہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہے"

(المصنف لابن ابی شیبہ، جلد رابع، ص ۲۰۳ قلمی تحت باب فضائل الامام علی بن ابی طالب (پیر جھنڈا سندھ)

(۲)

"وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ ذُكِرَ عِنْدَهُ عَلِیٌّ قَالَ ذَاكَ صِهْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُزَوِّجَ فَاطِمَةَ ابْنَتَكَ مِنْ عَلِیٍّ، أَخْرَجَهُ ابْنُ السَّمَّانِ"

"یعنی حضرت عمرؓ کے پاس حضرت علیؓ کا ذکر ہوا تو اُس وقت حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ علی المرتضیٰ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے داماد ہیں۔ جبریل اللہ کی طرف سے نبی کریمؐ کے ہاں حکم لائے تھے کہ اپنی لڑکی فاطمہؓ کو ان سے نکاح کر دیں"

(ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ بحوالہ ابن السمان فی الموافقۃ ج ۲ ص ۲۴۲۔ باب ذکر قدم اختصاصہ تبزویج فاطمہؓ)

(۳)

"امالی" شیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی میں ہے کہ:۔

"..... عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِيهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِيَادَةُ بَنِیْ هَاشِمٍ سُنَّةٌ وَزِيَارَتُهُمْ نَافِلَةٌ"

"مطلب یہ ہے کہ امام زین العابدین اپنے والد سے ذکر کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ عمر بن الخطاب کہتے تھے کہ بنی ہاشم کی عیادت یعنی بیمار پُرسی کرنا سُنت

ہے اور ان کی ملاقات کرنا کارِ خیر ہے "

(امالی شیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفہ الطوسی الشیعی

ج ۲ ص ۵۴۴، جلد اوّل طبع نجف اشرف۔ عراق)

(۴)

"امالی" شیخ صدوق (ابی جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی) میں حضرت علیؓ کی تعریف کا واقعہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے:۔

"۔ ۔ ۔ ۔ لَمَّا اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِیَدِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَقَالَ اَلَسْتُ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ قَالُوْا نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ بَخٍ بَخٍ یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلَا کُلِّ مُسْلِمٍ۔

(حضرت علیؓ پر وارد شدہ الزامات کی تردید کرتے ہوئے) جب حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر (اعلانِ مودّت کرتے ہوئے) فرمایا کہ کیا مومنوں کے متعلق میں زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ بلاشک ہیں! تو پھر فرمایا کہ جس کا میں دوست ہوں علی المرتضیٰؓ بھی اس کے دوست ہیں۔ یہ فرمانِ نبوت سُن کر حضرت عمرؓ حضرت علیؓ سے کہنے لگے شاد باش خوش رہیے! آپ ہمارے اور ہر مسلمان کے محبوب ٹھہرے ۔ ۔ ۔ الخ۔

(امالی الشیخ الصدوق الشیعی طبع قدیم ایران، ص ۳۔
المجلس الاوّل فی الحدیث الاوّل)

مطلب یہ ہے کہ الزامات کے جواب میں فضیلت کا اثبات مقصد ہے مسئلہ خلافت اور خلافت بھی بلا فصل کے ساتھ اس روایت کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ اور اس میں بے شک فضیلت مرتضوی کا ثبوت ہے اور یاد رہے کہ یہ مضمون مذکور ہماری روایت میں بھی

منقول ہے مثلاً مشکوٰۃ شریف، باب مناقب علیؓ، الفصل الثالث میں بحوالہ احمد درج کیا ہے صرف الفاظ کا تفاوت ہے۔

(۵)

حضرت علیؓ کے احترام کا واقعہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی و منقول ہے، اہل سُنّت اور شیعہ دونوں حضرات کی کتابوں میں سے نقل کر کے درج کیا جاتا ہے:۔

"..... اَنَّ رَجُلاً وَقَعَ فِی عَلِیٍّ بِمَحْضَرٍ مِنْ عُمَرَؓ فَقَالَ تَعْرِفُ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ؟ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ وَعَلِیُّ بْنُ اَبِی طَالِبِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا تَذْکُرُ عَلِیًّاؓ اِلَّا بِخَیْرٍ فَاِنَّکَ اِنْ اٰذَیْتَهٗ اٰذَیْتَ هٰذَا فِیْ قَبْرِهٖ۔"

حاصل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کی موجودگی میں حضرت علیؓ کے حق میں ایک شخص کم و بیش کہنے لگا۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے کہا کہ تو صاحبِ قبر یعنی نبی کریمؐ بن عبداللہ بن عبدالمطّلب کو جانتا ہے؟ علیؓ بن ابی طالب بھی عبدالمطّلب کے پوتے ہیں۔ پس علیؓ بن ابی طالب کو کلماتِ خیر کے بغیر مت یاد کرنا۔ اگر تو نے علیؓ کو اذیت و تکلیف پہنچائی تو گویا تو نے حضور علیہ السلام کو قبر مبارک میں ایذا پہنچائی۔"

(۱) کنز العمّال علی متقی الہندی، جلد ۶ (بحوالہ ابن عساکر) ص ۳۹۵۔ روایت ۶۰۳۱ (طبع قدیم) طبع حیدرآباد دکن۔

(۲) امالی شیخ صدوق الشیعی (المتوفی ۳۸۱ھ) ص ۲۳۴۔ المجلس الحادی والستونؒ۔ طبع قدیم ایران۔

(۳) امالی شیخ ابی جعفر شیخ الطائفہ الطوسی الشیعی المتوفی ۴۶۰ھ۔ جلد ۲، ص ۴۶۔

(۶)

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کا مقام و منزلت بیان کرتے ہوئے مندرجہ ذیل تصریح ذکر کی ہے۔
مناقب ابن شہر آشوب (شیعہ) میں "خصائص النطنزی" کے حوالہ سے لکھا ہے:

"..... قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَؓ بْنَ الْخَطَّابِ عَنْ عَلِيٍّؓ فَقَالَ هٰذَا مَنْزِلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَهٰذَا مَنْزِلُ عَلِيِّؓ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَهٰذَا الْمَنْزِلُ فِيْهِ صَاحِبُهٗ۔"

"عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے حضرت علیؓ (کے مقام و منزلت) کے متعلق دریافت کیا تو عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ یہ حضور علیہ السلام کا (بابرکت) گھر ہے۔ یہ ساتھ حضرت علیؓ کا گھر ہے اور یہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی (یعنی ابوبکرؓ) کا گھر ہے۔" یعنی قربِ مکانی سے قربِ مقام و مرتبہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔

(مناقب ابن شہر آشوب، ج دوم ص ۱۵۴ طبع ہند فصل فی اختصاص امیر المومنین برسول اللہ صلعم)

(۷)

اس آخری عنوان ہفتم میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی وہ فضیلت ہم ذکر کرنا چاہتے ہیں جو دونوں حضرات کی کتابوں میں موجود ہے اور دونوں فریق کے ہاں تسلیم شدہ ہے۔ مختلف الفاظ و عبارات متنوعہ میں پائی جاتی ہے۔ اس کی تعبیرات ملاحظہ فرماویں۔ اس کے بعد خلاصہ مضمون پیش ہوگا۔

(۱)۔ "كَانَ عُمَرُؓ يَتَعَوَّذُ بِاللّٰهِ مِنْ مُعْضَلَةٍ لَيْسَ فِيْهَا اَبُو الْحَسَنِ۔"

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۲۔ ق ۲، ص ۱۰۳، تذکرہ علیؓ من کان یفتی بالمدینۃ ویُقتدیٰ بہ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان کے تحت یہ عبارت ہے۔

(۲) الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۳ ص ۳۹ مع الاصابہ، تذکرہ علیؓ۔

(۲) - لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ - (بعض کتب نحویہ و بعض کتب فضائل و رجال ۔ مثلاً الاستیعاب، ج ۳ ص ۳۹ معہ اصابہ : تذکرہ علیؓ)

(۳) قَالَ عُمَرُ لَا عِشْتُ فِیْ اُمَّةٍ لَسْتَ فِیْهَا یَا اَبَا الْحَسَنِ -

(امالی شیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی، ج ۲، ص ۹۲- طبع جدید، عراق) -

(۴) اِنَّ عُمَرَ قَالَ لَا اَبْقَانِیَ اللّٰهُ بَعْدَكَ یَا عَلِیُّ -

(مناقب ابن شہر آشوب شیعہ، ج ۳، ص ۷ - باب قضایا علیؓ، طبع ہندوستان) -

حضرت عمرؓ بن الخطّاب فاروق اعظم خلیفہ ثانیؓ کے یہ اقوال ہیں جو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے حق میں عمدہ فیصلہ جات کرنے کے سلسلہ میں ہمت افزائی اور قدر دانی کے طور پر موقعہ بموقعہ فرماتے ۔ اسی طرح ایک موقع پر معاذ بن جبل کے حق میں بھی حضرت عمرؓ نے ان کی قدر دانی و عزت افزائی فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ عَجَزَتِ النِّسَاءُ اَنْ تَلِدَ مِثْلَ مُعَاذٍ لَوْلَا مُعَاذٌ هَلَكَ عُمَرُ - (اصابہ : تذکرہ معاذ بن جبلؓ) -

ان کا حاصل یہ ہے :-

۱ - ایسے مشکل معاملہ میں جہاں علی المرتضیٰ موجود نہ ہوں عمرؓ بن الخطّاب اللہ کی طرف پناہ چاہتے ہیں -

۲ - (بعض اوقات فرمایا کہ) اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا -

۳ - عمرؓ بن الخطّاب نے فرمایا جس قوم میں ابوالحسن (علی المرتضیٰؓ) موجود نہ ہوں، میں اس میں زندہ نہ رہوں -

۴ - عمرؓ نے فرمایا کہ اے علیؓ آپ کے بعد اللہ تعالیٰ مجھے باقی نہ رکھے -

فوائد و نتائج

—— حضرت عمرؓ اور ان کے لڑکے عبداللہ بن عمرؓ کے بیانات کی روشنی میں مرتضوی فضائل بہ ترتیب ذیل واضح ہو رہے ہیں :۔

(۱)

—— حضرت علی المرتضیٰؓ کی ایک ایک نیکی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے ۔

(۲)

—— حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تزویج آسمانی حکم کے تحت عمل میں لائی گئی ۔

(۳)

—— بنی ہاشم کی عیادت و زیارت کا بہت بڑا ثواب ہے ۔

(۴)

—— تمام مسلمانوں کے محبوب اور دوست علی المرتضیٰ ہیں ۔

(۵)

—— حضرت علیؓ کی تنقیص اور عیب جوئی حضور علیہ السّلام کی اذیّت کا باعث ہوتی ہے ۔

(۶)

—— علی المرتضیٰؓ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے مکاناً قریب ہیں اسی طرح مرتبہ کے اعتبار سے بھی نزدیک ہیں ۔

(۷)

—— یہ دونوں (حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ) ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی اور قدردانی ملحوظ رکھتے تھے ۔

خلاصہ یہ ہے کہ :۔

یہ تمام چیزیں ان کے آپس کے وفاق و اتفاق، باہمی دوستی و یگانگت کے نشانات
میں سے ہیں۔ چشم بصیرت درکار ہے جو اِن واقعات کی قدر کر سکے۔

ے

تم ہو آپس میں غضب ناک وہ آپس میں رحیم
تم خطا کار و خطا بیں وہ خطا پوش و کریم

ـــــ فصلِ ثانی میں چند عنوانات قائم کیے تھے وہ یہاں آکر تمام ہوئے۔ ان پر بتوفیقہٖ
تعالیٰ باب اوّل یہاں ختم ہُوا۔ اب باب دوم شروع ہوگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱

باب دوم

اب بحمد اللہ باب دوم شروع کیا جاتا ہے۔ اس میں چار فصل قائم کرنے کا قصد ہے۔
فصل اوّل میں عہدۂ قضا و افتاء کا ذکر ہوگا۔ فصل دوم میں مسائلِ شرعیہ میں مشورہ کرنا فصل سوم میں انتظامی امور میں مشورہ جات و رفاقت کے واقعات کا بیان ہوگا۔ اور فصل چہارم میں مالی حقوق کی رعایت کرنا اور تقسیمِ غنائم میں شریک ہونا اور ان کے وصول اور عطیات کے حصول میں شامل ہونا مندرج ہوگا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

فصل اوّل

عہدۂ قضا و افتاء کے متعلقات

انتظامِ سلطنت کے لیے تقسیمِ کار ضروری امر ہوتا ہے اور حکومت کے بے شمار انتظامی شعبے ہوا کرتے ہیں مثلاً شعبۂ تعلیم، شعبۂ افتاء و قضا، شعبۂ دفاع، شعبۂ مال وغیرہ۔
خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دورِ مقدس میں بھی اسی طرح تقسیمِ عہدہ جات کی شکل میں کاروبارِ خلافت جاری رہتے تھے تقسیمِ کار کا یہ مسئلہ کئی روایات میں مذکور ہے۔

(۱) سُنَن سعید بن منصور اور سُنَن کبریٰ بیہقی میں حضرت امیر عمرؓ کا ایک خطبہ نقل کیا گیا ہے جو جابیہ کے مقام پر انہوں نے بیان فرمایا تھا۔ اس میں مذکور ہے:۔
"خَطَبَ النَّاسَ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ فِيْ خُطْبَتِهِ مَنْ جَاءَ يَسْأَلُ عَنِ

الْقُرْآنِ فَلْيَأْتِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَمَنْ جَاءَ يَسْئَلُ عَنِ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ فَلْيَأْتِ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَمَنْ جَاءَ يَسْئَلُ عَنِ الْفَرَائِضِ فَلْيَأْتِ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَمَنْ جَاءَ يَسْئَلُ عَنِ الْمَالِ فَلْيَأْتِنِيْ فَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِيْ خَازِنًا فَاِنِّيْ بَادٍ بِاَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُعْطِيْهِنَّ ثُمَّ بِالْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ ثُمَّ بِالْاَنْصَارِ . . . . الخ

"یعنی امیر المومنین عمرؓ نے شام کے ملک میں جابیہ کے مقام پر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص قرأت قرآنی کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہے وہ اُبیؓ بن کعبؓ کے پاس آکر دریافت کرے اور جو آدمی حلال و حرام کے مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ مُعاذ بن جبل سے پوچھ لے۔ اور جس کو میراث کا مسئلہ طلب کرنا مقصود ہے وہ زیدؓ بن ثابت سے دریافت کرے۔ اور جس کو مال کی ضرورت ہو وہ میرے پاس آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اموال کے لیے خزانچی بنایا ہے پس پہلے میں ازواجِ مطہرات کو ادا کروں گا، پھر اس کے بعد (حسبِ مرتبہ) مہاجرین کو دونگا جن کو اپنے گھروں اور مال سے نکالا گیا، پھر انصار کو۔ . . . الخ

(۱) السنن لسعید بن منصور، جلد ثانی، ص ۱۳۲/۱۳۳ ۔ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل و کراچی۔

(۲) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام، ص ۲۲۳ - ۲۲۴، باب فرض الاعطیہ من الفیئ۔

(۳) السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد ۶، ص ۲۱۰ ۔ باب کتاب الفرائض

(۴) کنز العمال، جلد ثانی طبع اول قدیم دکن ۔ روایت ۶۴۸۷ ص ۳۱۴ ۔ کتاب الجہاد بحث الارزاق والعطایا۔

مذکورہ روایت میں شعبۂ تعلیم کی تقسیم کار کا ایک نقشہ ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی شعبۂ مال کی تحویل کا براہِ راست خلیفۂ وقت کے تحت ہونا بیان کیا گیا ہے۔

(۲) اب طبقات ابنِ سعد کی روایت پیش کی جاتی ہے جس میں شعبۂ اِفتاء و قضاء کا ایک خاکہ مذکور ہے۔ اور یہ روایت ذرا تفصیل کے ساتھ قبل ازیں ہم حصّہ صدیقی میں بیان کر چکے ہیں۔ اسی روایت کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ:۔

عہد فاروقی میں مفتی و قاضی

"...... ثُمَّ وَلِیَ عُمَرُ فَکَانَ یَدْعُوْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرَ... الخ

یعنی ابوبکر الصدیقؓ کے بعد عمر بن الخطاب خلیفہ اور والی حکومت ہوئے۔ وہ افتاء و فتویٰ کے لیے ان حضرات (عثمانؓ بن عفانؓ، علیؓ بنؓ ابی طالب، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، معاذ بنؓ جبل، ابی بنؓ کعبؓ، زیدؓ بنؓ ثابت) کو بلاتے تھے۔"

(طبقات ابن سعد، باب اہل العلم والفتویٰ من اصحاب النبیؐ، ص ۱۰۹، ج ۲، القسم الثانی طبع لیڈن، قدیم طبع)

مطلب یہ ہے کہ بعض مہاجرین حضرات مفتی و قاضی تھے اور ساتھ ہی بعض انصار بزرگ بھی مفتی و قاضی تھے۔ دونوں طبقوں میں فرق نہ تھا۔ نہ کوئی ترجیح قائم تھی۔ اتفاق و اتحاد کے ساتھ یہ معاملات جاری تھے۔

(۳) حضرت سیدنا امیر عمر فاروق اعظمؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اس مسئلہ کے بیان کے لیے بعض تصریحات فرمائی ہیں۔ ناظرین کے اطمینان کے لیے ان کو ذکر کیا جاتا ہے۔ ان میں جہاں مسئلہ افتاء و قضاء واضح ہوتا ہے وہاں ساتھ ساتھ ان حضرات کے حُسنِ تعلقات اور اور باہمی روابط کی پختگی پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

سرِدست اس مضمون کے چھ حوالہ جات اپنی اپنی عبارت میں لکھے جاتے ہیں۔

(۱) ـــــ طبقات ابن سعد میں باسند مذکور ہے :۔

"عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ خَطَبَنَا عُمَرُؓ فَقَالَ عَلِیٌّ

اَقْضَانَا وَاُبَیٌّ اَقْرَأُنَا "

(۱) طبقات ابن سعد جلد ثانی۔ القسم الثانی، ص ۱۰۲۔ تحت علی المرتضیٰ

(۲) بخاری شریف جلد ثانی، ج ۲ ص ۶۴۴۔ کتاب التفسیر آیۃ ما

تَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ ۔۔

(۳) امالی شیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی، ص ۲۵۶۔ جلد اول،

طبع جدید، نجف اشرف۔

"ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے خطبہ دے کر فرمایا کہ علی المرتضیٰؓ

ہمارے بہترین قاضی ہیں اور اُبَیؓ بن کعب ہمارے بہترین قاری ہیں۔"

(۲) ــــ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ

قَالَ عُمَرُؓ بْنُ الْخَطَّابِ عَلِیٌّؓ اَقْضَانَا "

(طبقات ابن سعد، باب علیؓ، طبع قدیم لیدن، ص ۱۰۲

جلد ثانی، قسم ثانی)

(۳) ــــ ۔۔۔۔ "عَنْ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَؓ قَالَ اَقْضَانَا

عَلِیٌّؓ وَاَقْرَأُنَا اُبَیٌّؓ "

(الاستیعاب ص ۴۱ مع اصابہ جلد ثالث۔ تذکرہ علی المرتضیٰؓ)

(۴) عَنْ عَطَاءٍ قَالَ کَانَ عُمَرُؓ یَقُوْلُ عَلِیٌّؓ اَقْضَانَا لِلْقَضَاءِ وَاُبَیٌّ اَقْرَأُنَا

لِلْقُرْاٰنِ " (طبقات ابن سعد، ج ۲، ق ۲، ص ۱۰۲۔ طبع قدیم)

ان سب مرویات کا ماحصل ایک ہے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ علیؓ قوم کے

بہترین قاضی ہیں اور اُبَیؓ بہترین قاری ہیں۔"

(۵) ۔۔۔۔ عَنْ شُعَیْبٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخَعِیْ قَالَ لَمَّا وَلِیَ عُمَرُؓ قَالَ

لِعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا اِقْضِ بَیْنَ النَّاسِ وَتَجَرَّدْ لِلْحَرْبِ "

"یعنی جب عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے ہیں اس وقت انہوں نے علی المرتضیٰؓ سے کہا کہ آپ لوگوں میں تنازعات کے فیصلے کیجیے اور جنگی امور سے آپ علیحدگی اختیار کر لیں۔"

(سیرۃ عمر بن الخطاب لابن الجوزی تحت باب ۳۳ ص ۶۳ طبع مصر)

(۶) ——— البدایہ لابن کثیر جلد ہفتم سن تیرہ ہجری کے حالات میں لکھا ہے کہ:۔

"وفیہا ولی عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَوْمَ الثُّلَثَاءِ لِثَمَانٍ بَقِیْنَ مِنْ جُمَادَی الْاٰخِرَۃِ مِنْهَا فَوَلّٰی قَضَاءَ الْمَدِیْنَۃِ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَ اسْتَنَابَ عَلَی الشَّامِ اَبَا عُبَیْدَۃَ عَامِرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْجَرَّاحِ الْفِهْرِیْ الخ۔"

حاصل یہ ہے کہ ۱۳ھ جمادی الآخریٰ میں سے آٹھ یوم باقی تھے منگل کے دن حضرت عمرؓ خلیفہ مقرر ہوئے اور مدینہ طیبہ کا قاضی انہوں نے علی المرتضیٰ کو متعین فرمایا اور ملک شام کے لیے اپنا نائب جناب ابو عبیدہ بن الجراح کو مقرر فرمایا۔" (البدایہ لابن کثیر ص ۲۱، ج ۷، تحت ۱۳ھ)

خلاصۃ المرام

(۱)

جس طرح فاروقی حکومت میں دیگر قاضی و مفتی کام کر رہے تھے وہاں حضرت فاروق اعظمؓ کے نزدیک علی المرتضیٰ بہترین قاضی تھے اور عہدہ قضاء و افتاء میں ان کا خاص مقام تھا۔ اور شعبہ قرأت و تجوید میں ابی بن کعبؓ کو اعلیٰ مقام حاصل تھا۔

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خاص شعبہ قضاء و افتاء

کے ساتھ ایک مناسبت قائم تھی۔ وہ یہ کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کے حق میں کلمات دعائیہ فرمائے تھے۔ یمن کے علاقہ کی طرف روانہ کرتے وقت ان کے لیے فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَہٗ وَاھْدِ قَلْبَہٗ (البدایہ لابن کثیر بحوالہ مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۳) یعنی اے اللہ ان کی زبان کو ثابت رکھنا اور ان کے دل کو ہدایت دینا۔ (ج ۵ ص ۱۰۷)

(۴)

تیسری یہ چیز واضح صورت میں عیاں ہوگئی ہے کہ سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ کے درمیان کوئی عداوت، بغض، عناد، تضاد، فساد وغیرہ ہرگز نہ تھا، نہ فاروقی خلافت سے قبل تھا نہ بعد میں تھا۔ ورنہ جن لوگوں کے طبائع میں پوشیدہ عداوت کارفرما ہوتی ہے اور ان کے سینے کینے سے پُر ہوتے ہیں وہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے۔ ایک دوسرے کے قریب رہنا پسند نہیں کرتے۔ باہم مل کر بیٹھنا ان کے لیے دشوار ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کی ترقی اور خوشحالی ان کو ناگوار گزرتی ہے۔ یہاں معاملات ہی دوسرے ہیں۔ جو کچھ ہمیں شیعہ احباب اور دشمنانِ صحابہ کرامؓ مخالفت کے حالات اور تنازع کے واقعات سُناتے ہیں وہ سب ان چیزوں کے سراسر خلاف ہیں۔

ناظرین کرام اور باانصاف طبائع کی خدمت میں ہم گزارش کرتے ہیں کہ ان مندرجاتِ بالا کو پڑھ کر غور و فکر کریں۔ حق و انصاف کو سامنے رکھیں۔ جو بات حق نظر آئے اُس کی تائید فرماویں۔ امید ہے صحیح چیز مخفی نہ رہے گی۔

فاروقی عدالت میں مقدمات کی مرافعہ

قبل ازیں ہم نے ذکر کیا ہے کہ فاروقی حکومت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے اور ان کی طرف پبلک کے تنازعات کی مرافعت ہوتی تھی گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ چیف جج کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔

ناظرین کرام کی خدمت میں اب یہ ذکر کیا جاتا ہے جب حضرت علیؓ المرتضیٰ کو خود کسی تنازعہ کا فیصلہ کرانے کی ضرورت پیش آتی تو وہ امیر المومنین عمر فاروق کی خدمت میں مرافعت کرتے (یعنی مقدمہ لے جاتے) اور ان سے فیصلہ طلب کرتے تھے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں کئی ایک واقعات حدیث و روایات کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف چند واقعات درج کیے جاتے ہیں۔

مُرافعہ کا ایک واقعہ

صحاح ستہ کی کتابوں میں منقول ہے (اس کو اجمالاً لکھا جاتا ہے) ...... کہ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ اور حضرت علیؓ دونوں نے اموال بنی نضیر و اموالِ فئے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں اپنا تنازعہ پیش کیا (اور یہ تولیت و نگرانی و تصرّف کے متعلق تنازعہ تھا)۔ امیر المومنین عمرؓ نے فرمایا کہ اس جائیداد وغیرہ کو آپ لوگوں میں مالکانہ حقوق دے کر تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اس کی آمدنی و منافع آپ حضرات کے درمیان دَورِ نبوی کے دستور کے موافق تقسیم ہوتے رہیں گے اور باقاعدہ جاری رہیں گے۔ اگر تمہارے درمیان ان اموال کی نگرانی بھی قابلِ نزاع ہو رہی ہے تو یہ مجھے واپس کر دیں میں خود نگرانی کا انتظام کر دوں گا اور اس کی آمدنی آپ لوگوں کو باقاعدہ حاصل ہوتی رہے گی۔

(۱) بخاری، ج ۱ ص ۴۳۵-۴۳۶ باب فرض الخمس (۲) بخاری ج ۲ ص ۸۰۶-۸۰۷ باب حبس الرجل قوت سنۃ علی اھلہ (۳) مسلم شریف ج ۲ ص ۸۱- باب حکم الفئ۔

اِس نوعیّت کا ایک دُوسرا واقعہ

کتاب الآثار امام ابویوسف اور کتاب الآثار امام محمد میں یہ مرافعت کا واقعہ مذکور ہے۔

عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَالزُّبَیْرَ بْنَ الْعَوَّامِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اخْتَصَمَا اِلٰی عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

فِي مَوْلَى لِصَفِيَّةَ بِنْتِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ عَلِيٌّ أَنَا عَصَبَةُ عَمَّتِيْ وَأَنَا أَعْقِلُ عَنْ مَوْلَاهَا وَأَرِثُهُ ثُمَّ قَالَ الزُّبَيْرُ أُمِّيْ وَأَنَا أَرِثُ مَوْلَاهَا فَقَضٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِلزُّبَيْرِ بِالْمِيْرَاثِ وَقَضٰى بِالْعَقْلِ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ"

(۱) کتاب الآثار لامام ابی یوسفؒ باب الفرائض،
روایت ۷۷۵۔ طبع حیدرآباد دکن ۱۳۵۵ھ

(۲) کتاب الآثار لامام محمدؒ۔ ص ۱۲۰۔ باب میراث الموالی
طبع انوار محمدی۔ لکھنؤ۔

مصنف عبدالرزاق اور سنن سعید بن منصور میں یہ واقعہ ذیل عبارت میں پایا گیا ہے۔

"...... سَعِيْدٌ قَالَ نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا عُبَيْدَةُ الضَّبِّيُّ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ اخْتَصَمَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ إِلٰى عُمَرَ فِيْ مَوْلٰى صَفِيَّةَ فَقَالَ عَلِيٌّ مَوْلٰى عَمَّتِيْ وَأَنَا أَعْقِلُ عَنْهُ وَقَالَ الزُّبَيْرُ مَوْلٰى أُمِّيْ وَأَنَا أَرِثُهُ فَقَضٰى عُمَرُ لِلزُّبَيْرِ بِالْمِيْرَاثِ وَقَضٰى عَلٰى عَلِيٍّ بِالْمِيْرَاثِ"

(۱) المصنف لعبدالرزاق ص ۴۵-۴۵۔ باب
میراث المرأۃ الخ، جلد تاسع۔

(۲) کتاب السنن لسعید بن منصور الخراسانی المکی المتوفی
۲۲۷ھ القسم الاول من الجلد الثالث۔ باب الرجل
یعتق فیموت ویترک ورثۃ ص ۴۷۔ حدیث ۲۷۴
مجلس علمی کراچی۔ ڈابھیل۔

(۳) کنز العمال جلد ششم، ص ۷، کتاب الفرائض من
قسم الافعال۔

حوالہ جات بالا کا حاصل یہ ہے کہ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عمۃ محترمہ (پھوپھی) صفیہ بنت عبدالمطلب کا ایک خادم وغلام فوت ہوگیا (اس کے متروکہ مال واموال) کے متعلق حضرت علیؓ اور زبیرؓ بن عوام کے درمیان تنازعہ ہوگیا۔ اس مقدمہ کو حضرت فاروق اعظمؓ کی عدالت میں لے گئے۔ حضرت علی کہتے تھے کہ یہ میری پھوپھی کا خادم او رغلام تھا میں اپنی پھوپھی کے حق میں عَصبہ ہوں ان کی دیت وضمانت ادا کرنا میرے ذمہ ہے فلہذا میں زیادہ حقدار ہوں۔ اور زُبیر کہتے تھے کہ صفیہ میری ماں تھی۔ یہ میری ماں کا خادم تھا تو اس غلام کا میں جائز وارث ہوں۔ (دونوں فریقوں کے ان بیانات کے بعد) حضرت فاروق رضؓ نے اس تنازعہ کا فیصلہ یہ فرمایا کہ صفیہؓ کا بیٹا زبیرؓ اس مال کا حقدار ہے علی المرتضیٰؓ اس کے حقدار نہیں ہیں (یہاں سے یہ مسئلہ چلتا ہے کہ قریب وارث کو بہ نسبت بعید وارث کے مقدم رکھا جاتا ہے)۔

مندرجات کے فوائد

(ا)

——لوگوں کے لیے حضرت علی المرتضیٰ قاضی ومفتی ہوتے تھے اور ان کے اپنے تنازعات کے لیے عمر فاروقؓ قاضی تھے، بلکہ قاضی القضاۃ تھے۔ یعنی فاروق اعظمؓ عام پبلک کے مسائل کے فیصلے حضرت علیؓ کے سپرد کر دیتے تھے اور مرتضوی تنازعات کے فیصلے خود کرتے تھے۔ اس طریقہ سے بڑا عمدہ نظم قائم کیے ہوتے تھے۔

——نیز ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ کی عدالت بالکل برحق تھی تب ہی تو عندالضرورۃ حضرت علیؓ ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ورنہ علی المرتضیٰ (کتاب وسنت پر عامل ہونے کی وجہ سے) باطل عدالت کی طرف نہیں جاسکتے تھے۔ اور نہ ہی ظالم وجائر حاکموں سے

فیصلہ طلب کرسکتے تھے (جیسا کہ فروع کافی جلد سوم کتاب القضایا والاحکام باب کراہتہ الارتفاع الی قضاۃ الجور، ج ۳ ص ۲۲۵، طبع لکھنؤ پر درج ہے)۔

(۳)

جب عدالتِ فاروقی صحیح ہے تو خلافتِ فاروقی کی حقانیت میں کوئی شبہ نہ رہا۔ اور فاروقی خلافت کی صداقت روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی۔

(۴)

اور یہ تمام واقعات بیانگ دہل تبلا رہے ہیں کہ فاروقِ اعظمؓ اور علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہما کی آپس میں محبت تھی، عداوت نہ تھی شفقت تھی، نفرت نہ تھی، دوستی تھی، دشمنی نہ تھی، ان کے باہمی تعلقات بہترین قائم تھے کشیدہ خاطر بالکل نہ تھے۔

باہمی تنازعات ومناقشات کی روایات کی حیثیت دروغِ بے فروغ سے زیادہ کچھ نہیں۔ناظرین کرام یاد رکھیں۔

تنبیہ

فصل ہٰذا کے آخر میں حضرت علیؓ کے دورِ خلافت کا اپنا طرزِ عمل ذکر کیا جاتا ہے۔ اس پر فصل اوّل کا اختتام ہوگا۔ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ اُمّ الولد (یعنی وہ لونڈی جس سے مالک کی اولاد ہو) کی بیع اور فروخت کو حضرت علیؓ اور حضرت عمر فاروقؓ دونوں ناجائز کہتے تھے۔بعد میں حضرت علیؓ کی اس بارے میں یہ رائے ٹھیری کہ یہ فروخت جائز ہے۔پھر جب حضرت علیؓ کی اپنی خلافت کا دور آیا ہے اس وقت حضرت علیؓ کے ایک قاضی عُبَیدۃ السلمانی نے عند الضرورۃ آپ سے دریافت کیا کہ اُمّ ولد کی بیع کے سلسلہ میں اب ہم کیا صورت اختیار کریں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان صادر فرمایا۔ یہ بخاری شریف میں باسند مذکور ہے:۔

"۔۔۔۔۔ عَنْ اَیُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ عُبَیْدَۃَ السَّلْمَانِیْ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ اِقْضُوْا کَمَا تَقْضُوْنَ فَاِنِّیْ اَکْرَہُ الْاِخْتِلَافَ حَتّٰی یَکُوْنَ النَّاسُ جَمَاعَۃً اَوْ اَمُوْتَ کَمَا مَاتَ اَصْحَابِیْ"

"یعنی عُبیدہ سلمانی حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے (اپنے قُضاۃ و عُمّال کو) حکم دیا کہ جیسے تم پہلے فیصلے کیا کرتے تھے اسی طرح تم اب بھی فیصلے کیا کرو۔ میں (گذشتہ احباب و اصحاب کے ساتھ) اختلاف کرنے کو ناپسند کرتا ہوں تاکہ لوگ اجتماعی شکل میں رہیں، یہاں تک کہ میری وفات ہو جائے، جیسا کہ میرے احباب و اصحاب (بغیر اختلاف کے اس عالم سے) رحلت کر گئے ہیں۔" (بخاری شریف، جلد اوّل باب مناقب علی، ص ۵۲۶)

قارئین کرام کو معلوم رہے کہ مُصنّف عبدالرزاق، جلد یازدہم، ص ۳۲۹ میں بھی حضرت علیؓ کا یہ قول باسند منقول ہے۔

فوائد

—— یہ مرتضوی کلام اُمّ الولد کی بیع کے متعلق ہے کسی دوسرے مسئلہ کے متعلق نہیں ہے (جیسا کہ شیعہ احباب اس کو کھینچ کر کہیں دوسری طرف لے جاتے ہیں)۔

—— یہ مرتضوی فرمان تقیہ شریفیہ کے طور پر نہیں ہو سکتا کیونکہ اپنی حکومت اور اپنا راج ہے اپنے قاضی و جج ہیں۔

—— یہ حضرات باہم صالح قلب، نیک دل، پاک طینت تھے۔ ضد، تعصّب، ہٹ دھرمی سے مُبرّا تھے۔

—— حضرت علیؓ کے لیے کسی مسئلہ میں رجوع کر لینا اور اپنی رائے کو واپس لے لینا عار نہیں تھا اور نہ ہی اس کو سُقم جانتے تھے۔

—— ہر مرحلہ پر ان حضرات کو حتی المقدور جماعتی اتحاد و اتفاق ملحوظ رہتا تھا انتشار پھیلانا

اور اس کو ہوا دینا ان لوگوں کو ناپسند تھا۔

—— کَمَا مَاتَ اَصْحَابِیْ (یعنی جس طرح میرے احباب ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ فوت ہوئے) کے الفاظ سے اصل مضمون کی بڑی عمدہ تائید پائی جاتی ہے کہ یہ بزرگانِ دین ایک دوسرے کے فیصلہ جات کی قدر کرتے تھے اور رعایت فرماتے تھے۔ خلاف فیصلہ صادر کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔ باہم حبیب و رفیق تھے۔ ایک دوسرے کے معاند و مخالف نہ تھے۔

—— پھر ان واقعاتِ حقیقیہ کے ہوتے ہوئے دوستوں کا یہ کہنا کہ لڑائی اور فساد کے خطرہ کے پیش نظر حضرت علیؓ اس طرح کا جواب اپنے سائلین کو دے دیتے تھے صحیح نہیں ہے۔ حضرت علیؓ کا ظاہر اور باطن دو طرح کا نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؓ کی زبان اور دل ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہو سکتے۔ مصلحت بین، ابن الوقت، دفع الوقتی کرنے والے اور لوگ ہوا کرتے ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ شیر خدا کی شانِ شجاعت، شانِ صداقت، شانِ دیانت کے یہ چیزیں برخلاف ہیں۔ حضرت مرتضیٰؓ کے اقوال و اعمال اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہیں۔ دو رُخی روش اور دو رُخی پالیسی پر ہرگز محمول نہیں ہیں۔

فصل ثانی

مسائلِ شرعیہ میں مشورے اور باہمی تلقین

فصل ثانی میں یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کے درمیان علمی مذاکرات جاری رہتے تھے۔ ایک دوسرے سے دینی مسائل کی دریافت ہوتی تھی۔

حضرت علیؓ خلافت میں چونکہ قاضی کے عہدہ پر فائز تھے اس بنا پر کئی مسائل فیصلہ کے لیے ان کے حوالہ کیے جاتے تھے۔ اور مزید برآں حضرت فاروق اعظمؓ پیش آمدہ کئی جدید مسائل میں اکابر صحابہ کرامؓ سے مشورے لیتے تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰ کے مشورہ کو بہت دفعہ مُصیب اور درست قرار دے کر اس پر عمل درآمد کا فیصلہ دے دیتے تھے۔

چنانچہ اس موقعہ پر ہم حدیث و روایات کی کتابوں سے چند ایک مسائل کو نقل کرتے ہیں۔

ان ہر دو بزرگوں کے درمیان علمی تعلقات کا استیعاب و استقصاء پیشِ نظر نہیں ہے۔ صرف چند علمی روابط ذکر کیے جاتے ہیں۔ ان مندرجات سے بسہولت اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ بزرگانِ دین آپس میں شیر و شکر تھے۔ ان کے باہمی مراسم کس درجہ کے تھے؟ دینی معاملات میں متحد و متفق ہو کر کیسے نظامِ خلافت چلاتے تھے؟ ان ہر دو ہستیوں کے مابین کوئی انقباض و انقباض ہرگز نہ تھا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (مومن باہم بھائی بھائی ہی ہوتے ہیں) کا پورا پورا نمونہ تھے۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کے صحیح مصداق تھے۔

— آئندہ واقعات سے قبل یہ درج کیا جاتا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عمرؓ کے درمیان علمی گفتگو ہوتی تھی۔ اس ضمن میں حضرت علیؓ کی طرف سے بعض دفعہ ناصحانہ اور خیر خواہانہ

کلمات بھی حضرت عمرؓ کے حق میں پائے جاتے ہیں شیعہ علماء نے اس چیز کو نقل کیا ہے۔ یہ بات علمی روابط کے ساتھ ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی پر بھی دلالت کرتی ہے۔

علمی گفتگو

سالم بن عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے والد سے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا مکالمہ ذکر کیا ہے جو حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی میں مندرجہ ذیل عبارت کے ساتھ درج ہے:

"۔۔۔۔ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا رُبَّمَا شَهِدْتَ وَغِبْنَا وَرُبَّمَا غِبْتَ وَشَهِدْنَا فَهَلْ عِنْدَكَ عِلْمٌ بِالرَّجُلِ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ اِذَا نَسِيَهُ اِسْتَذْكَرَهُ فَقَالَ عَلِيٌّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنَ الْقُلُوْبِ قَلْبٌ اِلَّا وَلَهُ سَحَابَةٌ كَسَحَابَةِ الْقَمَرِ بَيْنَمَا الْقَمَرُ مُضِيْئٌ اِذْ عَلَتْهُ سَحَابَةٌ فَاَظْلَمَ اِذْ تَجَلَّتْ عَنْهُ فَاَضَاءَ وَبَيْنَمَا الرَّجُلُ يُحَدِّثُ اِذْ عَلَتْهُ سَحَابَةٌ فَنَسِيَ اِذْ تَجَلَّتْ عَنْهُ فَذَكَرَهُ"

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی، ج ۲ ص ۱۹۶۔ تذکرہ سالم بن عبداللہ)

حاصل یہ ہے کہ سالم نے اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو کہا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عہد مقدس میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں بعض اوقات آپ موجود رہتے اور ہم غائب اور غیر حاضر ہوتے تھے۔ بعض دفعہ آپ غیر حاضر ہوتے اور ہم خدمت میں موجود ہوتے تھے۔ ایسے شخص کے متعلق تمہارے ہاں کچھ علم ہے جس کو پہلے بات یاد تھی اس کو بیان کرتا تھا جب اس کو بھول گیا ہے تو اب اس کو یاد کرتا ہے۔

تو حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ ہر آدمی کے قلب کی ایسی مثال ہے جیسے قمر بادل کے تحت آجانے سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اندھیرا چھا جاتا ہے اور جب وہ بادل قمر سے ہٹ جاتا ہے تو قمر روشن ہو جاتا ہے اسی طرح انسان کے دل پر جب گھٹا سی آجاتی ہے تو بھول جاتا ہے جب وہ گھٹا قلب سے الگ ہو جاتی ہے تو انسان کو وہ چیز یاد آجاتی ہے۔"

ناصحانہ کلمات

شیعی علماء نے ذکر کیا ہے کہ ایک بار حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے ساتھ گفتگو فرماتے ہوئے ان کو تین نصیحتیں فرمائی تھیں، عبارتِ ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

"قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ثَلَاثٌ اِنْ حَفِظْتَهُنَّ وَعَمِلْتَ بِهِنَّ كَفَتْكَ مَا سِوَاهُنَّ فَاِنْ تَرَكْتَهُنَّ لَمْ يَنْفَعْكَ شَيْءٌ سِوَاهُنَّ قَالَ وَمَا هُنَّ يَا اَبَا الْحَسَنِ - قَالَ اِقَامَةُ الْحُدُوْدِ عَلَى الْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ وَالْحُكْمُ بِكِتَابِ اللّٰهِ فِي الرِّضَا وَالسُّخْطِ - وَالْقَسْمُ بِالْعَدْلِ بَيْنَ الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ لَعَمْرِيْ لَقَدْ اَوْجَزْتَ وَاَبْلَغْتَ۔"

"یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ تین چیزیں ہیں اگر ان کو آپ محفوظ کریں اور ان پر عمل درآمد کریں تو یہ آپ کے لیے دیگر اشیاء سے کفایت کریں گی اور چیزوں کی حاجت نہ رہے گی۔ اور اگر آپ ان کو ترک کر دیں گے تو ان کے سوا آپ کو کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ اس وقت عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ بیان کیجیے وہ کیا چیزیں ہیں؟ تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ ایک تو قریب و بعید سب لوگوں پر اللہ کے حدود و قوانین جاری کیجیے! دوسرا یہ کہ کتاب اللہ کے موافق رضامندی

اور ناراضگی دونوں حالتوں میں یکساں حکم لگاتیے ! تیسرا یہ کہ سیاہ وسفید ہر قسم کے آدمیوں میں حق وانصاف کے ساتھ تقسیم کیجیے ! یہ کلام سننے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ آپ نے مختصر کلام کی مگر ابلاغ وتبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔"

(۱) تاریخ یعقوبی شیعی تحت ایام عمرؓ، ج ۲، ص ۲۰۸ طبع جدید بیروتی۔

(۲) تہذیب الاحکام للشیخ الطوسی الشیعی، ج ۲، ص ۷۱، کتاب القضاء باب آداب الحکام۔ طبع قدیم ایران۔

(۳) المناقب لابن شہر آشوب الشیعی، ج ۲، ص ۱۲۰ فصل فی مسابقتہ بالحزم وترک المداہنتہ طبع ہندوستان۔

دینی مسائل میں مشاورت

ذیل میں کچھ ایسے مسائل ذکر کیے جاتے ہیں جن میں وقتاً فوقتاً ہر دو حضرات (سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ) کے درمیان مشورہ ہوا اور سیدنا حضرت عمرؓ نے اس پر عمل کیا۔ یہ واقعات ان بزرگوں کی باہمی مودت، دوستی، خیر خواہی اور اخلاص پر دلالت کرتے ہیں اور اصل مضمون پر کھلی شہادت پیش کرتے ہیں۔ صرف انصاف سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱)

صدقہ کے بارہ میں مشورہ

مسند امام احمدؒ مسانید عمر بن الخطاب میں اہل شام کا ایک واقعہ درج ہے:

"عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ حَارِثَۃَ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنْ اَھْلِ الشَّامِ اِلٰی عُمَرَؓ فَقَالُوْا اِنَّا قَدْ اَصَبْنَا اَمْوَالًا وَّخَیْلًا وَرَقِیْقًا نُحِبُّ اَنْ

يَكُونَ لَنَا فِيهَا زَكوٰةٌ وَّطَهُورٌ قَالَ مَا فَعَلَهُ صَاحِبَايَ قَبْلِي فَأَفْعَلَهُ وَ اسْتَشَارَ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِمْ عَلِيٌّ (ابْنُ أَبِي طَالِبٍ) فَقَالَ عَلِيٌّ هُوَ حَسَنٌ إِنْ لَمْ يَكُنْ جِزْيَةً رَاتِبَةً يُؤْخَذُونَ بِهَا مِنْ بَعْدِكَ ۔"

(۱) مُسند امام احمد معہ منتخب کنز مسانید عمرؓ بن الخطاب ۔ ج ۱، ص ۱۴ ۔ طبع مصر

(۲) السُّنن للدارقطنی، ج ۱ ص ۲۱۹ ۔ طبع انصاری دہلی باب الحث علی اخراج الصدقہ ۔

(۳) طحاوی شریف ج ۱ ص ۳۱۱ کتاب الزکوٰۃ باب الخیل

"حارثہ کہتا ہے کہ اہلِ شام سے کچھ لوگ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے کہ ہمیں بہت سا مال اور گھوڑے اور غلام دستیاب ہوئے ہیں ۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے زکوٰۃ ادا کریں جس سے طہارتِ مال ہوتی ہے ۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھ سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ ایسی صورت میں جو حکم دیتے تھے اس کے موافق حکم دیا جائے گا ۔ فاروقِ اعظمؓ نے اِس امر کے لیے صحابۂ کرامؓ سے مشورہ کیا ۔ علی بن ابی طالب بھی موجود تھے ۔ حضرت علیؓ نے رائے دی ان اموال سے (وقتی طور پر) صدقہ ادا کر دیں تو اچھا ہے بشرطیکہ آپ کے بعد ان پر یہ سالانہ ٹیکس کے طور پر لازم نہ کر دیا جائے ۔"

(۴)

دِیت (خوں بہا) کے مسئلہ میں مشورہ

کنز العمّال میں مُصنّف عبدالرزاق کے حوالہ سے یہ واقعہ مذکور ہے ۔ ملاحظہ فرما دیں ۔

"عن حيي بن يعلى يخبران ان رجلا اتى يعلى فقال هذا قاتل اخي

فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ فَجَدَعَهُ بِالسَّيْفِ حَتّٰى رَأَىٰ أَنَّهُ قَتَلَهُ وَبِهِ رَمَقٌ فَأَخَذَهُ
أَهْلُهُ فَدَاوَوْهُ حَتّٰى بَرِئَ فَجَاءَ يَعْلٰى فَقَالَ قَاتِلُ أَخِي فَقَالَ أَوَلَيْسَ
قَدْ دَفَعْتُهُ إِلَيْكَ فَأَخْبَرَهُ خَبَرَهُ فَدَعَاهُ يَعْلٰى فَإِذَا هُوَ قَدْ شُلَّ فَحَسِبَ
جُرُوحَهُ فَوُجِدَ فِيهِ الدِّيَةُ فَقَالَ لَهُ يَعْلٰى إِنْ شِئْتَ فَادْفَعْ إِلَيْهِ
دِيَتَهُ وَاقْتُلْهُ وَإِلَّا فَدَعْهُ فَلَحِقَ بِعُمَرَؓ فَاسْتَعْدٰى عَلٰى يَعْلٰى فَكَتَبَ
عُمَرُؓ إِلٰى يَعْلٰى أَنْ أَقْدِمْ عَلَيَّ فَقَدِمَ عَلَيْهِ فَأَخْبَرَهُ الْخَبَرَ فَاسْتَشَارَ
عُمَرُؓ عَلِيَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ فَأَشَارَ عَلَيْهِ بِمَا قَضٰى بِهِ يَعْلٰى فَاتَّفَقَ
عَلِيٌّؓ وَعُمَرُؓ عَلٰى قَضَاءِ يَعْلٰى أَنْ يَدْفَعَ إِلَيْهِ الدِّيَةَ وَيَقْتُلَهُ أَوْ
يَدَعَهُ فَلَا يَقْتُلُهُ - وَقَالَ عُمَرُؓ لِيَعْلٰى إِنَّكَ لَقَاضٍ وَرَدَّهُ عَلٰى عَمَلِهِ"

(۱) المصنّف لعبدالرزاق، ج ۹، ص ۴۳۲ -

(۲) کنز العمال، ج ۷ - ص ۳۰۰ - روایت ۴۸۱ ۳۴ -

طبع اوّل قدیم -

"ایک شخص (حضرت عمرؓ کے قاضی) یعلیٰ نامی کے پاس آکر کہنے لگا کہ یہ آدمی میرے بھائی کا قاتل ہے - قاضی یعلیٰ نے اس شخص کو مدعی کے حوالے کر دیا - مدعی نے اس آدمی کو تلوار سے وار کر کے کاٹ ڈالا اور خیال کیا کہ یہ اب قتل ہو چکا ہے - اس کے آخری سانس تھے - مجروح کو اس کے وارثوں نے اٹھا لیا - علاج ومعالجہ کیا وہ ٹھیک ہو گیا - پھر مدعی (مذکور) نے قاضی یعلیٰ کے پاس آکر (دعویٰ کر دیا) کہا کہ یہ میرے بھائی کا قاتل ہے تو قاضی موصوف نے جواب دیا کہ میں نے اس کو تیرے حوالہ نہیں کر دیا تھا؟ اس نے کہا کہ (میں نے وار کیے لیکن یہ علاج سے پھر درست ہو گیا ہے) تو قاضی یعلیٰ نے مدعا علیہ کو بلایا - اس کے بازو شل (اور بیکار) ہو چکے تھے - قاضی یعلیٰ نے اس کے زخم شمار کیے (جو اس کو

مدّعی کے وار کرنے سے ہوئے تھے) ان پر شرعاً دیت اور تاوان ادا کرنا لازم ہوتا تھا۔ قاضی نے کہا کہ تیرے لیے دو صورتیں ہیں) یا تو ان زخموں کے عوضانہ میں تو اس مجروح کو تاوان ادا کر دے اور قتل کر لے، یا پھر اس کو بالکل چھوڑ دے (یعنی تو اپنے خیال میں قاتلانہ وار کر کے بدلہ لے چکا ہے لیکن یہ قدرتاً بچ گیا ہے)۔

اس کے بعد اس مدّعی نے حضرت عمرؓ کے پاس جا کر واقعہ ہٰذا بیان کر کے قاضی مذکور کی شکایت کی تو حضرت فاروق اعظمؓ نے قاضی مذکور کو بلایا وہ حاضر ہوا فیصلہ کی تفصیلات اُس نے دوہرائیں۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت علیؓ نے قاضی یعلیٰ کے فیصلہ کی موافقت کی۔ پھر حضرت علیؓ و حضرت عمرؓ دونوں بزرگوں نے اس فیصلہ پر اتفاق کرتے ہوئے درست قرار دیا (کہ اگر ان زخموں کا تاوان ادا کرے تب تو قاتلانہ وار کر سکتا ہے ورنہ اس کو چھوڑ دے) حضرت عمرؓ نے قاضی یعلیٰ کو اس کے صحیح فیصلہ کی بنا پر بدستور قاضی مقرر رکھا۔"

(۳)

مجبور عورت کے حق میں مشورہ

"...... عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیْ قَالَ اُتِیَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِامْرَاَةٍ جَهَدَهَا الْعَطْشُ فَمَرَّتْ عَلٰی رَاعٍ فَاسْتَسْقَتْ فَاَبٰی اَنْ یَّسْقِیَهَا اِلَّا اَنْ تُمَکِّنَهٗ مِنْ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ فَشَاوَرَ النَّاسَ فِیْ رَجْمِهَا فَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ هٰذِهٖ مُضْطَرَّةٌ اَرٰی اَنْ تُخَلِّیَ سَبِیْلَهَا فَفَعَلَ۔" (السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۸، ص ۲۳۶۔ کتاب الحدود۔ باب من زنیٰ بامرأۃٍ مستکرہۃ)

"یعنی حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عورت کا قصہ پیش ہوا جو شدتِ پیاس کی وجہ سے ایک چرواہا کے پاس گئی پانی طلب کیا۔ اس نے پانی دینے سے انکار کیا مگر اس صورت میں کہ وہ عورت اس کو بدفعلی کرنے دے (تب پانی ملے گا) عورت نے مجبور ہو کر یہ فعل کرنے دیا۔ اس مسئلہ کے لیے حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا حضرت علیؓ نے رائے دی کہ یہ عورت مجبور ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ پس حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کا مشورہ قبول کرتے ہوئے اس کو سزا نہ دی اور چھوڑ دیا۔"

واضح رہے کہ یہ واقعہ کتاب سُنَن سعید بن منصور المکیؒ الخراسانی جلد ثانی صفحہ ۲، میں مذکور ہے۔ اور مُصَنَّف عبدالرزاق، جلد چہارم صفحہ ۱۰۸ میں موجود ہے۔

(۴)

بدفعلی کی سزا میں مُشاورت

یہ واقعہ شیعہ عُلماء نے کتاب الحُدود۔ باب الحد فی اللواط میں درج کیا ہے یہاں فروع کافی کی عبارت پیش کی جاتی ہے:۔

"۔۔۔۔ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ وُجِدَ رَجُلٌ مَعَ رَجُلٍ فِیْ اِمَارَۃِ عُمَرَؓ فَهَرَبَ اَحَدُهُمَا وَاُخِذَ الْاٰخَرُ فَجِیْئَ بِهٖ اِلٰی عُمَرَؓ فَقَالَ لِلنَّاسِ مَا تَرَوْنَ قَالَ فَقَالَ هٰذَا اِصْنَعْ كَذَا وَقَالَ هٰذَا اِصْنَعْ كَذَا۔ قَالَ فَقَالَ مَا تَقُوْلُ یَا اَبَا الْحَسَنِؓ! قَالَ اِضْرِبْ عُنُقَهٗ فَضَرَبَ عُنُقَهٗ قَالَ ثُمَّ اَرَادَہٗ اَنْ یَّحْمِلَهٗ فَقَالَ مَهْ اِنَّهٗ قَدْ بَقِیَ مِنْ حُدُوْدِہٖ شَیْءٌ قَالَ اَیُّ شَیْءٍ بَقِیَ؟

قَالَ اُدْعُ بِحَطَبٍ قَالَ فَدَعَا عُمَرُ بِحَطَبٍ فَاَمَرَ بِهٖ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَحْرَقَهٗ بِهٖ۔"

(۱) الفروع من الکافی، جلد ثالث ص ۱۰۹ محمد بن یعقوب کلینی رازی، شیعی۔
کتاب الحدود۔ باب الحد فی اللواط۔ طبع لکھنؤ۔

(۲) الاستبصار للشیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی۔
کتاب الحدود۔ باب الحد فی اللواط ج ۲ ص ۳۰۶ طبع لکھنؤ

"امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ عمر بن الخطاب کی خلافت کے زمانہ میں ایک مرد نے دوسرے مرد کے ساتھ بدفعلی کی۔ ایک فرار ہو گیا دوسرا گرفتار ہوا (عمر بن الخطاب کی خدمت میں لایا گیا) عمر بن الخطاب نے حاضر لوگوں سے اس کی سزا دریافت کی بعض نے کہا اس طرح کریں، دوسروں نے کہا اس طرح سزا دیں۔ عمر بن الخطاب نے علی بن ابی طالب سے دریافت کیا اے ابوالحسن! آپ کی کیا رائے ہے؟ علی المرتضیٰ نے کہا کہ اس کی گردن اڑا دیں۔ گردن مار دی گئی۔ لاش اٹھانے لگے تو علی المرتضیٰ نے کہا ٹھہریئے ابھی کچھ (سزا) باقی ہے۔ عمر بن الخطاب نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے؟ علی بن ابی طالب نے کہا اس کو جلانے کے لیے لکڑی منگا لیجئے۔ پھر حکم دیا کہ اس کو جلا دو۔ چنانچہ وہ جلا دیا گیا۔"

(۵)

شراب خوری کی سزا کے متعلق مشورہ

"۔۔۔۔۔ عن ابن وبرۃ قَالَ اَرْسَلَنِيْ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ اِلٰى عُمَرَ رضی اللہ عنہ

فَاَتَيْتُهٗ وَمَعَهٗ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَهُمْ مَعَهٗ مُتَّكِئُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ اِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَرْسَلَنِيْ اِلَيْكَ وَهُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ قَدِ انْهَمَكُوْا فِي الْخَمْرِ وَتَحَاقَرُوا الْعُقُوْبَةَ فِيْهِ فَقَالَ عُمَرُ هُمْ هٰؤُلَاءِ عِنْدَكَ فَسَلْهُمْ فَقَالَ عَلِيٌّ نَرَاهُ اِذَا سَكِرَ هَذٰى وَاِذَا هَذٰى اِفْتَرٰى وَعَلَى الْمُفْتَرِيْ ثَمَانِيْنَ فَقَالَ اَبْلِغْ صَاحِبَكَ مَا قَالَ۔ قَالَ فَجَلَدَ خَالِدٌ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَجَلَدَ عُمَرُ ثَمَانِيْنَ۔"

(۱) السنن للدارقطنی، ج ۲، ص ۳۵۴-۳۵۸ مع التعلیق المغنی، طبع دہلی۔ تحت مسائل حدود۔

(۲) المستدرک للحاکم، ج ۴، ص ۳۷۵۔ کتاب الحدود۔
طبع حیدرآباد دکن۔

(۳) مؤطا امام مالک، ما جاء فی الحد فی الخمر ص ۳۵۷۔ طبع دہلی

(۴) طحاوی شرح معانی الآثار، ج ۲ ص ۸۸۔ کتاب الحدود۔

(۵) کنز العمال، جلد ۳ ص ۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲۔ بحوالہ ابن جریر و بیہقی و عبدالرزاق وغیرہ۔ طبع اوّل قدیم دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔ کتاب الحدود۔ حد الخمر۔

(۶) المصنف لعبدالرزاق، ج ۷، ص ۳۷۸۔ طبع بیروت (حد خمر)

ابن وبرہ کہتا ہے کہ مجھے خالد بن ولید نے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں (ایک مسئلہ کی خاطر) روانہ کیا۔ میں حضرت عمرؓ کے ہاں پہنچا تو ان کے پاس عثمانؓ بن عفان، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، علیؓ بن ابی طالب، طلحہؓ بن عبیداللہ اور زبیرؓ بن العوام مسجد (نبوی) میں موجود تھے۔ میں نے حاضر ہو کر کہا کہ مجھے خالد

بن ولید نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ وہ سلام کہتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ لوگ شراب خوری میں منہمک ہو رہے ہیں (موجودہ مجوزہ) سزا کو معمولی سمجھنے لگے ہیں ۔حضرت فاروقؓ نے (حالات سن کر) فرمایا کہ یہ حضرات (عثمانؓ، عبدالرحمٰنؓ علی المرتضیٰؓ وغیرہم) تیرے سامنے موجود ہیں ان سے دریافت کر لے کہ کس طرح کرنا چاہیے (حضرت علیؓ نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ انسان جس وقت شراب پی کر بدمست ہو جاتا ہے تو بکواس بکتا ہے۔ بکواس بکنے کی حالت میں لوگوں پر بہتان تراشی کرتا ہے اور بہتان باندھنے کی سزا اسّی (۸۰) درے لگانا ہے لہٰذا شراب خور کی سزا بھی اسّی دُرّے مقرر کرنی چاہیے ۔حضرت عمرؓ نے (شراب خور) کی سزا اسّی دُرّے ٹھہرا دی ۔پھر خالد بن ولید نے یہی سزا دی اور حضرت عمرؓ نے بعد میں شراب خوری کی حد یہی مقرر رکھی"

(۶)

<u>سرقہ کے متعلق مشورہ</u> اور سارق نے تیسری بار سرقہ کیا ہو تو اس کے بارے میں بھی حضرت عمرؓ نے صحابۂ کرام کے مشورہ کے بعد حضرت علیؓ کی رائے سے اتفاق کیا ۔یعنی سارق کا حبس دوام کیا جاتے ۔ ملاحظہ ہو :۔ علاء الدین ابن ترکمانی کی الجوہر النقی علی سنن البیہقی، جلد ۸ ص ۲۷۵ - عبارت اس طرح ہے : اِنَّ عُمَرَؓ اِسْتَشَارَهُمْ فِیْ سَارِقٍ فَاَجْمَعُوْا عَلٰی مِثْلِ قَوْلِ عَلِیٍّ"۔

تنبیہ

یاد رہے کہ شیعہ علماء نے بھی یہ چیز ذکر کی ہے کہ پہلے پہلے شراب کی سزا اور حد قلیل تھی "ثُمَّ لَمْ يَزَلِ النَّاسُ يَزِيْدُوْنَ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى ثَمَانِيْنَ اَشَارَ بِذٰلِكَ عَلِیٌّ عَلٰى عُمَرَ فَرَضِیَ بِهَا" (شراب کی سزا کو) لوگ بڑھاتے رہے حتیٰ کہ ہشتاد (اسّی) دُرّے تک پہنچی ۔ اسّی دُرّہ کی سزا کے لیے حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو اشارہ کیا تھا ۔ پس انہوں نے اس کو قبول کر لیا"

(کتاب فروع کافی، باب ما یجب فیہ من الحد من الشراب
ج ۳ ص ۱۱۷ - طبع نول کشور لکھنؤ)

یہ روایت فروع کافی کے علاوہ دیگر کتب شیعہ میں بھی دستیاب ہوتی ہے۔ ہم نے بطور تائید اتنا ذکر کر دینا کافی خیال کیا ہے۔

فصل ہٰذا کے فوائد

۱۔ حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے درمیان علمی گفتگو ہوتی تھی۔ ایک دوسرے کے حق میں ناصحانہ کلمات اور خیر خواہی کے جملے کہتے تھے۔

۲۔ حلِ مسائل کے لیے بعض اوقات آپس میں مشاورت ہوتی تھی۔ پھر طے شدہ تجاویز پر عمل درآمد ہوتا تھا۔ گویا قرآن مجید میں جو مومنوں کی صفت وَ اَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ (باہم مشورے سے ان کے معاملات طے ہوتے ہیں) بیان فرمائی گئی ہے، یہ حضرات پوری طرح اس کے محمل و مصداق تھے۔

یہ تمام واقعات اس چیز پر شاہد ہیں کہ ان بزرگانِ دین اور اکابرینِ اُمّت کے درمیان مواساۃ اور محبت و مودّۃ موجود تھی۔ کسی قسم کی مخاصمت و معاندت اور منافرت بالکل نہ تھی۔

رفعِ اشتباہ

مع اشتباہ

جب حضرت علی المرتضیٰؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ کے باہمی مسائل میں تبادلۂ خیالات و علمی تذکرے اور دینی مسائل میں مشورے، علمی گفتگو وغیرہ واقعات بیان کیے جاتے ہیں تو اس وقت مخالفین صحابہ کرامؓ ان تمام چیزوں کو حضرت عمرؓ کی لاعلمی پر محمول کرنے لگتے

ہیں اور ان کی دینی مسائل میں ناواقفی اور نااہلیت کا پروپیگنڈہ شروع کر دیتے ہیں جو درحقیقت واقعات کے خلاف ہے اور سراسر کج فہمی پر مبنی ہے۔

جن لوگوں کو ان کی تصانیف دیکھنے کا اتفاق ہُوا ہے وہ اس طریق کار سے خوب واقف ہیں، ان بزرگوں نے "فاروقی مطاعن" کے لیے مستقل ابواب و فصول مرتب کیے ہوئے ہیں وہاں حضرت مرتضیٰؓ کا بہ نسبت حضرت فاروقؓ کے علمی تفوّق و برتری ثابت کرتے ہوئے یہ بحث شروع کر دیتے ہیں۔

کتاب "فلک النجاۃ" جلد اوّل باب چہارم۔ "آئینہ مذہب سُنّی" وغیرہ ملاحظہ فرماویں تو اُمید ہے ان گذارشات کی تصدیق ہو جائے گی۔ یہ کتابیں ہمارے ضلع جھنگ کے شیعہ احباب کی تالیفات ہیں۔

معترض دوستوں کے شبہات کو رفع کرنے اور ان کو اطمینان دلانے کے لیے چند ایک مسائل اور واقعات پیش کیے جاتے ہیں ان میں حضرت علی المرتضیٰ نے

—— بعض مواضع میں توصاف طور پر اپنی لاعلمی کا اظہار فرمایا ہے۔

—— اور بعض مواقع میں حضرت علیؓ کے سوا دیگر صحابہ کا مسئلہ درست تھا اور حضرت علیؓ کا عمل اس مسئلہ میں صحیح نہیں تھا۔ یہ بات حضرت علیؓ کے اقرار کے ذریعہ ثابت ہوتی۔

—— اور کئی مسائل میں اس طرح ہُوا کہ اس مسئلہ میں حضرت علیؓ کی پہلے رائے ایک طرح تھی اور اس پر عمل در آمد کرنا ٹھیک قرار دیتے تھے لیکن بعد میں ان کی رائے بدل گئی اور اس قول سے رجوع کر لیا۔ یعنی اپنے قول کو متروک فرما کر دوسرے صحابہ کرامؓ کے قول کی موافقت کر لی اور اس کی وجہ سے کوئی انقباض و اعراض نہیں فرمایا۔

اب ان مندرجات پر چند حوالہ جات مختصراً نقل کیے جاتے ہیں توجہ کے ساتھ ملاحظہ فرماویں:۔

(۱)

سب سے پہلے نہج البلاغہ سے حضرت علی المرتضیٰؓ کا کلام ملاحظہ فرماویں۔ فرماتے ہیں:۔

"۔۔۔۔ فَلَا تَكُفُّوا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقٍّ اَوْ مَشُوْرَةٍ بِعَدْلٍ فَاِنِّیْ لَسْتُ فِیْ نَفْسِیْ بِفَوْقٍ اَنْ اُخْطِیَٔ وَلَا اٰمَنُ ذَالِكَ مِنْ فِعْلِیْ اِلَّا اَنْ یَكْفِیَ اللّٰهُ مِنْ نَفْسِیْ مَا هُوَ اَمْلَكُ بِهٖ مِنِّیْ"۔

(نہج البلاغہ، ج ۱ صفحہ ۴۳۶ خطبتہٗ علیہ السلام لصفین)

"یعنی (اے مخاطبین) حق بات کہنے اور انصاف کا مشورہ دینے سے مت رکو، کیونکہ مَیں اپنی جگہ خطا کرنے سے بالاتر نہیں ہوں، اور مَیں اپنے فعل میں غلطی سے بے خوف نہیں ہوں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری کفایت کرلے جو مجھ سے زیادہ قدرت والا ہے"۔

(۲) کنز العمّال میں بحوالہ ابن جریر و ابن عبد البر حضرت علیؓ سے منقول ہے

"عن محمد بن کعب قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ عَلِیًّا عَنْ مَسْئَلَةٍ فَقَالَ فِیْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ لَیْسَ هٰكَذَا وَلٰكِنْ كَذَا وَكَذَا قَالَ اَصَبْتَ وَاَخْطَأْتُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ"۔

مطلب یہ ہے "کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے مسئلہ دریافت کیا۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ وہ کہنے لگا کہ اس طرح مسئلہ نہیں بلکہ اس طرح ہے (جواب سُنکر) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تُو نے مسئلہ ٹھیک کہا ہے اور مَیں چوک گیا ہوں۔ ہر علم والے سے دوسرا زیادہ عالم ہو سکتا ہے"۔ (کنز العمّال ج ۵، ص ۲۴۱ باب فی آداب العلم والعلماء۔ طبع اوّل۔

(۴)

"عن ربیعۃ بن دراج اَنَّ عَلِیًّا صَلّٰی بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَیْنِ فَتَغَیَّظَ عَلَیْهِ عُمَرُ وَقَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَنْهَانَا عَنْهَا"۔

(۱) المصنّف لعبد الرزاق، ج ۲، ص ۴۳۰ مجلس علمی

(۲) مسند امام احمد، ج ۱، ص ۱۷ تحت مسندات عمرؓ
معہ منتخب کنز۔

حاصل یہ ہے (مکہ کے راستہ میں) ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے عصر کے بعد دو رکعت نفل پڑھے تو حضرت عمرؓ حضرت علیؓ پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے ہمیں منع فرماتے تھے۔"

" عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ عَلِيًّا حَرَّقَ قَوْمًا ارْتَدُّوا مِنَ الْاِسْلَامِ فَبَلَغَ ذَالِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْكُنْتُ اَنَا لَقَتَلْتُهُمْ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ وَلَمْ اَكُنْ لِاُحَرِّقَهُمْ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ۔ فَبَلَغَ ذَالِكَ عَلِيًّا فَقَالَ صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ۔ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

۱۔ (جامع الترمذی، ابواب الحدود۔ باب ما جاء فی المرتد، ص ۲۳۰-۱۷۶،
مطبع مجتبائی دہلی)

۲۔ مسند حمیدی ص ۲۴۴ - ۲۴۵ ج اول روایت ۵۳۳ -

"یعنی عکرمہ (تابعی جو ابن عباسؓ کا شاگرد ہے) کہتا ہے کہ ایک قوم مرتد ہو گئی۔ ان کو حضرت علیؓ نے آگ میں جلوا دیا۔ جب اس چیز کی عبداللہ بن عباسؓ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ان کو سزا دیتا تو قتل کر دیتا اس لیے کہ فرمانِ نبویؐ اس طرح ہے جو شخص اپنا دین اسلام چھوڑ دے اس کو قتل کر دو۔ میں آگ میں نہ جلاتا اس لیے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ کا عذاب نہ دیا کرو۔ جب یہ خبر حضرت علیؓ کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عباسؓ نے سچ فرمایا ہے۔"

اور متعدد مسائل ایسے ہیں جن میں حضرت علیؓ نے اپنی رائے ترک کر دی۔ مثلاً:۔

(۱) ۔ امہات الاولاد (جن لونڈیوں سے انسان کی اولاد ہو چکی ہو) کے فروخت کے مسئلہ میں ۔ حضرت عمرؓ اس فروخت کو منع کرتے تھے اور حضرت علیؓ اس کے جواز کے قائل تھے ۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کے اپنے قاضی عبیدہ سلمانی نے ان سے عرض کیا کہ اس مسئلہ میں آپکی جداگانہ رائے سے جماعتی رائے ہمیں زیادہ پسند ہے (جو عمرؓ بن الخطاب کی تحقیق ہے)۔

—— چنانچہ خلافتِ مرتضوی کے دور میں قاضی عبیدہ مذکور فاروقِ اعظمؓ کے فرمان کے مطابق عمل درآمد کرتے تھے اور حضرت علی اس مسئلہ میں اپنی رائے ترک کر کے قاضی مذکور کو فرمایا کرتے تھے اِقْضُوْا کَمَا کُنْتُمْ تَقْضُوْنَ الخ یعنی اِس بارے میں تم اسی طرح فیصلہ کرو جس طرح پہلے کیا کرتے تھے۔"

(۱) بخاری شریف، ج ۱ ص ۵۲۶ ۔ باب مناقب علیؓ

(۲) کتاب المغنی للقاضی عبد الجبار المعتزلی، ص ۱۸

(۳) منہاج السنۃ لابن تیمیہؒ الحرانی، ج ۳، ص ۱۵۶ ۔

(۲) ۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب، جد مع الاخوۃ (دادا کے ساتھ میت کے بھائی) کی صورت میں دادا کو ثلث (⅓) دینے کے قائل تھے ۔ پھر آپ نے دوسرے صحابہ کرام کے موافق سدس یعنی چھٹا ⅙ حصہ دینا اختیار فرمایا اور سابق قول کو ترک فرما دیا۔"

(۱) کتاب المغنی للقاضی عبد الجبار ہمدانی، ص ۱۸

(۲) منہاج السنہ لابن تیمیہؒ الحرانی، ج ۳، ص ۱۵۶

(۳) دورِ نبوت میں حضرت مرتضیٰؓ نے دختر ابی جہل کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا ۔ جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات پر سخت ناراض ہو گئے تو حضرت علیؓ کو یہ خیال ترک کرنا پڑا۔" (۱) بخاری شریف ج ۱ ص ۴۳۸ ۔ کتاب الجہاد، باب ما ذکر من درع النبی و عصاہ و سیفہ ۔ طبع نور محمدی، دہلی ۔

(۲) بخاری، ج ۱ ص ۵۲۸ ۔ کتاب المناقب، باب ذکر اصہار النبی صلعم طبع نور محمدی دہلی۔

——— اس نوعیت کے کئی مسائل کتب میں منقول ہیں۔ یہ صرف چند ایک واقعات منصف مزاج لوگوں کے غور و فکر کرنے کی خاطر پیشِ خدمت کر دیے ہیں۔

——— ان تمام چیزوں پر منصفانہ نظر کرنے سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ بعض مسائل میں لاعلمی کا اظہار کرنا، اور واقعات میں خطا کرنا، اپنی تحقیق کو ترک کر کے دوسروں کے قول کو اختیار کرنا وغیرہ کوئی نقص وعیب کی بات نہیں اور قابلِ تنقید فعل نہیں ہے۔ اگر یہ چیزیں قابلِ اعتراض ہیں تو دونوں طرف پائی جاتی ہیں۔ اگر کوئی خامی و اعتراض کی چیز نہیں تو دونوں جانب نہ ہونگی۔ تھوڑا سا انصاف سے کام لیا جائے تو یہ مسئلے جلد تر طے ہو سکتے ہیں۔ کسی سوال و جواب کی حاجت نہیں رہتی۔

اِنتباہ

اس مقام میں یہ چیز قابلِ وضاحت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دَورِ خلافت کے مسائل اور واقعات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَورِ خلافت کا اِتّباع کیا اور اپنی حکومت کے دوران حضرت علیؓ نے کوئی دوسری راہ نہیں اختیار کی اور نہ ہی کوئی الگ قوانینِ سلطنت مرتب کیے نہ علیحدہ کوئی آئین تجویز کیا نہ دستور میں کوئی تبدیلی کی بلکہ فاروقی دستور اور فیصلوں کی تابعداری کرتے رہے اور انہی کے قواعد کی روشنی میں اپنا تمام انتظامِ خلافت قائم رکھا۔

اس چیز کو اکابر علماءِ اُمت نے اپنی تصانیف میں تصریحًا ذکر کیا ہے۔

علامہ ابنِ رجبؒ حنبلی اپنی تصنیف جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثًا میں فرماتے ہیں کہ:

"۔۔۔۔۔ وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَتَّبِعُ قَضَايَاهُ وَاَحْكَامَهُ وَ يَقُوْلُ اَنَّ عُمَرَ كَانَ رَشِيْدَ الْاَمْرِ"

(جامع العلوم والحکم، ص ۲۵۰۔ الطبعۃ الرابعۃ۔ تالیف
زین الدّین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن شہاب الدّین بن
رجب الحنبلی البغدادی من علماء القرن الثامن)

"یعنی حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے (فیصلہ شدہ) اُمور و احکام کی اِتّباع کرتے تھے
اور فرماتے تھے کہ حضرت عمرؓ درست معاملہ کرنے والے اور صحیح فیصلہ کنندہ تھے"۔

۔۔۔ نیز چند حوالہ جات قبل ازیں (حصّہ فاروقی ہٰذا) کے باب اوّل، فصل ثانی (تحت عنوانِ
چہارم) درج کیے جاچکے ہیں۔ جن سے مسئلہ بالا کی تائید ہوتی ہے اور مضمون ہٰذا
کی تصدیق ہوتی ہے۔ بطور یاددہانی کے ان میں سے یہاں مختصراً درج کیے جاتے ہیں۔

(۱)۔ مثلاً شریک زبید سے نقل کرتا ہے اور حضرت زیدؓ کا بھی یہ قول ہے کہ:

"ان علیًّا رضی کَانَ یُشْبِهُ بِعُمَرَ فِی السِّیْرَةِ"

(۱) کتاب الخراج لیحیٰی بن آدم، ص ۲۴۔ طبع مصر
(۲) ریاض النضرۃ محب الطبری، جلد ثانی، ج ۲، ص ۸۵
فصل فیما رواہ علیؓ فی فضل عمرؓ۔

حاصل یہ ہے کہ "حضرت علیؓ کی سیرۃ (یعنی عملی نظام) حضرت عمرؓ کے (نظام کے)
مشابہ و مطابق تھا"۔

(۲)۔ اور سیّدنا محمد باقرؒ مسئلہ خمس کے بارے میں تصریحاً فرماتے ہیں:

۔۔۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ سَلَکَ عَلِیٌّ بِالْخُمُسِ طَرِیْقَهُمَا"

(المصنّف لعبد الرزاق جلد خامس، ج ۵، ص ۲۳۶
باب ذکر الخمس۔۔۔ الخ)

۔۔۔ قَالَ (اَبُوْ جَعْفَرٍ) سَلَکَ بِهٖ وَاللّٰهِ سَبِیْلَ اَبِیْ بَکْرٍ رضی وَعُمَرَ رضی۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی، ج ۲، ص ۱۳۵۔ جلد ثانی۔ باب سہم ذوی القربیٰ طبع دہلی)

خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ کی قسم حضرت علی المرتضیٰ نے خمس کے بارے میں ابوبکر الصدیق اور عمر بن الخطاب کا راستہ اختیار کیا (یعنی اپنا کوئی الگ دستور نہیں چلایا)

(۲) - حضرت سیدنا حسن بن علی کا فرمان منقول ہے کہ

___ لَا اَعْلَمُ عَلِيًّا خَالَفَ عُمَرَ وَلَا غَيَّرَ شَيْئًا مِمَّا صَنَعَ حِيْنَ قَدِمَ الْكُوْفَةَ ۔"

(ریاض النضرۃ لمحب الطبری، ج ۲ ص ۸۵ - فصل فیما رواہ علی فی فضل عمرؓ الخ)

یعنی حسن بن علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب سے کوفہ تشریف لائے تو مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے (کسی معاملہ میں) عمر بن الخطاب کی مخالفت کی ہو یا ان کے کسی کام میں تغیر پیدا کر دیا ہو ۔"

(۳) حضرت علیؓ کے معتمد شاگرد عبد خیر سے مروی ہے کہ

"سَمِعَ عَلِيًّا يَقُوْلُ اِنَّ عُمَرَ كَانَ مُوَفَّقًا رَشِيْدًا فِى الْاُمُوْرِ وَاللّٰهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا صَنَعَهٗ عُمَرُ ۔

(۱) تاریخ کبیر امام بخاری، ج ۴ ق ۲ ص ۱۴۵ -

(۲) کتاب الخراج لیحییٰ ابن آدم ص ۲۳ طبع مصر)

عبد خیر کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ عمر بن الخطاب بہتر توفیق دیئے گئے تھے اور امور (خلافت) میں صحیح و درست فیصلہ کرنے والے تھے اللہ کی قسم جو کام عمرؓ بن الخطاب نے کر دیئے ہیں میں نہیں تبدیل کروں گا ۔

(۵) علامہ شعبی کا قول ہے کہ:

قَالَ قَالَ عَلِیٌّ حِیْنَ قَدِمَ الْکُوْفَۃَ مَا کُنْتُ لِاَحِلَّ عُقْدَۃً شَدَّھَا عُمَرُ۔

(۱) کتاب الخراج یحییٰ بن آدم ص ۲۴ طبع مصری

(۲) کتاب الاموال لابی عبید ص ۳۴۲ طبع مصر

(۳۔ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۳ ج ۱۲۔ کتاب

الفضائل۔ ماذکر فی فضل عمر بن خطاب رضی)

"یعنی حضرت علی جب کوفہ میں تشریف لاتے تو فرمایا کہ جو گرہ عمرؓ نے لگا دی ہیں اس کو نہیں کھولوں گا۔" (جو کام عمرؓ نے سرانجام دیتے ہیں ان میں تبدیلی نہیں کروں گا)۔

خلاصۃ المرام

یہ ہے کہ صرف یہ چند ایک مندرجات انصاف پسند طبائع کے غور و فکر کے لیے پیش کر دیئے ہیں ورنہ اس نوعیّت کے کئی عنوانات کتابوں میں موجود ہیں۔ ان سے یہ مسئلہ بالکل عیاں ہو رہا ہے کہ

(۱) حضرت علی بن طالبؓ اپنے دَورِ خلافت میں فاروقی نظامِ خلافت کا اِتباع کرتے تھے اور فاروقی فیصلہ شدہ احکامات و قضایا کی تابعداری کا خاص خیال رکھتے تھے۔

(۲) نیز "مرتضوی سیرت" فاروقی سیرت" کے ساتھ بالکل مشابہ و مطابق تھی۔ ان ہر دو حضرات کی سیرتِ عملی میں کوئی فرق نہ تھا۔

(۳) فاروقی نظامِ خلافت میں جو امور طے ہو گئے تھے ان کو حضرت علی المرتضیٰ کے دَور میں من وعن قائم و ثابت رکھا گیا ان میں کوئی تبدیلی و تغیّر ہرگز نہ کیا گیا۔ اس طریقہ کار کے ذریعہ جہاں خلافتِ فاروقی کی حقانیت وصداقت بالبداہت ثابت ہوتی ہے وہاں ان اکابر کے درمیان آپس میں اتحاد و اتفاق و مودت و محبت بالیقین عیاں ہوتی ہے۔

فصل ثالث

فصل ہٰذا میں وہ واقعات درج کیے جاتے ہیں جن میں حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان وقتاً فوقتاً انتظامی معاملات میں مشورے ہوئے اور حضرت علیؓ کی رائے کو پسند کیا گیا اور اس پر عمل درآمد ہوا۔ نیز وہ واقعات تحریر کیے جاتے ہیں جن میں حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو متعدد دفعہ اپنا قائم مقام بنایا۔ پھر اس کے بعد مزید چند واقعات رفاقت بیان کیے گئے ہیں۔ اس نوع کے بے شمار واقعات پائے جاتے ہیں۔ یہاں نمونہ کے طور پر چند واقعات تحریر کیے گئے ہیں۔

ان حالات کے ملاحظہ کرنے کے بعد دونوں حضرات کے تعلقات و روابط کا اندازہ ہر ذی شعور انسان کر سکتا ہے۔

انتظامی اُمور میں مشورے

(۱)

فاروقی وظیفہ کے متعلق مشورہ

جب فاروق اعظمؓ خلیفۃ المسلمین و امیر المؤمنین مقرر ہوئے ہیں تو ان کا سابقہ تجارتی شغل متروک ہو گیا۔ ان کے وظیفہ کے لیے صحابہ کرام کے درمیان مشورہ ہوا۔ طبقات ابن سعد اور تاریخ طبری میں یہ واقعہ عبارتِ ذیل میں مذکور ہے۔

" عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ بْنِ سَہْلٍ قَالَ . . . . . وَاَرْسَلَ اِلٰی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاسْتَشَارَھُمْ فَقَالَ قَدْ شَغَلْتُ نَفْسِی

فِی هٰذَا الْاَمْرِ فَمَا یَصْلُحُ لِیْ مِنْهُ فَقَالَ عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ کُلْ وَاَطْعِمْ قَالَ وَقَالَ ذَالِکَ سَعِیْدُ بْنُ زَیْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ وَقَالَ لِعَلِیٍّ مَا تَقُوْلُ اَنْتَ فِیْ ذَالِکَ قَالَ غَدَاءٌ وَّعَشَاءٌ قَالَ فَاَخَذَ عُمَرُ بِذَالِکَ۔

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۲۲۱، باب عمرؓ طبع لیدن یورپ)

"عن ابن عُمَرَ ...... فَقَالَ اِنِّیْ کُنْتُ اِمْرَأً تَاجِرًا یُغْنِی اللّٰهُ عَیَالِیْ بِتِجَارَتِیْ وَقَدْ شَغَلْتُمُوْنِیْ بِاَمْرِکُمْ فَمَا ذَا تَرَوْنَ اَنَّهٗ یَحِلُّ لِیْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ فَاَکْثَرَ الْقَوْمُ وَعَلِیٌّ سَاکِتٌ فَقَالَ مَا تَقُوْلُ یَا عَلِیُّ فَقَالَ مَا اَصْلَحَکَ وَاَصْلَحَ عَیَالَکَ بِالْمَعْرُوْفِ لَیْسَ لَکَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ غَیْرُهٗ فَقَالَ الْقَوْمُ اَلْقَوْلُ قَوْلُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ"

(۲) تاریخ الامم و الملوک لابن جریر طبری، ج ۴، ص ۱۶۴۔
تحت سنۃ الخامسۃ عشرۃ۔ طبع مصری، قدیم۔

(۳) سیرۃ عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۸۹۔۹۰ طبع مصری۔

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کی طرف حضرت عمرؓ نے آدمی بھیجا اور اس مسئلہ (وظیفہ) کے لیے مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ میری گذران تجارت کے ذریعہ تھی، تم نے مجھے اس شغل سے روک کر اس خلافت کے کام میں مصروف کر دیا ہے۔ اب بیت المال سے میرے لیے کیا کچھ لینا جائز ہے؟ سیدنا عثمانؓ بن عفان اور سعید بن زید نے رائے دی کہ آپ اس مال سے خود بھی کھا سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی دے سکتے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا، آپ کا کیا مشورہ ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ اپنا خرچہ اور بال بچوں کے مصارف لے سکتے ہیں اور بس۔ حضرت علیؓ کا مشورہ منظور کر لیا گیا۔"

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کو بیت المال سے خرچہ خوراک ملتا تھا اور لباس کے لیے

ڈو جوڑے۔ ایک گرمیوں کے لیے ایک سردیوں کے لیے ملتے تھے، سفری ضرورت کے لیے ایک اونٹنی ان کے لیے مہیا کی جاتی تھی اور ایک خادم ان کو دیا جاتا تھا۔ بس یہ کل منفعت تھی جو خلیفۂ اسلام کو مسلمانوں کی طرف سے حاصل ہوتی تھی۔

۲

اسلامی تاریخ کے متعلق مشورہ

عیسائیوں میں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے سن عیسوی (میلادی) چلا آرہا تھا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں مہاجرین اور دیگر حضرات کے درمیان مشورہ ہوا کہ مسلمانوں کا سال تاریخی کس وقت سے شروع کیا جائے۔ بعض لوگوں نے کچھ مشورہ دیا اور بعض نے کچھ۔ اس واقعہ کو امام بخاریؒ نے تاریخِ صغیر اور تاریخ کبیر میں مندرجۂ ذیل عبارت کے ساتھ ذکر کیا ہے:۔

"۔۔۔۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَتٰى نَكْتُبُ التَّارِيْخَ؟ فَجَمَعَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَ لَهٗ عَلِيٌّ مِنْ يَوْمِ هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَكَتَبَ التَّارِيْخَ"

(۱) التاریخ الصغیر لامام البخاری ص ۹۔ طبع انوار محمدی الٰہ آباد (ہندوستان)

(۲) التاریخ الکبیر، امام بخاری، ج ۱، ص ۹۔ طبع حیدرآباد دکن۔

(۳) المستدرک للحاکم کتاب الہجرت، ج ۳ ص ۱۴۔ طبع حیدرآباد دکن

(۴) سیرۃ عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۵۱۔ طبع مصری

اور حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۷۴، میں مزید تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ درج کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:۔

"...... قَالَ قَائِلُوْنَ اَرِّخُوْا مِنْ مَوْلِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اٰخَرُوْنَ مِنْ مَبْعَثِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاَشَارَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَاٰخَرُوْنَ اَنْ یُّؤَرَّخَ مِنْ ھِجْرَتِہٖ مِنْ مَکَّۃَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لِظُھُوْرِہٖ لِکُلِّ اَحَدٍ فَاِنَّہٗ اَظْھَرُ مِنَ الْمَوْلِدِ وَالْمَبْعَثِ فَاسْتَحْسَنَ ذٰلِکَ عُمَرُ وَالصَّحَابَۃُ فَاَمَرَ عُمَرُ اَنْ یُّؤَرَّخَ مِنْ ھِجْرَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَرَّخُوْا مِنْ اَوَّلِ تِلْکَ السَّنَۃِ مِنْ مُحَرَّمِھَا۔

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۷۴، طبع مصری)

"مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق نے مہاجرین اور دیگر بزرگوں کو جمع کر کے اسلامی تاریخ چلانے کی غرض سے مشورہ طلب کیا۔ بعض نے رائے دی کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادت باسعادت سے تاریخ جاری کی جائے۔ اور بعض نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور مبعث سے تاریخ شروع کی جائے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ المرتضیٰ نے مع دیگر احباب کے یہ مشورہ دیا کہ ہجرت نبوی کے روز سے (جب مکہ سے مدینہ کی طرف سفر ہوا تھا) یہ تاریخ چلائی جائے، اس لیے کہ یہ سفر مولدِ نبوی اور بعثتِ نبوی سے زیادہ مشہور ہے اور ہر ایک شخص کو معلوم ہے۔ پس اس آخری مشورہ کو حضرت عمر فاروقؓ نے پسند فرمایا اور اسی سال ہی ابتداءِ ہجرتِ نبوی سے اسلامی تاریخ جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا۔"

علماء نے لکھا ہے کہ اسلامی تاریخ کا اجراء فاروقی خلافت کے اڑھائی سال گزر جانے کے بعد محرم سے کیا گیا تھا۔ (سیرت عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۵۱)

(۴)

۱۷ھ میں شام کے علاقہ میں "فتح الجزیرۃ" کے نام سے ایک فتح ہوئی۔ وہاں کے لوگ

مذہباً نصرانی تھے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص نے ان کے رؤساء کا ایک وفد حضرت فاروقِ اعظمؓ کی خدمت میں مدینہ منورہ روانہ کیا تاکہ اپنے جزیہ ٹیکس وغیرہ کے متعلق خلیفۂ اسلام سے خود فیصلہ کر لیں۔ وفد کے لوگ حضرت فاروقِ اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بات چیت ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ :

"نخذ منا شیئاً ولا تسمّیه جزیة فقال انا نحن فنسمّیه جزیة واما انتم فسمّوه ما شئتم فقال له علیّ بن ابی طالب الم یضعف علیهم سعدٌ الصدقة؟ قال بلیٰ واصغیٰ الیه ورضی به منهم جزاءً (جزیةً)"

(۱) تاریخ ابن جریر طبری، ج ۴، ص ۱۹۸ تحت فتح الجزیرہ ۱۷ھ

(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۷۶۔ بحث فتح الجزیرہ ۱۷ھ

مطلب یہ ہے کہ آپ ہم سے جو چیز وصول کریں اس کا نام جزیہ یعنی ٹیکس نہ رکھیں۔ حضرت فاروقؓ نے فرمایا کہ ہم تو اس مقرر چیز کا نام جزیہ ہی رکھیں گے آپ لوگ جو چاہیں اس کو کہہ لیں۔ علی بن ابی طالب (موجود تھے انہوں نے) کہا کہ سعد بن ابی وقاص نے قبل ازیں ان لوگوں پر صدقہ کی مقدار دُگنی نہیں کر دی؟ امیر المومنین عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں انہوں نے ایسا کر دیا ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی رائے کی طرف توجہ کی اور جزیہ کے عوض اس کو پسند کر لیا۔"

(۴)

مفتوحہ زمین عراق کے متعلق ایک مشورہ

جب عراق کا علاقہ اہلِ اسلام نے فتح کیا اس زمانہ میں علاقہ کے زرخیز رقبہ جات کے کاشت کاروں کے متعلق خاص مشورہ ہوا تھا کہ ان کے متعلق کیا صورت اختیار کرنی چاہیے۔

واقعہ ہذا کو محدثین و فقہاء نے اپنی تصانیف میں درج کیا ہے عبارت ملاحظہ فرماویں:

"۔۔۔۔ حَدَّثَنَا اِسْرَائِیْلُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ حَارِثَۃَ بْنِ مُضَرِّبٍ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّقْسِمَ السَّوَادَ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَاَمَرَبِہِمْ اَنْ یُّحْصُوْا فَوَجَدَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ یُصِیْبُہٗ ثَلَاثَۃٌ مِّنَ الْفَلَاحِیْنَ یَعْنِی الْعَلُوْجَ فَشَاوَرَ اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ذَالِکَ فَقَالَ لَہٗ عَلِیٌّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ دَعْہُمْ یَکُوْنُوْنَ مَادَّۃً لِّلْمُسْلِمِیْنَ فَتَرَکَہُمْ فَبَعَثَ عُثْمَانَ بْنَ حُنَیْفٍ فَوَضَعَ عَلَیْہِمْ ثَمَانِیَۃً وَّاَرْبَعِیْنَ وَاَرْبَعَۃً وَّعِشْرِیْنَ وَاثْنَیْ عَشَرَ۔ الخ"

(۱) کتاب الخراج لیحیٰی بن آدم (المتوفی ۲۰۳ھ) طبع مصری

(۲) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام (متوفی ۲۲۴ھ) طبع مصری، ص ۵۹

(۳) السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۹، ص ۱۳۴۔ کتاب السیر، باب السواد۔ طبع دکن۔

(۴) کنز العمال طبع اول، ج ۲، ص ۳۰۱۔ کتاب الجہاد طبع حیدر آباد دکن (بحوالہ ابن زنجویہ والخرائطی ق) کتاب الجہاد من قسم الافعال بحث (الجزیہ)۔

حاصل یہ ہے کہ حارثہ بن مضرب کہتا ہے کہ جب عراق کی اراضی مفتوح ہوئیں تو حضرت عمر فاروقؓ نے ان اراضی کو مسلمانوں کے مابین تقسیم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ پہلے ایک اندازہ لگانے کا حکم جاری کیا۔ اس میں یہ مقدار تجویز کی گئی کہ ایک مرد مسلمان کے لیے تین تین کافر کاشتکاروں کا رقبہ حصے میں آسکتا ہے۔ اس کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ (اہل مشورہ

نے اپنی اپنی رائے پیش کی) حضرت علی المرتضیٰؓ نے یہ مشورہ دیا کہ اصل زمین کے حصے بخرے نہ کریں بلکہ مسلمانوں کی خاطر مستقل آمدنی کے طور پر اس زمین کو اسی طرح چھوڑ دیں اور آمدنی پر بطور ٹیکس خراج موظف مقرر کریں۔ پس حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیف کو بھیج کر اسی طرح عمل درآمد کر دیا اور مختلف حیثیت کے ان پر ٹیکس لگا دیئے ۔الخ"

(۵)

علاقہ نہاوند کے لیے ایک مشورہ

۲۱ھ میں نہاوند کے علاقہ میں اہل فارس کے اجتماع جیوش کی خبریں جب مدینہ طیبہ پہنچیں تو امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے صحابہ کرام کی ایک مجلس مشاورت قائم کی، اس میں مندرجہ ذیل بیانات صحابہ کرامؓ نے دیئے۔ ابن کثیر نے البدایہ، جلد سابع میں بہ الفاظ لکھے ہیں:

"فَقَامَ عُثْمَانُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي رِجَالٍ مِنْ أَهْلِ الرَّأْيِ فَتَكَلَّمَ كُلٌّ مِنْهُمْ بِانْفِرَادِهِ فَأَحْسَنَ وَأَجَادَ وَاتَّفَقَ رَأْيُهُمْ عَلَى أَنْ لَا يَسِيرَ مِنَ الْمَدِينَةِ وَلٰكِنْ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ وَيَحْضُرُهُمْ بِرَأْيِهِ وَدُعَائِهِ وَكَانَ مِنْ كَلَامِ عَلِيٍّ أَنْ قَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَلَا خِذْلَانُهُ بِكَثْرَةٍ وَلَا قِلَّةٍ هُوَ دِينُهُ الَّذِي أَظْهَرَهُ وَجُنْدُهُ الَّذِي أَعَزَّهُ وَأَمَدَّهُ بِالْمَلَائِكَةِ حَتّٰى بَلَغَ مَا بَلَغَ فَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُودٍ مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهُ وَنَاصِرٌ جُنْدَهُ وَمَكَانُكَ فِيهِمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهُ وَيُمْسِكُهُ فَإِذَا انْحَلَّ تَفَرَّقَ مَا فِيهِ وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيرِهِ أَبَدًا وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِنْ كَانُوا قَلِيلًا فَهُمْ كَثِيرٌ"

عَزِيْزٌ بِالْاِسْلَامِ فَاَقِمْ مَكَانَكَ فَاَعْجَبَ عُمَرُؓ قَوْلَ عَلِيٍّؓ وَسَرَّبِهٖ وَ كَانَ عُمَرُؓ اِذَا اسْتَشَارَ اَحَدًا لَا يَبْرَمُ اَمْرًا حَتّٰى يُشَاوِرَ الْعَبَّاسَؓ فَلَمَّا اَعْجَبَهٗ كَلَامُ الصَّحَابَةِ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ عَرَضَهٗ عَلَى الْعَبَّاسِؓ الخ

(۱) البدایہ، ج ۷، ص ۱۰۷، تحت سنۃ ۲۱ھ

(۲) تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۳۷ تحت فتح نہاوند ۲۱ھ

نوٹ۔ مشورہ ہذا مندرجہ ذیل مقامات میں بھی درج ہے۔ عبارت کا کچھ فرق ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

(۳) کتاب الاموال لابن ابی عُبَید، ص ۲۵۲۔

(۴) تاریخ خلیفہ ابن خیّاط، ج ۱، ص ۱۲۰۔

ابن کثیرؒ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ بن عفان، طلحہؓ، زبیرؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف اس مجلس میں کھڑے ہوئے۔ ہر ایک نے اپنا اپنا مشورہ پیش کیا اور عمدہ طریقہ سے اظہار ما فی الضمیر کیا اور اس چیز پر سب کا اتفاق ہوگیا کہ امیرالمومنین عُمرؓ فاروق مدینہ طیّبہ سے باہر تشریف نہ لے جائیں (یہیں مقیم رہ کر) اسلامی افواج کو (احکام دے کر) روانہ کرتے رہیں اور یہ فوجیں خلیفہ وقت کی رائے اور فرمان کی پابند رہیں۔ حضرت علیؓ نے اس موقع پر یہ بیان دیا کہ اے امیرالمومنین! آپ پر واضح رہے کہ اس دین و اسلام کی فتح و نصرت اور ذلّت کا مدار (لوگوں کی) کثرت و قلت پر نہیں ہے۔ یہ وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے غالب کر دیا ہے اور یہ وہ گروہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خود عزت دی ہے اور فرشتوں کے ذریعے اس کی امداد کی ہے حتیٰ کہ یہ پہنچا جہاں تک پہنچا۔ پس ہم لوگ اللہ کے وعدہ برحق پر یقین کیے ہوتے ہیں۔ اللہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے

لشکر کی خود امداد کرنے والا ہے۔

اَے امیر المومنین! (مسلمانوں کے لیے) آپ کا مقام ایسا ہے جیسے ہار کے دانوں کے لیے ہار کے تاگے کا ہوتا ہے تاگہ ہار کے دانوں کو جمع کیے ہوئے اور روکے رکھتا ہے۔ جب وہ تاگہ ٹوٹ جاتا اور کھُل جاتا ہے تو اس کے تمام جمع شدہ دانے متفرق و منتشر ہو جاتے ہیں، پھر اس طرح وہ مجتمع نہیں ہو سکتے۔ عرب اگرچہ آجکل قلیل ہیں (لیکن) اسلام کی طاقت کے ذریعہ یہ کثیر اور غالب ہیں۔

اَے امیر المومنین! آپ اپنے مقام پر تشریف رکھیے!

پس حضرت امیر المومنین حضرت عمر فاروق کو حضرت علی کا یہ کلام بہت پسند آیا اور اس پر خوش ہوئے۔ حضرت فاروق اعظم کو جب قابلِ مشورہ چیز پیش آتی تو کوئی فیصلہ کرنے سے قبل حضرت عباس بن عبد المطلب کے سامنے پیش کیا کرتے تھے" الخ

چنانچہ اس دفعہ بھی جب صحابہ کرام مذکور اور حضرت علی کی تجاویز حضرت عمر فاروق کو پسند آئیں تو حضرت عباس بن عبد المطلب کے سامنے یہ چیز پیش کی اور ان کی تائید حاصل کی۔ پھر اس کے موافق عمل درآمد کیا گیا۔

مذکورہ مشورہ کا مضمون شیعہ کتب سے

فتح نہاوند کے موقع پر جو مشورہ ان حضرات کے درمیان ہوا اس کو شیعہ علماء نے بھی اپنی معتبر تصانیف نہج البلاغہ وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں حضرت علی کا ایک مستقل خطبہ مذکور ہے جس میں غزوۂ فارس کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰ کا فاروق اعظم کو خیر خواہانہ ومخلصانہ مشورہ دینا مفصل درج ہے۔ اکثر و بیشتر اس کا مضمون وہی ہے جو اوپر البدایہ لابن کثیر سے ہم نقل کر چکے ہیں۔ گویا اس واقعہ کو سُنّی و شیعہ دونوں مؤرخین نے نقل کیا ہے اور حضرت عمر

حق میں حضرت علیؓ کی خیرخواہی واخلاص اور دوستی کھول کر بیان کی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

(مِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدِ اسْتَشَارَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الشُّخُوصِ لِقِتَالِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهِ)

إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَلَا خِذْلَانُهُ بِكَثْرَةٍ وَلَا قِلَّةٍ وَهُوَ دِيْنُ اللّٰهِ الَّذِيْ أَظْهَرَهُ وَجُنْدُهُ الَّذِيْ أَعَدَّهُ وَأَمَدَّهُ حَتّٰى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُ طَلَعَ وَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُوْدٍ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهُ وَنَاصِرٌ جُنْدَهُ وَمَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْأَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهُ وَيَضُمُّهُ فَإِنِ انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيْرِهِ أَبَدًا وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِنْ كَانُوْا قَلِيْلًا فَهُمْ كَثِيْرُوْنَ بِالْإِسْلَامِ وَعَزِيْزُوْنَ بِالْاِجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْبًا وَاسْتَدِرِ الرَّحٰى بِالْعَرَبِ وَأَصْلِهِمْ دُوْنَكَ نَارَ الْحَرْبِ فَإِنَّكَ إِنْ شَخَصْتَ مِنْ هٰذِهِ الْأَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ أَطْرَافِهَا وَأَقْطَارِهَا الخ"

حاصل کلام یہ ہے کہ "(قتال فارس کے موقعہ پر) حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت فاروقؓ کو مخلصانہ مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس دین اسلام کی فتح و نصرت اور ذلت کا مدار (لوگوں کی) کثرت اور قلت پر نہیں ہے، یہ اللہ کا دین ہے جس کو اس نے غالب کر دیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے جس کو اس نے تیار کیا اور اس کی امداد کی ہے یعنی کہ پہنچا جہاں پہنچا اور ظاہر ہوا جہاں یہ ظاہر ہوا۔ اور ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدہ برحق پر یقین کیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کی امداد کرنے والا ہے اور دین کے نگران (خلیفہ) کا درجہ وہی ہوتا ہے جو ہار کے دانوں میں تاگہ کی حیثیت ہوتی ہے وہ دانوں کو منظم و مجتمع کیے ہوتے ہوتا ہے اگر تاگہ ٹوٹ جائے تو تمام دانے (اور منکے)

منتشر و متفرق ہو جائیں گے پھر بالکل کبھی مجتمع نہ ہو سکیں گے۔ اور عرب لوگ اگرچہ آج (بظاہر) قلیل ہیں (لیکن) اسلامی طاقت کے ذریعہ سے کثیر ہیں۔ اور اجتماعی طاقت کی بنا پر غالب ہیں پس (اے خلیفۃ المومنین) آپ قطب بن جائیے۔ اور عرب کی چکی کو اپنے گرد گھمائیے۔ اور دوسرے لوگوں کو جنگ کی آتش میں داخل کیجیے خود نہ جائیے۔ (بالفرض) اگر آپ خود اس مقام و مرکز سے باہر نکل پڑے تو لوگ اطراف و جوانب سے آپ پر ٹوٹ پڑیں گے۔"

(۱) کتاب نہج البلاغہ طبع مصری۔ ص ۲۹۴۔ جلد اول
خطبہ علیؓ، قتال فرس کے متعلق۔

(۲) کتاب اخبار الطوال دینوری، ص ۱۳۴ طبع جدید مصری۔

مندرجہ بالا حوالہ جات کے فوائد

(۱) حضرت عمر فاروقؓ اہم مشوروں میں حضرت علیؓ کو شریک کار رکھتے تھے۔ یہ باہمی اخلاص و اعتماد کی روشن دلیل ہے۔

(۲) خلافت کا خدائی وعدہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے حضرت علیؓ نے اس کا صادق ہونا عہد فاروقی میں بیان فرمایا ہے اور اپنی ذات کو حضرت عمرؓ کی جماعت میں داخل کر کے ظاہر فرمایا ہے۔ یہ ان کی یگانگت و اتحاد کا نمونہ ہے۔

(۳) حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو تمام اہل اسلام کا قیّم بالامر قرار دیا ہے۔ یعنی مسلمانوں کے نگران اور محافظ ہیں۔ نیز حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے دین کو اللہ کا دین اور ان کے لشکر کو اللہ کا لشکر قرار دیا ہے۔ یہ چیز خلافت فاروقی کے برحق ہونے کی شہادت و گواہی ہے۔

(۴) حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو تسبیح کے تاگہ کے ساتھ تشبیہ دے کر واضح کر دیا ہے کہ

مسلمانوں کے نظم و ضبط کا مدار حضرت فاروقؓ کے وجودِ مسعود کے ساتھ وابستہ ہے۔

(۵) حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ کو اسلام کی چکی کا قطبِ مدار قرار دیتے ہوئے مخلصانہ مشورہ دیا ہے کہ آپ یہاں مرکز (مدینہ طیبہ) میں مقیم رہیں۔ یہاں سے باہر تشریف نہ لے جائیں۔ آپ کا (مرکز سے) باہر چلا جانا اہلِ اسلام کے لیے خطرہ ہے۔

ناظرین کرام پر بالکل عیاں ہوگیا کہ مندرجاتِ بالا ان دونوں حضرات کی باہمی عقیدت و مؤدّت کو خوب واضح کر رہے ہیں۔ کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے اور ان دونوں بزرگوں کے متعلق اختلاف و افتراق کے جو قصّے لوگ بیان کیا کرتے ہیں وہ سب غلط اور بے اصل بے بنیاد ہیں۔ خداوند قدوس کا قرآن سچّا ہے اور یہ واقعات گواہ ہیں کہ عداوت و بغاوت کی داستانیں از خود تراشیدہ ہیں۔

(۶)

غزوۂ روم کے متعلق مشورہ

شیعہ علماء نے اپنی معتبر تالیفات نہج البلاغہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ نے غزوۂ روم کے لیے تیاری کی ہے تو اُس وقت حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنی رائے اور مشورہ پیش کیا۔ وہ نہج البلاغہ میں مذکور ہے اور اس کے شارحین شیعی اکابرین (ابن ابی الحدید و ابن میثم بحرانی صاحب درّۃ النجفیہ وغیرہم) نے اس مشاورتی کلام کے تحت اس کی متعلقہ تفصیلات نقل کی ہیں۔ کسی صاحب نے اس پر کوئی نقد نہیں کیا جو ان کے نزدیک صحت کلام کی دلیل ہے۔ عبارت مذکورہ ملاحظہ فرما دیں۔

(من کلام لهٗ علیه السّلام قد شاورهٗ عمر بن الخطاب
فی الخروج الی غزوة الروم بنفسه)

.... اِنَّكَ مَتٰى تَسِيْرُ اِلَى الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ فَتَلْقَهُمْ فَتُنْكَبُ لَاتَكُنْ

لِلْمُسْلِمِيْنَ كَانِفَةٌ دُوْنَ اَقْصٰى بِلَادِهِمْ وَلَيْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ يَرْجِعُوْنَ اِلَيْهِ فَابْعَثْ اِلَيْهِمْ رَجُلًا مُجَرَّبًا وَاحْفِزْ مَعَهُ اَهْلَ الْبَلَاءِ وَالنَّصِيْحَةِ فَاِنْ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ فَذَاكَ مَا تُحِبُّ وَاِنْ تَكُنِ الْاُخْرٰى كُنْتَ رِدْأً لِلنَّاسِ وَمَثَابَةً لِلْمُسْلِمِيْنَ "

(۱) نہج البلاغہ جلد اوّل طبع مصری معہ حواشی شیخ عبدہ، ج ا ص ۲۵۳ خطبہ مذکورہ

اِس خُطبہ کے تحت ابن ابی الحدید شیعی معتزلی لکھتے ہیں کہ:

" . . . . . وَاعْلَمْ اَنَّ هٰذِهِ الْغُزَاةَ هِيَ غُزَاةُ فَلَسْطِيْنَ الَّتِيْ فُتِحَ فِيْهَا بَيْتُ الْمَقْدِسِ وَقَدْ ذَكَرَهَا اَبُوْ جَعْفَرٍ الطَّبَرِيُّ (محمد بن جریر) فِي التَّارِيْخِ وَقَالَ اِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ هُوَ كَانَ الْمُسْتَخْلَفَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ لَمَّا شَخَصَ عُمَرُ اِلَى الشَّامِ وَاِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَهُ لَا تَخْرُجْ بِنَفْسِكَ اِنَّكَ تُرِيْدُ عَدُوًّا كَلِبًا ۔ الخ

(۲) شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید المعتزلی الشیعی، ج ۲ ۔ ص ۵۸۴ ۔ ۵۸۵ ۔ طبع بیروت ۔ بحث خطبہ مذکورہ ۔

(۳) شرح نہج البلاغہ لابن میثم البحرانی المتوفی ۶۷۹ھ جلد ۳ ص ۱۶۱-۱۶۲ ۔ طبع طہران جدید ۔ (کلام قد شاورہ عمر فی الخروج الی اغزو الروم بنفسہ) ۔

(۴) شرح نہج البلاغہ درۂ نجفیہ ص ۱۷۶ از شیخ ابراہیم بن حاجی حسین بن علی الغفاری الدنبلی، تالیف شدہ ۱۲۹۱ھ ۔ طبع ایران)

(۵) شرح نہج البلاغہ جزء دوم ص ۴۰۶ ۔ ۴۰۷ ۔ از سید علی نقی، فیض الاسلام مطبوعہ تہران ۔ فارسی شرح ۔

اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کو کہتے ہیں کہ آپ جب

دشمن (رومی) کی طرف جائیں گے اور بذاتِ خود اس سے مقابلہ و مقاتلہ کریں گے (خدانخواستہ) اگر آپ پر مصیبت آجائے (یعنی موت آجائے) تو پھر مسلمانوں کو اپنے آخری شہروں تک کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی (اس وجہ سے کہ) آپ کے بعد کوئی شخصیت ایسی نہیں ہے جس کی طرف مسلمان رجوع کریں فلہٰذا آپ کسی تجربہ کار شخص کو ان کی جانب بھیجیں اور اس کے ساتھ پختہ عمل، آزمودہ کار، اور لوگوں کے خیر خواہ کو روانہ کیجیے ان کو اللہ تعالیٰ غلبہ دے گا یہی آپ کا مقصود و مطلوب ہے اور اگر کوئی دوسری صورت (یعنی شکست وغیرہ) پیش آگئی تو آپ مسلمانوں کے لیے جائے پناہ اور جائے رجوع موجود ہیں (کچھ فکر نہ ہوگا)۔"

اور ابن ابی الحدید کی مذکورہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہ مذکورہ غزوہ فلسطین کا ہے جس میں فتح بیت المقدس ہوئی تھی۔ دوسرا طبری کے حوالہ سے یہ ذکر کیا کہ جب عمرؓ بن الخطاب غزوہ شام کی طرف گئے تھے تو مدینہ طیبہ پر اپنا قائم مقام حضرت علی المرتضیٰؓ کو بنایا تھا۔ الخ"

مذکورہ حوالہ کے ثمرات

(۱) حضرت علیؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ کو مسلمانوں کا مرجع اور جائے بازگشت فرمایا۔

(۲) حضرت مرتضیٰؓ نے حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کی جائے پناہ قرار دیا۔

(۳) فاروق اعظمؓ کو حضرت علیؓ کا یہ با اخلاص مشورہ دینا ان کے حق میں بہتری اور خیر خواہی کی دلیل ہے۔

(۴) نیز یہ کلام فاروقی خلافت کی حقانیت اور صداقت کی طرف نشاندہی کرتی ہے۔ اگر یہ خلافت ظالمانہ اور غاصبانہ ہوتی (جیسا کہ بعض کا خیال ہے) تو حضرت علی المرتضیٰ

شیرِ خداؓ ان کے ساتھ ہر مرحلہ ہر مقام میں اخلاص و محبّت کے ساتھ کیسے پیش آ سکتے تھے ؟ اور خیر خواہانہ مشورے کیسے دے سکتے تھے ؟

اور اگر ان کے ساتھ معارضہ کی قدرت نہ تھی اور ان سے مقابلہ کرنا خلافِ مصلحت تھا تو اُن خلفائے جور کے ساتھ اِختلاط و ارتباط نہ رکھتے بلکہ ان سے انقباض و اجتناب فرماتے - اور فرمانِ خداوندی وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (یعنی ظالموں کی طرف میلان مت کرو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی) پر عمل درآمد کرتے - اہلِ فہم و انصاف ان معاملات پر غور و فکر فرما کر صحیح نتائج خود اخذ کر سکتے ہیں -

(۷)

تقسیمِ مال کے متعلق مشورہ

حضرت امیر المومنین عمرؓ کی خدمت میں فتوحات کے سلسلہ میں مال پہنچا ہے - اس کی تقسیم کے بعد بقایا مال کے متعلق اس وقت مشورہ ہُوا - یہ چیز حافظ نورالدین الہیثمی نے مجمع الزوائد میں مُحدِّث البزار کے حوالہ سے بیان کی ہے وہاں علی المرتضیٰ کی جانب سے اس مسئلہ میں رائے دینا مذکور ہے -

" عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ اُتِيَ عُمَرُ بِمَالٍ فَقَسَمَهُ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَفَضَلَتْ مِنْهُ فَضْلَةٌ فَاسْتَشَارَ فِيْهَا فَقَالُوْا لَوْ تَرَكْتَهُ لِنَائِبَةٍ اِنْ كَانَتْ قَالَ وَعَلِيٌّ سَاكِتٌ لَا يَتَكَلَّمُ فَقَالَ مَا لَكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ لَا تَتَكَلَّمُ قَالَ قَدْ اَخْبَرَ الْقَوْمُ قَالَ عُمَرُ لَتُكَلِّمُنِيْ فَقَالَ اِنَّ اللهَ قَدْ فَرَغَ مِنْ قِسْمَةِ هٰذَا الْمَالِ وَذَكَرَ مَالَ الْبَحْرَيْنِ حِيْنَ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَنْ يَّقْسِمَهُ اللَّيْلُ فَصَلَّى الصَّلَوَاتِ فِي الْمَسْجِدِ فَلَقَدْ رَاَيْتُ ذَالِكَ فِيْ وَجْهِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی فَرَغَ مِنْہُ فَقَالَ لَاجَرَمَ لَتُقْسِمَنَّہٗ فَقَسَمَہٗ عَلِیٌّ فَاَصَابَنِیْ مِنْہُ ثَمَانُ مِائَۃِ دِرْھَمٍ۔

(۱) مجمع الزوائد لنورالدین الہیثمی علی بن ابی بکر المتوفی ۸۰۷ھ
ج۱۰، ص ۲۳۸ - جلد العاشر، باب فی الانفاق و الامساک - طبع مصری۔

(۲) اصول فخر الاسلام البزدوی علی بن محمد الحنفی المتوفی ۴۸۲ھ - ص ۲۴۰-۲۳۹ طبع جدید نور محمدی کراچی معہ تخریج القاسم بن قطلوبغا حنفی۔

(۳) کشف الاسرار، شرح اصول بزدوی للبخاری، جلد۳ ص ۹۴۹ - طبع قدیم۔

حاصلِ مفہوم یہ ہے کہ طلحہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین عمرؓ کے ہاں مال پہنچا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو اہلِ اسلام میں تقسیم کیا۔ اس مال سے کچھ بچ گیا۔ اس بقیہ مال کے متعلق صحابہؓ سے مشورہ کیا گیا۔ بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ وقتی ضرورت پیش آجاتی ہے، اس کے لیے آپ اس بقایا مال کو محفوظ کر دیں (تقسیم نہ کریں تو اچھا ہوگا) تا حال حضرت علی المرتضیٰؓ خاموش تھے۔ امیر المومنین عمرؓ نے فرمایا کہ آپ کیوں خاموش ہیں؟ بیان فرمایئے! حضرت علیؓ نے کہا کہ یہ چیز دوسرے حضرات نے بیان کر دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ بھی اپنی رائے کا اظہار کریں۔ اس وقت حضرت علیؓ نے مشورہ دیتے ہوئے فرمایا کہ (پہلی چیز تو یہ ہے) کہ ان اموال کے مصارف کو اللہ نے بیان فرما دیا ہے (دوسری یہ چیز ہے) کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں علاقہ بحرین کا مال آیا تھا پھر رات سامنے آگئی (جلد تقسیم نہ ہو سکا) تو اس

تاخیر کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور میں پریشانی کے آثار ہوا تھے۔ جب تک تقسیم مال سے فارغ نہیں ہوئے (چین و آرام نہیں کیا) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ (ہی) اس مال کو ضرور تقسیم کر دیں۔ پھر یہ مال حضرت علیؓ کے ہاتھوں تقسیم ہوا۔ حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ مجھے بھی اس سے آٹھ سو درہم حصہ میں ملے تھے۔"

(۸)

فاروق اعظمؓ کے ہاں ایک مشورہ

فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی الحنفی نے اپنے "اصول" میں مختصر عبارت کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"۔۔۔۔ وَشَاوَرَهُمْ (الصحابة) فِي إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ فَأَشَارُوْا بِأَنَّ لَا غُرْمَ عَلَيْهِ وَعَلِيٌّ سَاكِتٌ فَلَمَّا سَأَلَهُ قَالَ أَرَى عَلَيْكَ الْغُرَّةَ۔"

مقصد یہ ہے کہ ایک حاملہ عورت کو حضرت عمر فاروقؓ نے (اس کی ایک شکایت کے سلسلہ میں) بلا بھیجا (رعب وہیبت کی وجہ سے راستہ میں) اس کا حمل ساقط ہو گیا (اور مر گیا) اس چیز کے متعلق حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب کیا کہ آیا اس بچہ کا تاوان اور ضمان مجھ پر لازم ہے یا نہیں؟ صحابہ نے مشورہ دیا کہ آپ پر کوئی ضمان وغیرہ نہیں ہے۔ حضرت علیؓ خاموش تھے جب ان سے حضرت عمرؓ نے سوال کیا۔ آپ کا مشورہ اور رائے کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ پر اس بچہ کا تاوان وضمان ادا کرنا لازم ہے۔"

(۱) اصول فخر الاسلام بزدوی، ص ۲۳۹۔ باب الاجماع
طبع جدید نور محمدی کراچی۔ مع تخریج ابن قطلوبغا۔

(۲) اصول السرخسی ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمہ
المتوفی سنہ ۴۸۳ھ یا ۴۹۰ھ، ج ۱ ص ۳۰۴ طبع حیدر آباد دکن

(۳) کشف الاسرار شرح اصول بزدوی، للشیخ عبدالعزیز البخاری
ج ۳ ص ۹۴۹، باب الاجماع۔ طبع قدیم مصری۔

(۴) کنز العمّال علی متقی ہندی، جلد ۷ ص ۳۰۰۔ روایت ۲۴۸۵۔
بحوالہ عبدالرزاق و بیہقی۔ طبع اوّل قدیم۔

(۵) المصنّف لعبدالرزاق، جلد ۹ ص ۴۵۸ طبع بیروت
باب من افزعہ السلطان۔

مرتضوی نیابت کا مسئلہ

قبل ازیں چند ایک مشورے کے واقعات ذکر کیے گئے ہیں۔ اب تعلقات کے سلسلہ میں ایک دوسری چیز ذکر کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب مدینہ منورہ سے باہر جانے کی ضرورت پیش آتی تو متعدد بار حضرت علی المرتضیٰ کو اپنا قائم مقام مدینہ طیبہ میں مقرر و متعیّن فرمایا۔ اس کے متعلق کئی واقعات تاریخ میں دستیاب ہوتے ہیں۔ ہم بھی یہاں چند واقعات اس مضمون کے متعلق پیش کرتے ہیں۔ امید ہے ناظرین کرام ان چیزوں کو ملاحظہ فرما کر ان دونوں حضرات کے درمیان اعتماد واتحاد کا اندازہ لگا سکیں گے۔ یہ حالات روزِ روشن کی طرح اس امر کی تصدیق و تائید کرتے ہیں کہ ان اکابرین کے درمیان کسی قسم کا بغض و عناد و تضاد نہ تھا۔ ورنہ ایک دوسرے کو اپنا قائم مقام اور نائب مناب تجویز کرنا کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا۔ جہاں عداوت و دشمنی ہوتی ہے وہاں ایک دوسرے کو دیکھنا بھی گوارا نہیں ہوتا۔ کسی کلیدی منصب کا عطاء کرنا اور اپنا خلیفہ بنانا تو دور کی بات ہے۔ اب تاریخ سے

چند واقعات نہایت ملاحظہ فرماویں۔

چشمہ صرار پر اجتماع اور مشورہ (ا)

تاریخ ابن جریر طبری اور تاریخ ابن کثیر دونوں میں سن ہجری ۱۴ھ کے تحت مندرجہ ذیل واقعہ درج ہے :-

وَرَكِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي أَوَّلِ يَوْمٍ مِنْ مُحَرَّمٍ هٰذِهِ السَّنَةِ (۱۴ھ) فِي الْجُيُوشِ مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَنَزَلَ عَلٰى مَاءٍ يُقَالُ لَهُ صِرَارٌ فَعَسْكَرَ بِهٖ عَازِمًا عَلٰى غَزْوِ الْعِرَاقِ بِنَفْسِهٖ وَاسْتَخْلَفَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَاسْتَصْحَبَ مَعَهٗ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَسَادَاتِ الصَّحَابَةِ ثُمَّ عَقَدَ مَجْلِسًا لِاسْتِشَارَةِ الصَّحَابَةِ فِيْمَا عَزَمَ عَلَيْهِ وَنُوْدِيَ إِنَّ الصَّلٰوةَ جَامِعَةٌ وَقَدْ أَرْسَلَ إِلٰى عَلِيٍّ رض فَقَدِمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ اسْتَشَارَهُمْ فَكُلُّهُمْ وَافَقُوْهُ عَلَى الذَّهَابِ إِلَى الْعِرَاقِ إِلَّا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ الخ

حاصل یہ ہے کہ

۱۴ھ پہلی محرم کو حضرت عمرؓ مدینہ طیبہ سے باہر ایک پانی کے چشمہ پر (جس کو صرار کہتے تھے) تشریف لائے۔ یہ تمام لشکر لے کر بنفسِ نفیس غزوۂ عراق کی طرف جانے کا عزم کیا اور مدینۂ منورّہ پر اپنا قائم مقام علیؓ المرتضیٰ کو مقرر کیا اور حضرت عثمانؓ بن عفان اور دیگر صحابۂ کرام کو ساتھ لیا۔ اس کے بعد ان تمام صحابہ کی ایک مجلسِ مشورہ اپنے ارادہ کے متعلق مشورہ لینے کے لیے قائم کی۔ نماز قائم کرنے کا اہتمام کرنے لگے اور حضرت علیؓ کو مدینۂ طیبہ سے اس مجلسِ مشاورت کے لیے بلوا بھیجا۔ نماز کے بعد حضرت علیؓ کے آنے پر مشورہ ہوا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کے بغیر سب حضرات نے عراق کی طرف حضرت عمرؓ کے خود تشریف لے جانے کو صحیح قرار دیا۔ ایک عبدالرحمٰن نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ اگر بالفرض آپ کو گزند اور تکلیف

پہنچ گئی تو زمین کے تمام اطراف کے مسلمانوں میں ضعف اور کمزوری واقع ہونے کا اندیشہ ہے آپ اپنی جگہ کسی اور صاحب کو ارسال کر دیں اور خود مدینہ منورہ میں واپس چلیں۔ چنانچہ یہ مشورہ منظور ہو گیا۔ فاروق اعظم واپس تشریف لائے اور ان کی جگہ سعد بن مالک (یعنی سعد بن ابی وقاص) کو روانہ کیا۔

(۱) تاریخ ابن جریر طبری تحت سنہ ۱۴ھ، ج ۴ ص ۸۳۔ طبع مصری قدیمی۔

(۲) البدایہ لابن کثیر تحت سنہ ۱۴ھ، ج ۷، ص ۳۵ طبع مصری۔

(۲)

دوسرا واقعہ ۱۵ھ میں فتح بیت المقدس کے موقعہ پر پیش آیا ہے۔ ابن کثیرؒ کی عبارت ملاحظہ فرماویں:-

"ثُمَّ حَاصَرَ (ابوعبیدہؓ) بَیْتَ الْمَقْدِسِ وَضَیَّقَ عَلَیْہِمْ حَتّٰی اَجَابُوْا اِلَی الصُّلْحِ بِشَرْطِ اَنْ یَّقْدُمَ اِلَیْہِمْ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ فَکَتَبَ اِلَیْہِ اَبُوْعُبَیْدَۃَ بِذَالِکَ فَاسْتَشَارَ عُمَرُ النَّاسَ فِیْ ذَالِکَ فَاَشَارَ عُثْمَانُ اَبْنُ عَفَّانَ بِاَنْ لَّا یَرْکَبَ اِلَیْہِمْ لِیَکُوْنَ اَحْقَرَ لَھُمْ وَاَرْغَمَ لِاُنُوْفِہِمْ وَاَشَارَ عَلِیٌّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ بِالْمَسِیْرِ اِلَیْہِمْ لِیَکُوْنَ اَخَفَّ وَطْاَۃً عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ فِیْ حِصَارِھِمْ بَیْنَہُمْ فَھَوٰی مَا قَالَ عَلِیٌّ وَلَمْ یَھْوَ مَا قَالَ عُثْمَانُ وَسَارَ بِالْجُیُوْشِ نَحْوَھُمْ وَاسْتَخْلَفَ عَلَی الْمَدِیْنَۃِ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَسَارَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلٰی مُقَدَّمَتِہٖ"

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۵۵۔ تحت سنہ ۱۵ھ)

یعنی ابوعبیدہؓ نے بیت المقدس کا محاصرہ کر کے ان کو تنگ کر دیا حتیٰ کہ وہ صلح کے لیے تیار ہو گئے اس شرط پر کہ خلیفۃ المسلمین عمرؓ خود ان کی طرف بیت المقدس

پہنچیں۔ یہ شرط ابو عبیدہؓ نے لکھ کر حضرت عمرؓ کو ارسال کر دی۔ حضرت عمرؓ نے اس معاملہ کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو حضرت عثمانؓ نے اپنی رائے یہ دی کہ آپ وہاں تشریف نہ لے جائیں (اس میں) ان کی حقارت ہوگی اور شرم سے ان کی ناک خاک آلود ہوگی اور حضرت علیؓ نے ان کی طرف چلے جانے کی رائے پیش کی تاکہ اس محاصرہ کی حالت میں آپ کا تشریف لے جانا مسلمانوں کے معاملہ کے ہلکا اور خفیف ہونے کا سبب بنے گا۔ تو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی رائے کی طرف میلان کیا اور حضرت عثمانؓ کے مشورہ کی طرف دھیان نہ دیا اور لشکر لے کر ان کی طرف چل دیئے اور مدینہ طیبہ پر حضرت علیؓ المرتضیٰ کو اپنا نائب مقرر و متعین فرمایا اور حضرت عباسؓ اس کارواں کے مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے چل رہے تھے:

ناظرین حضرات پر واضح ہو کہ واقعہ مذکورہ کو ابن جریر طبری نے بھی اپنی مشہور کتاب تاریخ الامم والملوک میں ۱۵ھ کے حالات میں باب ذکر فتح المقدس کے تحت درج کیا ہے۔

عَنْ عَدِیِّ بْنِ سَهْلٍ قَالَ لَمَّا اسْتَمَدَّ اَهْلُ الشَّامِ عُمَرَؓ عَلٰی اَهْلِ فَلَسْطِیْنَ اِسْتَخْلَفَ عَلِیًّا وَخَرَجَ مُمِدًّا لَّهُمْ الخ۔

(۴)

ایک اور واقعہ استخلاف طبری نے ۱۷ھ کے واقعات میں مقام ایلہ کی طرف خروج کے تحت لکھا ہے کہ:

.... خَرَجَ عُمَرُؓ وَخَلَفَ عَلِیًّاؓ عَلَی الْمَدِیْنَةِ وَخَرَجَ مَعَهٗ بِالصَّحَابَةِ وَاَغَذُّوْا السَّیْرَ وَاتَّخَذَ اَیْلَةَ طَرِیْقًا حَتّٰی دَنَا مِنْهَا تَنَحّٰی عَنِ الطَّرِیْقِ الخ۔

(تاریخ طبری، ج ۴، ص ۲۰۳، ۱۷ھ)

حاصل یہ ہے کہ ۱۷ھ میں حضرت عمرؓ سفر پر تشریف لے گئے اور

حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ پر اپنا قائم مقام اور نائب چھوڑا حضرت عمرؓ کے ساتھ اور بہت سے صحابہ کرام بھی نکلے۔ اور تیزی سے ایلہ کے راستہ چلے جب ایلہ مقام کے قریب پہنچے تو راستہ کو چھوڑ کر چلنے لگے۔"

کنز العمّال میں امام ابن سیرین سے ایک واقعہ منقول ہے جس میں حضرت علیؓ کو حضرت عُمر کی طرف سے نجران کا حاکم اور والی بنا کر روانہ کیا گیا۔

عَنْ ابْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ کَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِلٰی اَھْلِ نَجْرَانَ اِنِّیْ قَدِ اسْتَوْصَیْتُ بِعَلِیٍّ بِمَنْ اَسْلَمَ مِنْکُمْ خَیْرًا وَاَمَرْتُہ اَنْ یُعْطِیَہ نِصْفَ مَا عَمِلَ مِنَ الْاَرْضِ وَلَسْتُ اُرِیْدُ اِخْرَاجَکُمْ مِنْہَا مَا اَصْلَحْتُمْ وَرَضِیْتُ عَمَلَکُمْ۔"

(کنز العمّال، بحوالہ دھب، طبع اوّل، ج ۲ ص ۳۱۳ طبع قدیم - کتاب الجہاد من قسم الافعال، بحث الخراج)

یعنی ابن سیرین کہتے ہیں کہ امیر المومنین عمرؓ نے اہلِ نجران کی طرف تحریر کیا کہ میں علیؓ بن ابی طالب کو آپ لوگوں کی طرف خاص وصیت کر کے روانہ کرتا ہوں کہ جو شخص تم میں سے اسلام لائے اس کے ساتھ بہتر و خوشتر معاملہ کیا جائے اور ان کو میں حکم دیتا ہوں کہ زمین کی کاشت و کارکردگی کی صورت میں اس کی آمد کا نصف دیا کریں۔ اور اس زمین سے میں تمہارے اخراج کا ارادہ نہیں رکھتا جب تک کہ تم معاملہ کو درست رکھو اور تمہاری کارکردگی پسندیدہ رہے۔"

مندرجہ روایات اور واقعات بتلا رہے ہیں کہ:-

(۱) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت امیر المومنین عمرؓ کے ساتھ انتظامی معاملات

اور اہم مشوروں میں شامل رہتے تھے۔

(۲)۔ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے حق میں خیر خواہی کے کلمات کہتے اور مُصلحانہ و مشفقانہ رائے پیش کرتے تھے۔

(۳)۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت علیؓ کو متعدد مواقع میں اپنا قائم مقام اور اپنا نائب مناب بنایا ہے اور بعض قبائل و علاقوں کی طرف حاکم اور والی بنا کر بھی روانہ کیا ہے۔

(۴) یہ تمام چیزیں ان ہر دو اکابر کے درمیان حُسنِ سلوک باہمی اخلاص اور مودّت کی شہادت دے رہی ہیں۔

رفاقت کے چند واقعات

قبل ازیں فصل ہذا میں باہمی مشورہ جات کا بیان ہُوا ہے۔ پھر اس کے بعد نیابت اور قائم مقامی کا ذکر ہُوا ہے۔ اب اسلامی روایات سے چند مزید واقعات نقل کیے جاتے ہیں جن میں ان دونوں حضرات سیّدنا عمر فاروقؓ و سیّدنا علی المرتضیٰؓ کے درمیان بے تکلفی اور رفاقت و صداقت ثابت ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کے معاملات کی تصدیق و تائید ہوتی ہے۔ یہ چیزیں ان کے باہمی حُسنِ سلوک، خوش عقیدگی اور فرطِ محبّت پر دلالت کرتی ہیں۔

بے تکلفی کا واقعہ

ذہبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ قیس بن عُبادہ مدینہ میں حصُولِ علم و اخلاق کے لیے پہنچے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ دو چادروں میں ملبُوس ہے۔ سر پر زلفیں ہیں۔ حضرت عمرؓ کے دوشِ مبارک پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ علی بن ابی طالب ہیں! عبارت ذیل

میں یہ واقعہ مذکور ہے :۔

"۔۔۔۔ عَنْ قَیْسِ بْنِ عُبَادَۃَ قَالَ دَخَلْتُ الْمَدِیْنَۃَ اَلْتَمِسُ الْعِلْمَ وَالشَّرَفَ فَرَأَیْتُ رَجُلاً عَلَیْہِ بُرْدَانِ لَہٗ ضَفِیْرَتَانِ وَاضِعًا یَدَہٗ عَلٰی عَاتِقِ عُمَرَ فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا ؟ فَقَالُوْا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ "

(تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ، ج ۱ص ۱۲۔ ذکر علی بن ابی طالب۔ طبع حیدر آباد دکن)

تنویرِ مساجد پر حضرت علیؓ کا دُعا دینا

علماء نے لکھا ہے کہ سن چودہ ۱۴ ہجری میں حضرت سیدنا امیر عمرؓ نے رمضان شریف میں تراویح کو ایک جماعت کے ساتھ پڑھنا تجویز کیا تھا، جیسا کہ تاریخ خلیفہ ابن خیاط نے ۱۴ھ کے تحت درج کیا ہے :۔

" وَفِیْھَا (۱۴ھ) اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِاجْتِمَاعِ النَّاسِ فِی الْقِیَامِ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ "

(۱) تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱ص ۹۸۔

(۲) تتمۃ المنتہیٰ، شیخ عباس قمی شیعی، ص تحت ذکر خلافت عمرؓ بن الخطاب، طبع تہران۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے انتقال کے بعد حضرت سیدنا عثمانؓ بن عفان کے دورِ خلافت میں ایک دفعہ حضرت علیؓ عشاء کے وقت مسجد پہنچے، دیکھا کہ روشنی کا انتظام ہے۔ (لوگ مجتمع ہو کر تراویح میں مشغول ہیں) قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی ہے۔ اس عجیب منظر کو دیکھ کر حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے حق میں فرمایا کہ :

" نَوَّرَ اللّٰہُ عَلٰی عُمَرَ قَبْرَہٗ کَمَا نَوَّرَ عَلَیْنَا مَسَاجِدَنَا "

یعنی اللہ تعالیٰ عمرؓ کی قبر کو روشن و منوّر فرمائے جس طرح انہوں نے ہماری

مساجد کو (قرآن کی رونق سے) روشن فرما دیا۔

(۱) کتاب قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر، للشیخ ابی عبداللہ محمد بن نصر المروزی، ص ۱۵۶۔

(۲) سیرت عمر بن الخطابؓ ص ۵۵-۵۶ لابن الجوزی طبع مصر

(۳) ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ لمحب الطبریؒ جلد اول ص ۲

(۴) تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۹۷ بحوالہ ابن عساکر طبع مجتبائی دہلی (فصل اولیات عمرؓ)

(۵) کنز العمال، ج ۶، ص ۴۴۳-۳۴۴ بحوالہ ابن عساکر وروا ہ خطب فی امالیہ روایت ۵۴۲۱، کتاب الفضائل (فضائل عمر فاروقؓ)

(۶) کنز العمال، ج ۴ بحوالہ ابن شاہین، ص ۲۸۴ طبع اول قدیم

(۷) شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی، ج ۱۲ ص ۹۸، طبع قدیم ایرانی۔ (و طبع بیروتی، ج ۳، ص ۲۶۶۔ ...... فاروقی طعن عاشر کے تحت)

____ ناظرین باتمکین کو معلوم ہونا چاہیے کہ تراویح کی جماعت باقاعدگی سے ۱۴ھ سے شروع ہوئی ہے۔ پھر تمام اہلِ دین اور اہلِ اسلام نے اس کو ہمیشہ ہر سال جاری رکھا ہے۔ فاروقی اور عثمانی خلافت میں بھی یہ جماعت جاری رہی اور حضرت علیؓ کی خلافت میں بھی تراویح کی یہ جماعت جاری رہی ہے اور حضرت علیؓ نے اس چیز کو پسند فرما کر جاری رکھا ہے، بند نہیں فرمایا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جو دین کا کام دواماً جاری فرمایا تھا وہ دین تھا بدعت نہیں تھا، وہ درست و صحیح تھا غلط نہیں تھا، تب ہی تو حضرت علیؓ شیرِ خدا نے اس کو پسند فرمایا۔ اس کو دیکھ کر خوشی و مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت عمرؓ کے حق میں دعا کی۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ دین کے

اس کارِ خیر کو اپنے زمانۂ اقتدار میں، اپنے دورِ حکومت میں، اپنی سلطنت میں جاری و ساری رکھا۔ ایسے کام جو خلفاءِ ثلاثہ (حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ) کے دور میں متفقاً و مجتمعاً ہوتے رہے ہوں ان کو بدعت کہنا اور خلافِ دین کہنا خود دین کے خلاف ہونا ہے اور حضرت علیؓ سمیت ان بزرگوں پر بدعات کے ارتکاب کی تہمت لگانا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسے غلط نظریات سے محفوظ فرمائے اور ان تمام بزرگوں کے ساتھ صحیح عقیدت اور اطاعت نصیب فرمائے۔ اور انہی کی طرح باہمی متفق و متحد رہنے کی توفیق بخشے۔

(۲)

واقعہ ساریۃ الجبل

مندرجۂ ذیل مقامات میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ مدینۂ طیّبہ میں حضرت فاروقِ اعظمؓ خطبہ دے رہے تھے۔ خطبہ کے دوران (یکایک) فرمانے لگے:

"یَا سَارِیَۃَ اَلْجَبَلَ اَلْجَبَلَ مَنِ اسْتَرْعَی الذِّئْبَ ظَلَمَ"

یعنی "اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جا پہاڑ کی طرف، جس نے بھیڑیئے کی رعایت کی اس نے ظلم کیا۔"

لوگ کہنے لگے کہ آپ ساریہ کا یہاں ذکر کرنے لگے ہیں وہ تو غزوۂ عراق میں گیا ہوا ہے؟ اس وقت حضرت علیؓ نے یہ فرمایا کہ عمرؓ بن الخطّاب کو رہنے دو (ان پر اعتراض نہ کرو) انہیں ایسی کوئی بات پیش آئے تو اُن کے نزدیک اس کا کوئی مخرج ضرور ہوتا ہے (بلاوجہ ایسا نہیں کرتے) چنانچہ کچھ ایّام گزرنے کے بعد فتح عراق کی خوشخبری آئی، ساریہ اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ منورہ پہنچے، انہوں نے کہا کہ ہم کو اس موقعہ پر امیر المومنین عمرؓ کی آواز سنائی دی پس ہم اسی وقت پہاڑ کی طرف ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ خَطَبَ عُمَرُ یَوْمًا بِالْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ یَا

يَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ مَنِ اسْتَرْعَى الذِّئْبَ ظَلَمَ قَالَ فَقِيْلَ لَهٗ تَذْكُرُ سَارِيَةَ وَسَارِيَةُ بِالْعِرَاقِ فَقَالَ النَّاسُ لِعَلِيٍّ اَمَا سَمِعْتَ قَوْلَ عُمَرَؓ يَقُوْلُ يَا سَارِيَةُ وَهُوَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ وَيْحَكُمْ دَعُوْا عُمَرَؓ فَاِنَّهٗ مَا دَخَلَ فِيْ شَيْئٍ اِلَّا خَرَجَ مِنْهُ فَلَمْ يَلْبَثْ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى قَدِمَ سَارِيَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ صَوْتَ عُمَرَؓ فَصَعِدْتُ الْجَبَلَ ۔

(۱) سیرت عمرؓ بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۱۵۰ طبع مصر
(۲) اُسد الغابہ لابن اثیر الجزری، ج ۴ ص ۶۵ تذکرہ عمر فاروقؓ
(۳) کنز العمال، ج ۶، ص ۳۳۳ - بحوالہ السلمی فی اربعین و ابن مردویہ۔ طبع قدیم۔ کتاب الفضائل (فضائل الفاروق)

(۳)

اُویس قرنی کی ملاقات کے لیے رفیقانہ سفر

ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء، جلد ثانی تذکرہ اویس قرنی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت سیدنا امیر المومنین عمرؓ کا جب آخری سال تھا جس میں ان کا انتقال ہوا ہے، ایام حج میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں حضرت اُویس قرنیؒ کی تلاش میں عرفات کی طرف سوار ہو کر تشریف لائے۔ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کھڑے ہو کر درخت کو رُخ کیے ہوئے نماز پڑھ رہا ہے اور اونٹ اس کے گرد اگرد چر رہے ہیں۔ یہ دونوں حضرات اپنی سواری تیز کر کے اس کی طرف پہنچے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ اُویس نے نماز میں تخفیف کی، سلام کا جواب دیا۔ انھوں نے کہا کہ آپ کون بزرگ ہیں؟ جواب دیا کہ میں اپنی قوم کے اونٹوں کا چرواہا اور خادم ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور کہا کہ آپ کیسے آئے کیا کام ہے؟

ان دونوں نے کہا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص اُویس نامی کے چند اوصاف بیان کیے تھے وہ آپ میں معلوم ہوتے ہیں ...... ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ وہی اویس ہیں آپ ہمارے لیے اللہ سے مغفرت طلب کیجیے۔ یغفر اللہ لک ..... پھر اُویس نے کہا کہ آپ دونوں صاحبان کون ہیں ؟

قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَمَّا ھٰذَا فَعُمَرُ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَمَّا اَنَا فَعَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَاسْتَوٰی اُوَیْسٌ قَائِمًا وَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ وَاَنْتَ یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَجَزَاکُمَا اللّٰہُ عَنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ خَیْرًا "

"یعنی حضرت علیؓ نے کہا کہ یہ امیر المؤمنین عمرؓ بن الخطاب ہیں اور میں علی بن ابی طالب ہوں۔ پس یہ سن کر اُویس اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ اَے امیر المؤمنین آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں۔ اَے علیؓ آپ پر بھی سلام ہو تم دونوں کو اس اُمّت کی جانب سے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرماتے۔"

(حلیۃ الاولیاء ابی نعیم اصفہانی؛ تذکرہ اُویس قرنی ج ۲، ص ۸۱-۸۲- طبع مصر)۔

اختتام فصل ثالث

فصل ہٰذا میں مندرجہ ذیل اشیاء مذکور ہوئی ہیں۔ ایک تو حضرت عمرؓ اور علیؓ کے درمیان انتظامی معاملات میں مشاورت۔ دوسری حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ المرتضیٰ کو متعدد دفعہ اپنا نائب مناب اور قائم مقام متعین فرمانا۔ تیسرا ایسے واقعات درج ہوتے ہیں جن میں ان کی رفاقت اور حسن سلوک پایا جاتا ہے۔ ان چیزوں میں غور و فکر کرنے کے بعد ایک منصف مزاج

غیر جانبدار ذہن کا آدمی یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ ان دونوں بزرگوں کے باہمی تعلقات بہترین تھے۔ ان دونوں اکابر کے مابین پورا پورا اعتماد و اعتقاد تھا۔ ایک دوسرے کے حق میں اخلاص و نیک نیتی رکھتے تھے۔ محبت و مودت کے ساتھ ان کے درمیان معاملات جاری تھے۔ بالفرض اگر ان کے تعلقات کا یہ نقشہ نہیں ہے بلکہ دوسرا ہے یعنی ان کے درمیان دشمنی ہے مخالفت ہے عداوت ہے بغاوت ہے، سوء ظنی ہے، بدگمانی ہے (جیسا کہ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے) تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل قرآنِ مجید کے موافق کیسے رہ سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ہے کہ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (سورہ مائدہ۔ رکوع اوّل) یعنی نیکی اور تقویٰ کی بات میں باہم تعاون کرو اور گناہ و زیادتی کی بات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

حضرات! کلامِ خداوندی سراسر سچ ہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ قرآن مجید کے عامل اور خدا کے فرماں بردار رہیں تو ان کا کردار اور عملی زندگی مالک کریم کے فرمان کے خلاف کیسے ہو سکتی ہے؟

حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی جس قدر کارکردگی اور کارگزاری فاروق اعظمؓ کے ساتھ معاملات و واقعات کی شکل میں ہم پیش کر رہے ہیں وہ سب صحیح اور درست ہے۔ قرآنِ کریم پر عمل درآمد کا پورا پورا نمونہ ہے۔ حضرت علیؓ جیسے حاملِ قرآن تھے ویسے ہی عاملِ قرآن تھے۔ دورخی پالیسی ان میں نہ تھی۔ (وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ)

فصل رابع

باب دوم کا آخری فصل چہارم شروع کیا جاتا ہے۔ اس میں سیدنا فاروقِ اعظمؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے وہ روابط ذکر کیے جائیں گے جن میں ایک دوسرے کے "مالی حقوق" کی رعایت کرنا اور حضرت علیؓ کا "اموالِ غنائم" سے حصہ وصول کرنا اور "عطیات" کا حاصل کرنا وغیرہ پایا جاتا ہے۔

ان واقعات کے ملاحظہ کرنے کے بعد ان ہر دو حضرات کے حُسنِ تعلقات اور باہمی حقوق کے ادا کرنے کا مسئلہ روزِ روشن کی طرح واضح ہوتا ہے۔

(۱)

یہاں پہلے یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام کے رشتہ داروں اور اہلِ بیتِ نبوت کی عزت و احترام اور ان کے حقوق کا لحاظ فاروقِ اعظمؓ کے دل میں اس قدر تھا کہ جب فاروقی خلافت میں فتوحات کثیرہ مسلمانوں کو حاصل ہوئی ہیں تو سیدنا فاروقؓ نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا کہ مفتوحہ اموال کو مسلمانوں میں کس طرح تقسیم کیا جائے؟ بعض حضرات نے یہ رائے دی کہ جو مال جس سن و سال میں دستیاب ہو اس مال کو اسی سال میں تقسیم کر کے ختم کر دیا جاتے۔ بعض احباب نے کچھ دوسرا مشورہ دیا۔ پھر ولید بن ہشام بن مغیرہ نے یہ ذکر کیا کہ ملکِ شام کی سلطنت میں یہ طریقہ رائج ہے کہ حکومت نے جن لوگوں کے حق میں مشاہرے اور وظائف جاری کرنے منظور کیے ہوں ان کے لیے ایک مستقل دفتر مرتب کرتے ہیں۔ اس دفتر میں سب قابلِ وظیفہ افراد و اشخاص کے اسماء مدوّن کیے جاتے ہیں۔ پھر ان میں سے اگر ضرورت پیش آئے تو لشکر و فوج کے لیے بعض افراد کا تعین و تقرر آسانی سے ہو سکتا ہے۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دفتر کی تجویز کو پسند کرتے ہوئے حکم دیا کہ قابلِ وظیفہ لوگوں کے اسماء کو حسبِ مراتب ترتیب دے کر درج کریں یعنی جن لوگوں کی اسلام میں زیادہ خدمات ہوں ان کو پہلے رکھیں اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قرابت داروں اور رشتہ داروں کو اس مسئلہ میں سب سے مقدم رکھیں۔ اپنی تفاصیل کے ساتھ یہ واقعہ مندرجہ ذیل حوالہ جات میں مذکور ہے۔

یہاں طبقات ابن سعد، جلد ثالث، قسم اول، تذکرہ حضرت عمرؓ، ص ۲۱۲-۲۱۳ طبع اوّل لیدن۔ اور طبری سے یہ مضمون پیشِ خدمت ہے۔

"إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اِسْتَشَارَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ تَدْوِيْنِ الدِّيْوَانِ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ تَقْسِمُ كُلَّ سَنَةٍ مَا اجْتَمَعَ اِلَيْكَ مِنْ مَالٍ وَلَا تُمْسِكُ مِنْهُ شَيْئًا وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ اَرٰى مَالًا كَثِيْرًا يَسَعُ النَّاسَ وَاِنْ لَمْ يُحْصَوْا حَتّٰى تَعْرِفَ مَنْ اَخَذَ مِمَّنْ لَمْ يَاْخُذْ خَشِيْتُ اَنْ يَنْتَشِرَ الْاَمْرُ فَقَالَ لَهُ الْوَلِيْدُ بْنُ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ جِئْتُ الشَّامَ فَرَاَيْتُ مُلُوْكَهَا قَدْ دَوَّنُوْا دِيْوَانًا وَجَنَّدُوْا جُنُوْدًا فَدَوِّنْ دِيْوَانًا وَجَنِّدْ جُنُوْدًا فَاَخَذَ بِقَوْلِهٖ فَدَعَا عَقِيْلَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَمَخْرَمَةَ بْنَ نَوْفَلٍ وَجُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ وَكَانُوْا مِنْ نُسَّابِ قُرَيْشٍ فَقَالَ اكْتُبُوا النَّاسَ عَلٰى مَنَازِلِهِمْ ۔۔۔۔۔ لٰكِنِ ابْدَؤُا بِقَرَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَقْرَبَ فَالْاَقْرَبَ حَتّٰى تَضَعُوْا عُمَرَ حَيْثُ وَضَعَهُ اللّٰهُ"

(۱) طبقات ابن سعد ص ۲۱۲-۲۱۳، جلد ثالث قسم اول باب عمرؓ۔ طبع اول قدیم۔

(۲) تاریخ ابن جریر طبری جلد پنجم ص ۲۲-۲۳ تحت سنہ ۲۳ھ بحث تدوین الدواوین۔

(۳) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام باب فرض الاعطیۃ من الفیٔ ۔ ۲۳۴

(۴) کنز العمال، ج ۲، ص ۳۱۶ ۔ روایت ۶۵۰۷ ۔

(۵) السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۶ ص ۳۶۴ ۔

خلاصہ یہ ہے کہ:

"اجرائے وظائف کی تدوین کے سلسلہ میں حضرت فاروق اعظمؓ نے اکابرین اہل اسلام سے مشورہ کیا۔ علی المرتضیٰؓ کی رائے یہ تھی کہ جس سال میں جو مال درآمد ہو اس کو اسی سال کے اندر تقسیم کر کے ختم کر دیا جائے۔ اور حضرت عثمان غنیؓ نے یہ کہا کہ مال مفتوحہ بے شمار ہے۔ لوگوں کی تعداد شمار نہ بھی کی جائے تو بھی ان پر پورا ہو جائے گا۔ جس کو حصہ نہ مل سکا وہ بھی معلوم ہو جائے گا، بات کو پھیلایا نہ جائے۔ اور ولید بن ہشام بن مغیرہ نے یہ کہا کہ شام کی سلطنت کا یہ قاعدہ ہے کہ انہوں نے وظیفہ خواروں کے لیے رجسٹر قائم کیے ہوئے ہیں اور فوجی لوگوں کے لیے بھی دفتر قائم ہوئے ہیں (جن میں سے عند الضرورت ان کی تعداد آسانی سے دریافت ہو سکتی ہے)۔ پس حضرت عمر فاروقؓ نے ولید مذکور کی تجویز کو پسند کیا اور قبائل قریش کے انساب کے ماہرین عقیلؓ بن ابی طالب۔ مخرمہؓ بن نوفل، جبیرؓ بن مطعم کو بلا کر حکم دیا کہ قریشی قبائل کے تفصیل وار نام حسب مراتب رجسٹر میں درج کرائیں۔ (بعض روایات میں ہے کہ اندراج اسماء کے وقت عبد الرحمٰنؓ بن عوف وغیرہ نے کہا کہ پہلے آپ کا نام آپ کے قبیلہ کا نام درج ہونا چاہیے) تو اس وقت حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نہیں بلکہ سب سے پہلے سرور دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کے نام درج کریں۔ اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ پر عمل کریں

یعنی پہلے قریب ترین پھر اس کے بعد تھوڑے قریبی، اس طرح درجہ بدرجہ تحریر کریں اور عمرؓ بن الخطاب کو اندراج ہذا میں وہاں جگہ دیں جہاں اس کو اللہ نے جگہ دے رکھی ہے۔"

نیز طبقات ابن سعد اور کتاب الخراج لامام ابی یوسف میں مذکور ہے کہ:۔

"وَفَرَضَ لِأَبْنَاءِ الْبَدْرِيِّينَ أَلْفَيْنِ أَلْفَيْنِ إِلَّا حَسَنًا وَحُسَيْنًا فَإِنَّهُ أَلْحَقَهُمَا بِفَرِيضَةِ أَبِيهِمَا لِقَرَابَتِهِمَا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خَمْسَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ وَفَرَضَ لِلْعَبَّاسِؓ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ خَمْسَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ لِقَرَابَتِهِ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" وفی روایۃٍ فَفَرَضَ لِلْعَبَّاسِ ثُمَّ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔ .... وَفَرَضَ لِنِسَاءِ الْمُهَاجِرَاتِ فَفَرَضَ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ سِتَّةَ آلَافِ دِرْهَمٍ وَلِأَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ أَلْفَ دِرْهَمٍ الخ۔

(۱) طبقات ابن سعد، ص ۲۱۳-۲۱۴، جلد ثالث، قسم اول، باب تذکرہ عمرؓ

(۲) کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ تحت فصل کیف کان فرض عمرؓ لاصحاب الرسول صلعم تحت عنوان توزیع المال علی الصحابۃ۔ ص ۴۳-۴۴۔ طبع مصری۔

(۳) فتوح البلدان لاحمد بن یحیٰی بن جابر بغدادی الشہیر بلاذری ص ۴۵۴-۴۵۵۔ باب ذکر العطاء فی خلافۃ عمر بن الخطاب طبع مصری۔

(۴) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام ص ۲۲۴ و ۲۲۶۔ باب فرض الاعطیۃ۔

ماحصل یہ ہے کہ:

وہ بدری صحابہؓ کے لیے پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ حضرت عمرؓ نے مقرر فرمایا تھا اور بدری حضرات کے فرزندوں کے لیے دو دو ہزار درہم مقرر کیا مگر سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ کے لیے ان کے والد شریف کے وظیفہ کے موافق پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ متعین فرماتے۔ اس لیے کہ یہ عزیزانِ نبی کریم صلعم ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں۔ اسی طرح حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا وظیفہ بھی پانچ ہزار درہم سالانہ متعین فرمایا اس لیے کہ نبی کریم صلعم کے چچا شریف ہیں بعض روایات میں ہے کہ پہلے حضرت عباسؓ کے لیے وظیفہ مقرر کیا پھر حضرت علیؓ کے لیے پانچ ہزار درہم مقرر کیا۔

. . . . دیگر مہاجر عورتوں کے لیے وظیفہ مقرر کیا تو سرورِ دوعالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمہ شریفہ (پھوپھی صاحبہ) صفیہؓ بنت عبدالمطلب کے لیے چھ ہزار درہم سالانہ وظیفہ متعین فرمایا۔ اور اسماء بنت عُمَیسؓ کے لیے (جو اس وقت حضرت علی المرتضیٰ کی بیوی تھی) ایک ہزار درہم مقرر فرمایا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ یہ تمام وظائف بیت المال سے حضرت عمرؓ کی طرف سے جاری تھے، اور ہاشمی حضرات ان کو وصول کرتے تھے۔

اہلِ علم کی اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید شیعی معتزلی اور صاحبِ تاریخ یعقوبی الشیعی دونوں نے بھی تقرر وظائف کے واقعات کو مختلف اخباری و مؤرخ لوگوں سے نقل کر کے بعبارتِ ذیل درج کیا ہے۔ گویا یہ واقعات فرضی قصے نہیں ہیں بلکہ اسلامی تاریخ کے مسلّمہ حالات ہیں۔

—— . . . . . فَاَخَذَ بِقَوْلِ وَلِيْدِ بْنِ هِشَامٍ فَدَعَا عَقِيْلَ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ وَمَخْرَمَةَ بْنَ نَوْفَلٍ وَجُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ وَكَانُوْا نُسَّابَ قُرَيْشٍ وَقَالَ اكْتُبُوْا

النَّاسَ عَلٰی مَنَازِلِھِمْ فَکَتَبُوْا فَبَدَأُوْا بِبَنِیْ هَاشِمٍ ثُمَّ اَتْبَعُوْهُمْ اَبَابَکْرٍ وَّ قَوْمَهٗ ثُمَّ عُمَرَ وَقَوْمَهٗ عَلٰی تَرْتِیْبِ الْخِلَافَةِ فَلَمَّا نَظَرَ اِلَیْهِ قَالَ وَدِدْتُ اِنَّهٗ کَانَ هٰکَذَا وَلٰکِنْ اَرٰی بِقَرَابَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ حَتّٰی تَضَعُوْا عُمَرَ حَیْثُ وَضَعَهُ اللّٰهُ۔

(۱) (شرح نہج حدیدی، ج ۳، ص ۱۷۶- طبع بیروت تحت تمن للّٰہ بلاد فلان فقد قوم الاود الخ)

۲- تاریخ یعقوبی ص ۱۵۳ ج ۲ تحت تقسیم اموال وعطایا۔ طبع بیروت۔

اس سے قبل ایک جگہ لکھا ہے کہ:

قَالَ لَا بَلْ اَبْدَأُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَبِاَهْلِهٖ ثُمَّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ فَبَدَأَ بِبَنِیْ هَاشِمٍ ثُمَّ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ بِعَبْدِ شَمْسٍ وَنَوْفَلٍ ثُمَّ بِسَائِرِ بُطُوْنِ قُرَیْشٍ الخ:

(شرح نہج البلاغہ حدیدی، ج ۳ ص ۱۶۶، تحت تمن للّٰہ بلاد فلان فقد قوم الاود و داوی العمد الخ- طبع بیروت)

ناظرین نے مندرجات بالا ملاحظہ فرما لیے۔ یاد رہے کہ یہ وظائف وعطایا محرم ۲۰ھ میں باقاعدگی کے ساتھ جاری کیے گئے تھے۔ ان واقعات کے پیش نظر یہ بات واضح ہوئی کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کے نزدیک حضور علیہ السلام اور ان کی اولاد شریف اور رشتہ داروں کی کیا کچھ عظمت تھی؟ ان کے ساتھ کس قدر عقیدت و محبت تھی؟ حضرت فاروق اعظمؓ نے تدوین عطایا اور تعین وظائف کے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ کو اور حضورؐ کے اہل بیت و اولاد کو سب سے مقدم و پیش پیش رکھا ہے اور اپنی ذات کو تمام قبیلہ بنی ہاشم سے حکماً مؤخر کرتے ہوئے فرمایا کہ تَضَعُوْا عُمَرَ حَیْثُ وَضَعَهُ اللّٰهُ۔ یعنی اس اندراج و شمار میں عمرؓ کو بعد میں رکھیں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ بنی ہاشم کو مقدم رکھیں۔

—— ناظرینِ حضرات! جہاں اِس جملہ میں عمر فاروقؓ نے اپنی کسرِ نفسی و فروتنی کا اظہار کیا ہے وہاں بنی ہاشم کی قدر دانی اور عزت افزائی کی بہترین مثال قائم کی ہے۔

جو خلیفہ صرف اندراجِ رجسٹر میں تحریراً ان حضرات کی تاخیر گوارا نہیں کر سکتا وہ تقسیمِ اموال میں ان کے حقوق کا ضیاع کیسے کر سکتا ہے؟ یا ان کے منافع و آمدنی کو کیسے بند کر سکتا ہے۔ یا کسی طریقہ سے تعویق میں کیسے ڈال سکتا ہے؟

انصاف یہ ہے کہ یہ سب کچھ باہمی مودّتِ خالص اور حبِّ صادق کے آثار و نشاناتِ واضحہ ہیں جو حضرتِ فاروقؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تھی اور آپ کے خاندان کے ساتھ تھی۔

اسی تقسیمِ اموال کے موقعہ پر حضرت فاروقِ اعظمؓ نے ایک اور جملہ بھی فرمایا تھا جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس کو ناظرین غور و فکر سے ملاحظہ فرماویں اور فاروقِ اعظمؓ کی عقیدت مندی کی داد دیں۔ فرماتے ہیں کہ

وَاللّٰهِ مَا اَدْرَكْنَا الْفَضْلَ فِي الدُّنْيَا وَلَا مَا نَرْجُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ مِنْ ثَوَابِ اللّٰهِ عَلٰى مَا عَمِلْنَا اِلَّا بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ شَرَفُنَا وَقَوْمُهٗ اَشْرَفُ الْعَرَبِ ثُمَّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ الخ[1]

یعنی اللہ کی قسم جو کچھ بھی ہمیں فضیلت دنیا میں حاصل ہوتی اور جس قدر بھی ثوابِ اعمال کی ہمیں آخرت میں ملنے کی امید ہے یہ سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی برکت و ذریعہ سے نصیب ہوا۔ آپ ہمارے لیے سراسر شرافت و عزت ہیں اور آپ کی قوم تمام قبائلِ عرب سے ارفع و اعلیٰ ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلّم)۔

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۲۱۲۔ ق اوّل۔ طبع لیدن۔ تذکرہ و حالات حضرت عمر بن الخطابؓ)

(۲) تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵ ص ۲۳ تذکرہ عمرؓ۔ تدوین الدواوین)

(۳) فتوح البلدان بلاذری، ص ۴۵۵۔ باب ذکر العطاء فی خلافۃ عمرؓ بن الخطاب۔

(۲)

دوسری یہ چیز یہاں پیش کی جاتی ہے کہ شرعی اصول کے پیش نظر سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کا جو حصہ غنائم سے ادا کیا جاتا ہے اس کا نام سہم ذوی القربیٰ ہے اور اس کو خمس الخمس سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اموالِ غنائم سے خمس کو خلیفہ اوّل (صدیق اکبرؓ) بھی ادا کرتے تھے اور خلیفہ ثانی فاروق اعظمؓ بھی یہ حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا میں اور بنی ہاشم میں تقسیم کرتے تھے اور اس تقسیم خمس کے متولی خود حضرت علی المرتضیٰ ہوتے تھے اس مقصد کے اثبات کی خاطر مندرجہ ذیل روایات کافی وافی ہیں۔ یہ حضرت علیؓ کے اپنے فرمودات ہیں جو محدثین نے اپنے اپنے اسانید کے ساتھ روایت کیے ہیں کسی دوسرے شخص کا قول نہیں

(۱)

کتاب الخراج میں امام ابویوسفؒ نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

"...... قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ) اِنْ رَأَیْتَ اَنْ تُوَلِّیَنِیْ حَقَّنَا مِنَ الْخُمُسِ فَاَقْسِمُہٗ فِیْ حَیَاتِکَ کَیْ لَا یُنَازِعَنَاہُ اَحَدٌ بَعْدَکَ فَافْعَلْ قَالَ فَفَعَلَ قَالَ فَوَلَّانِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَقَسَمْتُہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ ثُمَّ وَلَّانِیْہِ اَبُوْبَکْرٍ فَقَسَمْتُہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ ثُمَّ وَلَّانِیْہِ عُمَرُ فَقَسَمْتُہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ حَتّٰی اِذَا کَانَ اٰخِرُ سَنَۃٍ مِنْ سِنِیْ عُمَرَ فَاَتَاہُ مَالٌ کَثِیْرٌ فَعَزَلَ حَقَّنَا ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَیَّ فَقَالَ خُذْہُ فَاقْسِمْہُ فَقُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِنَا عَنْہُ الْعَامَ غِنًی وَبِالْمُسْلِمِیْنَ حَاجَۃٌ فَرَدَّہٗ عَلَیْہِمْ الخ

(۱) کتاب الخراج لابی یوسفؒ، ص ۲۰، باب فی قسمۃ الغنائم۔ طبع مصری۔

(۲) — اور ابو داؤد سجستانی اپنے سُنن میں کتاب الخراج بیان مواضع قسم الخمس میں حضرت علیؓ سے اس مضمون کی مفصّل روایت لاتے ہیں۔ عبارت یہ ہے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ :۔

"۔۔۔۔ اِجْتَمَعْتُ اَنَا وَالْعَبَّاسُ وَفَاطِمَةُ وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ اِنْ رَأَيْتَ اَنْ تُوَلِّيَنِيْ حَقَّنَا مِنْ هٰذَا الْخُمُسِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاَقْسِمُهُ حَيَاتَكَ كَيْ لَا يُنَازِعَنِيْ اَحَدٌ بَعْدَكَ فَافْعَلْ قَالَ فَفَعَلَ ذَالِكَ قَالَ فَقَسَمْتُهُ حَيَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَلَّانِيْهِ اَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى اِذَا كَانَتْ آخِرُ سَنَةٍ مِنْ سِنِيْ عُمَرَ فَاِنَّهُ اَتَاهُ مَالٌ كَثِيْرٌ فَعَزَلَ حَقَّنَا ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَقُلْتُ بِنَا عَنْهُ الْعَامَ غِنًى وَبِالْمُسْلِمِيْنَ اِلَيْهِ حَاجَةٌ فَارْدُدْهُ عَلَيْهِمْ فَرَدَّهُ عَلَيْهِمْ الخ"

(۲) سنن ابی داؤد، ج ۲ ص ۶۱ طبع مجتبائی دہلی۔ باب بیان مواضع قسم الخمس (کتاب الخراج)

(۳) ۔ امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں بہ الفاظِ ذیل یہ روایت درج کی ہے :

"عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُوَلِّيَنِيْ الْخُمُسَ فَاَعْطَانِيْ ثُمَّ اَبُوْبَكْرٍ فَاَعْطَانِيْ ثُمَّ عُمَرُ"

(تاریخ کبیر، ق ۲، ج ۱، ص ۱۸۳)۔

(۴) حضرت علیؓ کی یہ روایت امام احمد نے بھی اپنی سند کے ساتھ مُسند احمد، ج ۱، ص ۸۴ مُسندات علیؓ میں ذکر کی ہے ۔

(۵) اسی طرح فاضل بیہقیؒ نے یہ روایت السنن الکبریٰ، جلد ۶ ص ۳۴۳۔ باب سہم ذوی القربیٰ من الخمس میں اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے۔

(۶) — اور مُسند ابی یعلیٰ میں محدّث ابی یعلیٰ نے حضرت علیؓ کا یہ فرمان باسند نقل کیا ہے

ملاحظہ ہو: مُسندِ ابی یعلیٰ، ص ۳۴ قلمی تحت مُسنداتِ علی (پیر جھنڈا شریف سندھ)

(۷) - اور یہی حضرت علیؓ کی روایت فاضل متقی ہندی نے مصنّف ابن ابی شَیبہ کے حوالہ سے کنز العمّال، ج ۲، ص ۳۰۵، روایت ۶۳۸۰ میں درج کی ہے۔

—— حوالہ جات مندرجہ کو مُحدّثین نے اپنے اپنے الفاظ میں نقل فرمایا ہے اور تمام باسند روایات ہیں۔ تطویل سے اجتناب کرتے ہوئے تمام کی عبارت درج نہیں کی۔ اب مذکورہ روایات کا خلاصہ عوام دوستوں کے لیے پیش کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرما دیں :-

—— ..... یعنی حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "مَیں نے عباسؓ بن عبدالمطلب اور فاطمۃ الزہراؓ اور زید بن حارثہؓ کی موجودگی میں سردارِ دو عالم نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارا جو حصّہ اس خمس میں ہے اس کی تقسیم کا فریضہ جناب کی حیاتِ طیّبہ میں اگر میرے سپُرد فرما دیا جائے تو مناسب ہوگا" تاکہ جناب کے بعد کوئی صاحب ہمارے ساتھ اس معاملہ میں تنازع نہ کر سکے (حضرت علیؓ کی اس گذارش پر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو اس کام کا متولّی بنا دیا (علیؓ فرماتے ہیں) کہ نبوی دَور میں مَیں اس خُمس کو (بنی ہاشم میں) تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابوبکرؓ نے مجھے تقسیمِ خمس کے کام کا متولّی بنا دیا تو صدیقی دَور میں بھی (بنی ہاشم میں) تقسیم کرتا رہا۔ پھر مجھے عمرؓ بن الخطّاب نے خمس کی تقسیم کا والی بنایا تو عہدِ فاروقی میں بھی میں ان میں تقسیم کرتا رہا۔ جب عہدِ فاروقی کے آخری سال ہوئے تو عمرؓ بن الخطّاب کے پاس بہت سا مالِ غنیمت پہنچا تو اس نے خمس سے ہم لوگوں کا حصّہ الگ کیا۔ میری طرف آدمی ارسال کر کے فرمان دیا کہ آپ اس مال کو اپنی تحویل میں لے کر (حسبِ دستورِ سابق) تقسیم کر دیں۔ مَیں نے جواب

میں کہا کہ اے امیر المؤمنین! ہم لوگوں (یعنی بنی ہاشم) کی معاشی حالت اب بہتر ہے، دیگر مسلمان زیادہ محتاج اور ضرورتمند ہیں تب عمر بن الخطّاب نے وہ مال (محتاجوں کے لیے) بیت المال میں داخل کر دیا۔"

مندرجہ روایات کے فوائد

(۱) - حضرت علی المرتضیٰؓ کے ان فرمودات سے ثابت ہُوا کہ صدّیقی اور فاروقی دونوں اَدوار میں بنی ہاشم کا مالی حق یعنی خمس وغیرہ ان کو باقاعدہ ملتا تھا اور حضور علیہ السّلام کے تمام رشتہ داروں کے مالی حقوق حضرت علیؓ کے ہاتھوں پُورے کیے جاتے تھے تاکہ حقداروں کو اپنا اپنا حق صحیح طریقہ سے پہنچ سکے۔ اور اس میں کوئی کمی اور قصور رہ جانے کا شائبہ نہ رہے۔ دوسرے لفظوں میں ان حضرات کا حق نہ کسی نے غصب کیا نہ کسی نے سلب کیا، نہ کسی نے ضائع کیا بلکہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ ان سب کے حقوق ادا کرتے رہے۔

(۲) - دُوسرا امر یہ معلوم ہُوا کہ خمس تقسیم کرنے میں خمس حاصل کرنے والوں کے فقر و احتیاج کا خاص لحاظ رکھا جاتا تھا جیسا کہ حضرت علیؓ کے قول سے یہ چیز ثابت ہو رہی ہے اور فقہاءِ کرام نے اس مسئلہ میں حضرت علیؓ کے اس فرمان کو ہی مستدل قرار دیا ہے۔

(۳) - تیسرا یہ امر واضح ہُوا کہ جس طرح حضرت عمرؓ نے ہاشمی حضرات کی قدردانی کرتے ہوئے ان کے مالی حقوق کی ادائیگی کی ہے اسی طرح اس واقعہ سے حضرت علیؓ کا جذبۂ خیر خواہی اور شانِ مواساۃ بھی نمایاں طریقہ سے ثابت ہوتی ہے کہ دیگر محتاج مسلمانوں کے فقر و فاقہ کے پیشِ نظر اپنے لیے منافع و محاصل کو ترک کر دیا۔ گو بالعض اوقات آسودہ حالی کی صورت میں اگر غنائم وغیرہ سے اپنے حصص حاصل نہیں کیے تو یہ ان کے تقویٰ اور زہد پر محمول ہے اور اگر یہ حقوق انہوں نے اکثر اوقات

وصُول کیے ہیں جیسا کہ فریقین کی کتابیں شہادت دے رہی ہیں تو یہ ان کی ضرورت پر محمول ہے۔

(۴) چوتھا امر یہ ثابت ہُوا کہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان کسی قسم کی مناقشت وخصومت ہرگز نہ تھی، نہ بغض وعداوت تھی نہ نفرت ولغادت تھی، بلکہ یہ بزرگ ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کرنے والے تھے۔ ہر مرحلہ وہر مقام پر باہمی الفت و محبت رکھنے والے تھے اور باہم متفق العمل اور متحد الامر تھے۔

اسی بنا پر اکابر علماء نے امام محمد باقر سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے مسئلہ خمس کے متعلق اپنے دَورِ خلافت میں وہی روش اختیار کی اور وہی طریقہ پسند فرمایا جو حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ نے اختیار کیا ہُوا تھا۔

(۱) عن ابی جعفر قال سلک علی بالخمس طریقہما ۔

(المصنّف عبدالرزاق، جلد۵، ص۲۳۰، باب ذکر الخمس وسہم ذی القربیٰ)

(۲) . . . . قَالَ سَلَکَ بِہٖ وَاللّٰہِ سَبِیْلَ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَؓ ۔

(طحاوی شریف، ج۲ ص۱۳۵، باب سہم ذوی القربیٰ)

مضمون ہذا کی شیعہ کتب سے تائید

شیعہ مجتہدین نے ایسی روایات ذکر کی ہیں جن سے اصل مسئلہ کی تصدیق ہوتی ہے یعنی حضرت ابوبکر الصدّیق اور حضرت عمر فاروقؓ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قریبی رشتہ داروں کے مالی حقوق ادا کرتے تھے۔

(۱) ملا باقر مجلسی نے "حق الیقین" باب مطاعن ابی بکر میں حدیدی شیعی کے ذریعہ علّامہ جوہری (ابوبکرؒ شیعی کی روایت نقل کی ہے جو اس کی کتاب "السقیفہ" میں باسند مذکور ہے۔

اس میں مذکور ہے کہ حضرت سیّدہ فاطمہؓ اور حضرت علیؓ و دیگر ذوی القربیٰ نے ابوبکرؓ سے خمس کا مطالبہ کیا تو ابوبکرؓ نے جواب میں کہا کہ :-

"..... من ازیں آیت (آیت خمس) نمی فہمم کہ ہمہ را بشما بدہم ولیکن آں قدر کہ شمارا بس باشد میدہم و عمرؓ نیز دراین باب تصدیق او کرد۔"

(حق الیقین از ملا باقر مجلسی ۔ باب در بیان مطاعن ابی بکر بحث مجعول بودن حدیث معاشر الانبیاء الخ صفحہ ۱۲۹ طبع قدیم ۔ لکھنؤ ۔ و صفحہ ۲۱۰ طبع طہران۔ بحث مذکورہ۔

مطلب یہ ہے کہ ابوبکرؓ نے کہا کہ مجھے اس آیت (خمس) سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ تمام خمس آپ صاحبان کو دے دیا جائے لیکن جتنا قدر کہ آپ کی ضروریات کو کفایت کرے وہ دیا جائے گا اور عمرؓ بن الخطاب نے اس معاملہ میں ان کی تصدیق و تائید کی ۔"

یعنی حضرت عمرؓ کی اس مسئلہ میں تصدیق کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ ادائیگی خمس کے مؤید تھے مانع نہیں تھے ۔ (ہذا ہو المطلوب)

(۲) ۔ دوسرا ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ابوبکر الجوہری الشیعی سے مکمل سند کے ساتھ ایک طویل روایت ذکر کی ہے اس میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی طرف سے ابوبکر الصدیق سے فدک کی آمدنی کا مطالبہ کرنا مذکور ہے وہاں ابوبکر الصدیق نے اقرار کیا ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ حضرات کے اخراجات آمدِ فدک سے پورا کرتے تھے اور زائد آمدنی کو بقایا ضروریات میں فی سبیل اللہ صرف فرمایا کرتے تھے میں بھی یقیناً اس طریقہ کے موافق عمل درآمد کروں گا ۔ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکر الصدیق کو قسم دے کر کہا کہ آپ ضرور اسی طرح عمل کریں گے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا

کہ میں ضرور اسی طریقہ کے مطابق عمل جاری رکھوں گا اس وقت فاطمۃ الزہراؓ نے کہا کہ اے اللہ تو اس بات کا گواہ رہ۔ اس کے بعد مذکور ہے کہ:۔

"وکان ابوبکر یاخذ غلتھا ویدفع الیھم منھا ما یکفیھم ویقسم الباقی وکان عمر کذالک ثم کان عثمان کذالک ثم کان علی کذالک وفی روایۃ ثم فعلت الخلفاء بعدہ کذالک"

(۱) — شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی، ج ۴ ص ۲۹۶ طبع ایرانی قدیم و طبع بیروتی، ج ۴ ص ۱۱۱ ۔ باب ما فعل ابوبکر بفدک وما قالہ فی شانہا۔

(۲) — شرح نہج البلاغہ (مصباح السالکین) لابن میثم بحرانی، ج ۵، ص ۳۴۳ ۔ طبع قدیم ایرانی و طبع جدید طہرانی، ج ۵، ص ۱۰۷ تحت مقصد ثامن ۔ تحت شرح من کتابہ علیہ السلام الی عثمان بن حنیف ۔

(۳) — دُرّۃ نجفیہ شرح نہج البلاغہ لابراہیم بن حاجی حسین ص ۳۳۲ طبع قدیم ایرانی، تحت قولہ بلٰی کانت فی ایدینا فدک من کل ما اظلتہ السماء الخ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فدک کی آمدنی کا غلّہ لے کر ابوبکر الصدیقؓ ذوی القربٰی حضرات کی ضرورت کے موافق ان کو دیتے تھے اور بقایا آمدنی (دیگر لوگوں میں) تقسیم کر دیتے تھے اور عمرؓ بن الخطّاب بھی اسی طرح عمل درآمد کرتے تھے اور حضرت عثمانؓ بھی اسی طرح عمل کرتے تھے اور حضرت علی بھی اسی طرح عمل کرتے تھے"۔

نتائج و ثمرات

(۱) ۔ شیعی مرویات ہذا سے ثابت ہوا کہ ذوی القربٰی کے مالی حقوق (خمس و آمد فدک وغیرہ)

کو سیدنا ابوبکر الصدیق و سیدنا عمر فاروق دونوں حضرات ادا کرتے تھے۔ شیخین نے ان کے حقوق کو غصب نہیں کیا، ضائع اور تلف بھی نہیں کیا۔ بلکہ ٹھیک طریقہ سے اسلامی دستور کے موافق ادا کیا۔ اور اسی طرح حضرت عثمانؓ بھی ذوی القربیٰ کے مالی حقوق سابق خلفاء کی طرح ادا کرتے تھے۔

(۲)۔ نیز واضح ہوا کہ رشتہ داران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مالی حقوق کو خلفاء ثلاثہ حضرات نبوی طریقہ کے مطابق ادا کیا کرتے تھے۔ نبوی طریقہ کے خلاف معاملہ نہیں کیا گیا۔

(۳)۔ اور یہاں سے عیاں ہوتا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء، ابوبکر الصدیقؓ سے اس معاملہ میں راضی وخوش ہوگئی تھیں اور حضرت فاطمہؓ کی رضامندی کے بعد حضرت علیؓ و دیگر حضرات کا رضامند ہو جانا تو خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔

تکمیلِ فوائد

ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ ادائیگی خمس کی روایات ہم نے مختصراً پیش کی ہیں۔ اس سلسلہ میں مزید چند ایک روایات ہماری کتابوں میں دستیاب ہیں جس میں سیدنا فاروق اعظمؓ کا بنی ہاشم اور اہلِ بیتِ نبوت کے حق میں ناصحانہ اور خیرخواہانہ جذبہ نمایاں طور پر موجود ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ناظرین تمکین بھی اس مضمون سے مسرت اندوز ہوں۔

(۱)

(۱) عن حماد بن زید عن النعمان بن راشد عن الزهری اَنَّ عُمَرَؓ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ اِنْ جَآءَ فِیْ خُمُسُ الْعِرَاقِ لَا اَدَعُ هَاشِمِیًّا الا زوجته وَلَا مَنْ لَا جَارِیَةَ لَهٗ اِلَّا اَخْدَمْتُهٗ قَالَ وَکَانَ یُعْطِی الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ۔

(۱)۔ کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام۔ باب سہم ذوی القربیٰ من الخمس، ص ۳۳۵ طبع مصری۔

(۲) ـ الریاض النضرہ لمحب الطبری بحوالہ ابن البختری الرزانہ
ص ۲۸، جلد ثانی ـ باب ذکر صلتہ اقارب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ـ

(۳) ـ کنز العمال طبع قدیم ص ۳۰۵، جلد ثانی ـ روایت ۶۳۲۸ ـ

یعنی حضرت عمرؓ فاروق نے کہا کہ جب ہمارے پاس عراق مفتوح ہونے پر خمس آئیگا تو ہم ہر (غیر شادی شدہ) ہاشمی کی تزویج کر دیں گے اور جس ہاشمی کے پاس بھی خادم نہ ہو گی اس کو خدمت کے لیے خادمہ دینگے اور حضرت فاروقؓ حسنؓ و حسینؓ کو (خمس وغیر خمس سے) عطیات دیا کرتے تھے۔"

(۲)

ـــــــ حافظ ابن کثیرؒ نے مندرجۂ ذیل واقعہ البدایہ جلد ہفتم میں ذکر کیا ہے:۔

"........ اِنَّ عُمَرَؓ لَمَّا نَظَرَ اِلٰی ذَالِکَ قَالَ اِنَّ قَوْمًا اَدُّوْا ھٰذَا لَاُمَنَاءُ فَقَالَ لَہٗ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اِنَّکَ عَفَفْتَ عَفَتْ رَعِیَّتُکَ وَلَوْ رَتَعْتَ لَرَتَعَتْ ثُمَّ قَسَمَ عُمَرُؓ ذَالِکَ فِی الْمُسْلِمِیْنَ فَاَصَابَ عَلِیًّاؓ قِطْعَۃٌ مِنَ الْبِسَاطِ فَبَاعَھَا بِعِشْرِیْنَ اَلْفًا۔"

(۱) سیرۃ عمرؓ بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۹۶ ـ

(۲) البدایہ لابن کثیر، جلد ۷، ص ۶۷ ـ

مطلب یہ ہے کہ ۱۶ھ میں جب مدائن (جو کسریٰ کا مقام تخت تھا) فتح ہوا تو وہاں سے کافی اشیا از قسم لباس و زیورات اور زیب و زینت کا متعلقہ سامان کثیر تعداد میں سعدؓ بن ابی وقاص نے حضرت فاروقؓ اعظم کی خدمت میں ارسال کیا اور غانمین کو حصص دے کر مزید چیزیں یہاں مدینہ طیبہ میں پہنچائیں ـ اس وقت حضرت عمر فاروقؓ نے ان چیزوں کی طرف نظر کر کے فرمایا کہ قوم نے امانتدار لوگوں کی طرف اس مال کو پہنچایا ہے تو حضرت

علی المرتضیٰؓ نے کہا کہ آپ قوم کے ساتھ عفت اور احتیاط کا معاملہ کرتے ہیں اس بنا پر رعیت نے بھی احتیاط کا برتاؤ کیا ہے۔ اگر آپ تنعّم میں پڑ جاتے اور غفلت کرنے لگتے تو آپ کی رعیت بھی ایسا کرتی۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ نے ان چیزوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت علیؓ کو اس مال سے ایک بیش قیمت (فرش پوش) بچھونے کا ایک ٹکڑا حصے میں ملا جس کو حضرت علیؓ نے بیس ہزار درہم میں فروخت کیا۔"

اور "مصنف" عبدالرزاق، جلد یازدہم باب الدیوان میں خزائن کسریٰ کے متعلق ایک تفصیل پائی گئی ہے۔ اس موقعہ پر لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ ان خزائن و اموال کو پیمانوں سے ماپ کر تقسیم کیا جائے؟ یا دونوں ہاتھ کی ہتھیلیوں سے اندازۃً دیا جاتے؟

تو حضرت علی المرتضیٰ نے مشورہ دیا کہ ہاتھوں کی ہتھیلی سے دینا کافی ہے۔ پھر مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے سیدنا حسن بن علی المرتضیٰؓ کو بلا کر ہتھیلیوں سے ماپ کر دیا، پھر سیدنا حسین بن علیؓ کو بلا کر اسی طرح دیا۔ پھر اور لوگوں کو بلا بلا کر دینا شروع کیا اور لوگوں کے ناموں کے اندراج کے لیے رجسٹر قائم کیا اور ہر مہاجر کے لیے سالانہ پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیا اور ہر انصاری کے لیے چار چار ہزار درہم متعین کیا۔ اور ازواج مطہرات کے لیے (ہر ایک کے لیے) بارہ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا الخ۔ یہ مضمون بعبارت ذیل درج ہے۔ اہل علم کے اطمینان کے لیے اصل عبارت نقل کی جاتی ہے:-

"..... ثُمَّ قَالَ أَنَكِيلُ لَهُمْ بِالصَّاعِ أَمْ نَحْثُوْ؟ فَقَالَ عَلِيٌّ بَلْ اِحْثُوْا لَهُمْ۔ ثُمَّ دَعَا حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ أَوَّلَ النَّاسِ فَحَثَا لَهُ ثُمَّ دَعَا حُسَيْنًا ثُمَّ أَعْطَى النَّاسَ وَدَوَّنَ الدِّيْوَانَ وَفَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ خَمْسَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ فِي كُلِّ سَنَةٍ وَلِلْأَنْصَارِ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ أَرْبَعَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ وَفَرَضَ لِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ اِثْنَيْ عَشَرَ اَلْفَ دِرْهَمٍ۔ الخ

(المصنّف لعبد الرزاق، جلد یازدہم، ص ۱۰۰۔ باب الدیوان)

(۴۳)

فاروق اعظمؓ کی طرف سے بعض دفعہ حضرت علیؓ کو بعض اہم عطیّات بھی دیئے جاتے تھے یہاں اس کے متعلق ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

(۱)۔ کتاب الخراج میں یحییٰ بن آدمؒ نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ:

"۔۔۔۔۔۔ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَسَنِؓ يَقُوْلُ اِنَّ عَلِيًّاؓ سَأَلَ عُمَرَؓ بْنَ الْخَطَّابِ فَاَقْطَعَهٗ يَنْبُعَ"

۱۔ (کتاب الخراج لیحیٰی بن آدم المتوفی ۲۰۳ھ طبع مصری، ص ۸۷، سن طباعت ۱۳۴۷ھ)

۲۔ السنن الکبریٰ بیہقی ص ۱۴۴ ج ۶ باب اقطاع الموات)

(۲)۔ اور فتوح البلدان بلاذری میں امام جعفر صادقؒ سے مکمّل سند سے نقل کیا ہے:۔

"۔۔۔۔۔۔ عن جعفر بن محمد عن ابیہ اِنَّهٗ قَالَ اَقْطَعَ عُمَرُؓ بْنُ الْخَطَّابِ عَلِيًّا يَنْبُعَ فَاَضَافَ اِلَيْهَا غَيْرَهَا"

۱۔ (فتوح البلدان لاحمد بن یحیٰی بن جابر البغدادی الشہیر ببلاذری، المتوفی ۲۷۹ھ ص ۲۰۔ طبع اُولیٰ مصری)

۲۔ المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۳۵۵ ج ۱۲۔ کتاب الجہاد۔ طبع کراچی

(۳)۔ برہان الدین الطرابلسی الحنفی نے الاسعاف فی احکام الاوقاف میں تحریر کیا ہے کہ:۔

"۔۔۔۔۔۔ عن عبد العزیز بن محمد عن ابیہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اِنَّ عُمَرَؓ بْنَ الْخَطَّابِ قَطَعَ لِعَلِيٍّؓ يَنْبُعَ ثُمَّ اشْتَرٰى عَلِيٌّؓ اِلٰى قَطِيْعَتِهٖ الَّتِيْ قَطَعَ لَهٗ عُمَرُؓ اَشْيَاءَ فَحَفَرَ فِيْهِمَا عَيْنًا فَبَيْنَا هُمْ يَعْمَلُوْنَ اِذْ تَفَجَّرَ عَلَيْهِمْ مِثْلُ الْعُنُقِ الْجَزُوْرِ مِنَ الْمَاءِ فَاَتٰى عَلِيًّاؓ

فَبَشَّرَهُ بِذَالِكَ . . . . وَبَلَغَ جُدَادُهَا فِی زَمَنِ عَلِیٍّ اَلْفَ وَسَقٍ"

۱۔ (کتاب الاسعاف فی احکام الاوقاف ص ۸۰۷ ۔ لبرہان الدین ابراہیم بن موسٰی الطرابلسی الحنفی ۔ سنِ تالیف کتاب ہذا ۹۰۵ھ)

۲۔ وفاء الوفاء لسمہودی ص ۱۳۳۴ ۔ ج ۴ فصل اللہ من تحت لفظ ینبع ۔

۳۔ معجم البلدان للیاقوت الحموی ص ۴۵۰ ج ۲۰ ۔ تحت ینبع ۔

مندرجہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے حضرت علیؓ کے نام زمین کا ایک قطعہ ینبع کے مقام میں متعیّن و مقرر فرمایا۔ پھر حضرت علیؓ نے وہاں عطا شُدہ رقبہ کے پاس کچھ اور (رقبہ) خرید کر کے اضافہ کر لیا۔ وہاں اپنے رقبہ میں کھُدائی کرائی تو وہاں ایک پانی کا زور دار چشمہ پھوٹ نکلا . . . . (روایت کرنے والا ذکر کرتا ہے) کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہی اس آباد رقبہ کی آمدنی ایک ہزار[1] وسق تک پہنچ گئی تھی"

ناظرین کرام! ان واقعات نے واضح کر دیا ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کے باہمی تعلقات نہایت بہتر تھے اور ایک دوسرے سے عطیّات قبول کیا کرتے تھے۔ یہ چیزیں ان کے دوستانہ روابط کے واضح نشانات ہیں جو کسی تشریح و توضیح کے محتاج نہیں۔ ہر منصف مزاج باشعور آدمی ان سے نتائج اخذ کر سکتا ہے۔

---

[1] قولہ ایک ہزار وسق ۔ اس دور میں وسق ایک پیمانہ تھا۔ ایک وسق ساٹھ[6] صاع کا ہوتا تھا اور ایک صاع قریباً ساڑھے تین[3] سیر کا ہوتا ہے (۳½) اس حساب سے ایک ہزار وسق کی آمدنی قریباً چھ سو چھپن خلوار دو من کی ہوتی ہے۔ (منہ)

باب سوم

بفضلہ تعالیٰ اب باب سوم شروع کیا جاتا ہے۔ اس میں چار فصل تجویز کیے گئے ہیں۔
فصل اوّل میں سیّدہ فاطمہؓ کے متعلق چند چیزیں ذکر ہونگی۔ اور حضرت عمر فاروق کی شادی میں حضرت علیؓ کا شامل ہونا ذکر کیا جائے گا۔

فصل دوم میں اُمّ کلثوم دختر علی المرتضیٰؓ کے فاروقی نکاح کے متعلقات و دیگر امور درج ہونگے۔

فصل سوم میں سیّدنا حسنؓ و سیّدنا حسینؓ اور فاروقِ اعظمؓ کے باہمی روابط تحریر کیے جائیں گے۔

فصل چہارم میں حضرت عُمر فاروقؓ کے آخری ایّام میں وصایا وغیرہ اور بعد از وفات کی متعلقہ چند اشیاء بیان کی جائیں گی جن سے حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے تادمِ زیست تعلقات واضح ہونگے۔

فصل اوّل

حضرت سیّدنا فاروق اعظمؓ کو آقائے مقدّس نبی معظم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ایسی عقیدت مندی تھی کہ وہ آپؐ کو اپنی جان و مال سے زیادہ مؤقر و مکرّم سمجھتے تھے اسی طرح وہ اپنے آقا کی اولاد شریف کے ساتھ ہمیشہ پورے احترام و تکریم، اعزاز و اکرام کا تعلق قائم رکھتے تھے۔ فاروقی زندگی کے حالات اس پہ شاہد و گواہ ہیں۔

(۱)

چنانچہ جس وقت حضرت فاطمۃ الزہرا کی خواستگاری اور خطبہ کا مسئلہ پیش آیا تو اس سعادتمندی کے حصول کے لیے حضرت علی کو آمادہ کرنے میں حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوبکر الصدیق دونوں نے مکمل کوشش کی ۔

اس چیز کے متعلق چند ایک حوالہ جات قبل ازیں "حصہ صدیقی" کے باب اول میں مکمل عبارت کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ یہاں ضرورت کے لیے دوبارہ ان کو اجمالاً تحریر کیا جاتا ہے۔

(۱) امالی شیخ طوسی میں شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی شیعی نے حضرت علی کا فرمان نقل کیا ہے:۔

"یَقُوْلُ اَتَانِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَا لَوْ اَتَیْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ فَذَکَرْتَ لَہٗ فَاطِمَۃَ قَالَ فَاَتَیْتُہٗ۔ الخ

(امالی شیخ طوسی شیعی، ج اول ص ۳۸ طبع نجف اشرف عراق)

اور ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں ذکر کیا ہے کہ:

"۔۔۔۔۔ روزے ابوبکر و عمر و سعد بن معاذ در مسجد حضرت رسول نشستہ بودند و سخن مزاوجت حضرت فاطمہ درمیان آوردند ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پس ابوبکر با عمر و سعد بن معاذ گفت کہ برخیزید بنزد علی برویم و اورا تکلیف نمائیم کہ خواستگاری فاطمہ بکند۔ اگر تنگدستی اورا مانع شدہ باشد ما اورا دریں باب مدد کنیم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پس ایشاں بہر نحو یکہ بود آں حضرت را راضی کردند کہ بخدمت آنحضرت رسول روند و فاطمہ را ازاں حضرت خواستگاری نماید۔ حضرت شتر خود را کشود و بخانہ خود آورد و بست و نعلین خود را پوشید و متوجہ خانہ حضرت رسالت شد"

(۲) جلاء العیون ص ۱۲۱-۱۲۲- باب تزویج فاطمہ)

(۳) بحار الانوار باقر مجلسی جلد۔ ۱ ص ۳۷-۳۸- باب تزویج فاطمہ بعلی۔ طبع قدیم ایران۔

(۴) اسی طرح حملہ حیدری میں میرزا رفیع باذل شیعی نے جلد اوّل تحت وقائع سال دوم" ذکر خطبہ نمودن علی المرتضٰی میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ کو خطبہ و خواستگاری فاطمہؓ کے لیے آمادہ کرنا اشعار میں بڑا عمدہ نظم کیا ہے۔ چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں:۔

؎

بپاسخ چنیں گفت یعسوبِ دیں — کہ دارم دو مانع بر اقدام ایں
نخست آنکہ شرم آیدم از نبی — دوم خامشم کردہ دستِ تہی
بگفتند" یاراں" ای شہر یار — تو در خاطرِ خویش از ینہا میار
بہ ترغیبِ "یاراں" علیؓ ولی — بروزِ دگر رفت نزدِ نبیؐ

(حملہ حیدری، ج ا ص ۱۶۱ طبع قدیم سن طباعت ۱۲۶۷ھ
مرزا رفیع باذل ایرانی)

حضرات یہ سب حوالہ جات شیعہ کی معتبر کتب سے ہیں۔ ان حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و غیرہما میں ایک روز فاطمہؓ کے ساتھ نکاح و شادی کا ذکر آیا تو ان حضرات نے کہا کہ حضرت علی المرتضٰیؓ کے پاس جائیں اور ان کو اس نکاح کے لیے آمادہ کریں اور اگر ان کو فقر و فاقہ، زیر دستی و تنگدستی حارج و مانع ہو تو ان کی جا کر امداد کریں۔ .... ان حضرات نے حضرت علیؓ کو جا کر اس معاملہ کے لیے راضی کیا کہ آپ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں جا کر یہ رشتہ طلب کریں۔ حضرت علیؓ نے اپنا اونٹ گھر باندھا اور پاپوش پہن لیے۔ رسُولِ خدا کی خدمت میں اِس مقصد کے لیے حاضر ہوئے۔ الخ

(۲)

پھر جس وقت شادی فاطمہؓ کے لیے رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجلسِ نکاح منعقد فرمائی تو مجلسِ نکاح میں اس نکاح کے گواہ اور شاہد جو مقرر کیے گئے تھے ان میں حضرت سیّدنا عمرؓ بن الخطّاب بھی گواہ تھے۔ اس مسئلہ کے اثبات کے لیے ہم نے قبل ازیں پہلے "حصہ صدّیقی"، باب اوّل میں مفصّل عبارتیں نقل کر دی ہیں۔ چند ایک حوالہ جات کا اختصاراً یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔ اخطب خوارزم شیعی نے مناقبِ خوارزمی میں اور علی بن عیسٰی اربلی شیعی نے کشف الغمّہ اور مُلّا باقر مجلسی نے بحار الانوار جلد عاشر میں اور جلاء العیون میں یہ مضمون ذکر کیا ہے۔ یہ سب روایات شیعہ کی ہیں اور حضرت علی المرتضٰیؓ کا اپنا فرمان ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:-

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب میں حضرت رسُول خدا صلعم کے گھر سے مسجد کی طرف جانے لگا تو فَاسْتَقْبَلَنِي اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وَرَجَعَا مَعِيَ اِلَى الْمَسْجِدِ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (راستے میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے میری ملاقات ہوئی اور وہ لوگ میرے ساتھ مسجد کی طرف چلے آئے) ۔ ۔ (پھر مسجد نبوی میں مجلسِ نکاح منعقد ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ تو پہلے موجود تھے) باقی مہاجرین و انصار کو بھی بُلایا گیا۔ حضرت رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے خطبۂ نکاح پڑھتے ہوئے فرمایا:

"وَاَمَرَنِيْ اَنْ اُزَوِّجَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاُشْهِدَكُمْ عَلٰى ذَالِكَ"

"یعنی مجھے خداوند تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ فاطمہؓ کا علیؓ سے نکاح کر دُوں اور میں تم سب کو اس نکاح کا گواہ بناؤں"

(۱) المناقب خوارزمی۔ ص ۲۵۱-۲۵۲ فصل فی تزویج رسول اللہ صلعم فاطمہؓ طبع مکتبہ حیدریہ۔ نجف اشرف، عراق۔

(۲) کشف الغمہ، ص ۴۸۳-۴۸۴، جلد اوّل۔ باب تزویجہ بسیّدۃ النساء، طبع جدید مع ترجمہ فارسی۔

(۳) بحار الانوار، جلد ۱۰، ص ۳۸-۳۹۔ باب مذکور

اور ملّا باقر مجلسی نے روایتِ مذکورہ کو جلاء العیون بحث تزویج فاطمہؓ با علیؓ میں بھی چند چیزوں کے اضافہ کے ساتھ درج کیا ہے اور ابوبکر الصدّیقؓ و عمرؓ بن الخطاب کے گواہ ہونے کے مسئلہ کو بھی ذکر کیا ہے . . . . (روایت طویل جاری ہے)۔ حضور علیہ السّلام نے فرشتوں کو اس نکاح کا گواہ بنانے کے بعد اس مجلس کے حاضرین کو (جن میں ابوبکرؓ و عمرؓ موجود ہیں) خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مرا (پروردگار) امر کرد کہ فاطمہؓ را با و تزویج نمائیم در زمین شمارا گواہ میگیرم براین "یعنی فاطمہؓ کو علیؓ سے تزویج کر دوں زمین میں اور تم کو اس پر گواہ بناؤں"

(۴) جلاء العیون ملا باقر مجلسی مجتہد گیارھویں صدی۔ ص ۱۲۵۔ باب تزویج سیّدہؓ با علی المرتضیٰ طبع تہران

(۳)

اب ہم تیسری چیز پیش کرتے ہیں۔ جس میں سیّدنا عمر فاروقؓ کے نزدیک حضرت فاطمہؓ کا احترام ملحوظ رکھنا اور آقائے نامدار (صلعم) کی صاحبزادی ہونے کی وجہ سے عزّت و توقیر کی نگاہ سے دیکھنا منقول ہے۔ یہ تمام چیزیں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ انتہائی عقیدت کے بیّن ثبوت ہیں۔ یہ روایت حاکم نیشاپوری نے مستدرک میں درج کی ہے:

" . . . . . اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَخَلَ عَلٰی فَاطِمَۃَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا فَاطِمَۃُ وَاللّٰہِ مَا رَأَیْتُ اَحَدًا اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) مِنْکِ وَاللّٰہِ مَا کَانَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ اَبِیْکِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْکِ "

(۱) المُستَدرک للحاکم جلد ثالث، ص ۱۵۵۔

(۲) کنز العُمّال، ج ۷، ص ۱۱۱ (ک)، طبع اول قدیم۔

یعنی حضرت عُمر بن الخطاب (ایک دفعہ) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور یہ ذکر کیا کہ آپ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری ہیں اور اللہ کی قسم میرے نزدیک بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔"

(۴)

چوتھی چیز یہ عرض کی جاتی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہؓ محزون و مغموم رہا کرتی تھیں۔ تقریباً چھ ماہ کے بعد ۱۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی بیماری کے دوران حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا عیادت و بیمار پُرسی کے لیے جانا شیعہ علماء نے لکھا ہے مگر واقعات کو مسخ کر کے عداوت کی داستان مرتب کر دی ہے جیسا کہ ان دوستوں کا دیرینہ شیوہ ہے۔ کتاب سلیم بن قیس میں واقعہ عیادت ذکر کیا ہے اور دشمنی کی رنگ آمیزی کر کے نقشہ پیش کیا ہے۔ گویا دوستی کے واقعات کو دشمنی کی حسین شکل دے دی ہے۔

ـــــــ بعد ازیں اس مقام میں حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں حضرت عمر فاروقؓ کا شامل ہونا ہم درج کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مسئلہ امام زین العابدینؒ اور امام محمد باقرؒ سے مختلف کتابوں میں مروی ہے۔ سردست مندرجۂ ذیل حوالہ جات اس مسئلہ کے لیے پیش خدمت ہیں اور حصّہ اوّل صدیقی میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔ وہاں صدیق اکبرؓ کا جنازہ ہذا میں شامل ہونا لکھا گیا تھا۔ یہاں حضرت عمرؓ کا شامل ہونا ثابت کیا جا رہا ہے۔

زین العابدین علی بن الحسینؓ کی روایت

محب الطبری نے ابن السمان کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ:۔

"۔ ۔ ۔ ۔ عن مَالِكٍ عن جعفر بن محمد عن أبِيهِ عن جَدِّهٖ عَلِيّ بْنِ الْحُسَيْنِؓ قَالَ مَاتَتْ فَاطِمَةُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فَحَضَرَهَا اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَلَمَّا وُضِعَتْ لِيُصَلّٰى عَلَيْهَا قَالَ عَلِيٌّ تَقَدَّمْ يَا اَبَا بَكْرٍ قَالَ وَاَنْتَ شَاهِدٌ يَا اَبَا الْحَسَنِ؟ قَالَ نَعَمْ! تَقَدَّمْ فَوَاللّٰهِ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا غَيْرُكَ فَصَلّٰى عَلَيْهَا اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ وَدُفِنَتْ لَيْلًا" خَرَّجَهُ الْبَصْرِي وَخَرَّجَهُ السَّمَّان فِي الْمُوَافَقَةِ۔

(ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، ج ا ص ۱۵۶، باب وفاۃ فاطمہؓ)

"امام محمدؐ باقرؓ کی روایت

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عن جعفر بن محمّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَاتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ لِيُصَلُّوْا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ تَقَدَّمْ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاَتَقَدَّمَ وَاَنْتَ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمَ اَبُوْبَكْرٍ وَصَلّٰى عَلَيْهَا"

(کنز العمّال علی متقی ہندی، طبع اوّل، ج ۶، ص ۳۱۸
باب فضائل الصحابہ فصل فی تفضیلہم فضل الصدیق
بحوالہ خط فی رواۃ مالک)

ہر دو روایات کا حاصل یہ ہے کہ

"جعفر صادق اپنے والد محمد باقرؒ سے اور وہ اپنے والد زین العابدین سے نقل کرتے ہیں کہ مغرب و عشا کے درمیان فاطمۃ الزہراؓ کی وفات ہوئی۔

(ان کی وفات پر) ابوبکر الصدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ یہ سب حضرات تشریف لاتے۔ جب نماز کے لیے جنازہ سامنے رکھا گیا تو علی المرتضیٰؓ نے ابوبکر الصدیقؓ کو کہا کہ آپ نماز پڑھانے کے لیے آگے تشریف لائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن! آپ کی موجودگی میں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! آپ پیش قدمی فرمائیں۔ آپ خلیفۂ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ کی قسم! آپ کے بغیر کوئی دوسرا شخص فاطمہ پر نماز جنازہ نہیں پڑھائیگا۔ تب ابوبکر الصدیقؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رات کو دفن کی گئیں۔"

(۵)

حضرت عمرؓ کی شادی میں حضرت علیؓ کی شمولیت

معاشرے میں دستور چلا آتا ہے کہ خوشی و غمی کے مواقع میں دوست و احباب ایک دوسرے کے ساتھ شریکِ حال ہُوا کرتے ہیں۔ اس دستور کے موافق حضرت عمرؓ نے اپنی تقریبِ نکاح اور شادی میں دیگر لوگوں کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کو بھی مدعو کر کے شامل کیا۔ اور انہوں نے اس دعوت کو بخوشی منظور کر کے شمولیت فرمائی۔ پھر وہاں حضرت علیؓ کی طرف سے انبساطِ طبع کا ایک واقعہ پیش آیا۔ مندرجہ ذیل کتابوں میں یہ مضمون موجود ہے۔ تطویل سے بچنے کے لیے صرف ایک کتاب (الاستیعاب) کی عبارت درج کی جاتی ہے یہ عام متداول کتاب ہے۔ باقی کتب کا حوالہ دے دینا کافی خیال کیا ہے۔

"..... فَتَزَوَّجَهَا (عَاتِكَةَ بِنْتَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ) عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ سَنَةَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً فَاَوْلَمَ عَلَيْهَا فَدَعَا جَمْعًا فِيهِمْ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ فَقَالَ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ دَعْنِي اُكَلِّمُ عَاتِكَةَ قَالَ افْعَلْ فَاَخَذَ بِجَانِبَيِ الْبَابِ وَقَالَ يَا عُدَيَّةَ نَفْسِهَا اَيْنَ قَوْلُكِ؟ فَاٰلَيْتُ

لَا تَنفَکُّ عَیْنِیْ حَزِیْنَۃً عَلَیْکَ وَلَا یَنفَکُّ جِلْدِیْ اَغْبَرًا ۔ فَبَکَتْ (عَاتِکَۃُ)
فَقَالَ عُمَرُ مَا دَعَاکَ اِلٰی ھٰذَا یَا اَبَا الْحَسَنِ؟ کُلُّ نِسَآءٍ یَفْعَلْنَ ھٰذَا۔" الخ

(۱) "کتاب نسب قریش" مصعب زبیری :تذکرہ
ولد عدی بن کعب، ج۔۱، ص ۳۶۵۔

(۲) "الاستیعاب لابن عبد البر، ج ۴ ص ۳۵۵ معہ
اصابہ: تذکرہ عاتکہ۔

(۳) کتاب التمہید لابن عبد البرؒ قلمی پیر جھنڈا (سندھ)
ج ۶ ص ۲۵۲، تحت مرویات یحییٰ بن سعید ۴۶

(۴) اُسد الغابہ لابن اثیر الجزری، ج ۵ ص ۴۹۸۔
تذکرہ عاتکہ بنت زید۔

ان حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

○ حضرت امیر عمرؓ نے مسماۃ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل کے ساتھ ۱۲ھ میں شادی کی اور آپ نے ولیمہ کیا۔ دوست احباب کو مدعو کیا۔ ان میں حضرت علیؓ بن ابی طالب کو بھی شریک دعوت کیا۔ (خورو نوش سے فراغت کے بعد) خوش طبعی کے طور پر حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ عاتکہ (مذکورہ) سے کلام و تکلم کی اجازت ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ حضرت علیؓ نے خانگی پردہ سے باہر رہتے ہوئے عاتکہ کو اس کے چند اشعار یاد دلائے (جو اس نے اپنے سابق خاوند عبد اللہ بنؓ ابی بکر کی وفات پر غم کی حالت میں کہے تھے) پہلا شعر یہ ہے ؎

فَآلَیْتُ لَا تَنفَکُّ عَیْنِیْ حَزِیْنَۃً
عَلَیْکَ وَلَا یَنفَکُّ جِلْدِیْ اَغْبَرًا

"یعنی اے زوج میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میری آنکھ تجھ پر ہمیشہ غمناک رہے گی اور میرا جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا۔"

تو عاتکہ اس یاد دہانی پر رونے لگی حضرت عمرؓ نے یہ سُنا تو علی المرتضیٰؓ کو کہا کہ اے ابوالحسن! آپ اس کو غمناک کر رہے ہیں، عورتیں تو اسی طرح کیا کرتی ہیں (یعنی سابقہ چیز کو فراموش کر کے نیا معاملہ کر لیتی ہیں)۔

مندرجاتِ فصل ہذا

سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کا تعلق حضور نبی کریم علیہ السلام کی اولاد شریف کے ساتھ نہایت عقیدت مندی کا تعلق تھا۔ دوامًا ان کی عزت کو ملحوظ رکھتے تھے۔ پھر تادمِ زیست اس نسبت کو قائم رکھا اور حقوقِ رفاقت کو ادا کرتے رہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ بھی دوستانہ روابط ہمیشہ سے قائم رکھے ہوئے تھے۔ خوشی و غمی میں ایک ساتھ رہتے تھے۔ ایک دوسرے کو مدعو کرتے تھے۔ باہمی دعوت قبول کرتے تھے۔ ان حضرات کے درمیان کوئی انقباض نہ تھا۔ یہ واقعات اس چیز کی واضح شہادت دے رہے ہیں۔

ایک رفعِ اشتباہ

باب سوم فصل اوّل میں ہم نے سیدہ فاطمہؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ کے بعض تعلقات کا ذکر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض لوگوں کی طرف سے شبہات ذکر کیے جاتے ہیں۔ ان کے ازالہ کی ضرورت ہے۔ لہٰذا مختصراً شبہ پیش کر کے اس کا جواب عرض کیا جاتا ہے۔ یہ بحث اہل علم کے مناسب ہو گی۔ عوام ناظرین اکتا نہ جائیں۔

——— کتاب "الامامۃ والسیاسۃ" لابن قتیبہ دینوری۔ "العقد الفرید" لابن عبد ربہ۔ "تاریخ الامم والملوک" لابن جریر طبری وغیرہا سے بعض لوگ ایک واقعہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر الصدیق

کی بیعت کے موقعہ پر ابوبکرؓ کے حکم سے حضرت عمرؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے گھر گئے بقول بعض رواۃ کے آگ بھی ساتھ لے گئے ان کو ڈرایا دھمکایا، حضرت فاطمہؓ سے سخت کلامی ہوئی اور کہا کہ اگر تم لوگ ابوبکر الصدیق سے بیعت نہ کرو گے تو میں تمہارا گھر جلا دونگا تب حضرت علیؓ و زبیرؓ وغیرہ خوف زدہ ہو کر ابوبکر الصدیقؓ کے پاس گئے اور بیعت کرلی۔"

ہم نے اس واقعہ کا خلاصہ عرض کر دیا ہے۔ لوگ اس واقعہ کو تفصیلات کے ساتھ بڑی آب و تاب سے نقل کرتے ہیں اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی حضرت فاطمہؓ و علی المرتضیٰؓ کے ساتھ دشمنی ثابت کی جائے اور عداوت نشر کی جائے۔ اس "کارِ خیر" کے سوا کچھ مطلوب نہیں ہوتا۔ اس کام میں ان کی مدتیں صرف ہو گئی ہیں اور ان کے اسلاف کی عمریں ختم ہو گئی ہیں۔

——— اس شبہ کے ازالہ کے لیے اور اس اعتراض کے جواب کی خاطر قبیل ازیں حصہ صدیقی بحث بیعت میں چند چیزیں ذکر کی گئی ہیں اور ہم یہاں بھی چند اُمور ذکر کرتے ہیں منصف طبائع اور حق پسند حضرات ان شاء اللہ تعالیٰ ان کو شرفِ پذیرائی بخشیں گے اور معمولی سے غور و فکر کے بعد صحیح نتائج پر پہنچ سکیں گے۔

(ا)

اولاً عرض ہے کہ واقعہ ہٰذا کو بیشتر ایسی کتابوں سے پیش کیا جاتا ہے جو بے سند و بے لگام ہیں۔ ان کتب میں واقعات کی سند بیان نہیں کی جاتی (جس کے ذریعہ واقعہ کی صحت اور سقم کی تحقیق ہو سکے) مثلاً ابنِ قتیبہ دینوری کی طرف منسوب شدہ کتاب "الامامۃ والسیاسۃ"، "العقد الفرید" لابن عبدربہ وغیرہ۔ اس قسم کی بلا اسناد و بے سند کتابوں میں اس واقعہ کا مذکور ہونا کچھ حجت و دلیل نہیں بن سکتا اور نہ ہی اس کو صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اس نوع کی کتب میں صدق و کذب، سچ جھوٹ، صحیح و غلط سب قسم کی ملاوٹ پائی جاتی ہے ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

—— نیز عرض ہے کہ صحابۂ کرام کے باہم "بغض و عداوت"، عناد و فساد بتلانے والی روایات کو شیعہ رواۃ اور شیعہ مُصنّفین ہی شدومد سے نشر کیا کرتے ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ الامامۃ والسیاسۃ، اور عقد الفرید کے مؤلفین اسی ذہن کے آدمی ہیں سو ہ ابنِ قُتَیبَہ جو ایک سُنّی عالم ہے، "مختلف الحدیث" اور "المعارف" وغیرہ اس کی مشہور تصانیف ہیں دوسرا شخص ہے اور الامامۃ والسیاسۃ کا مؤلف کوئی تقیّہ باز بزرگ ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفۂ اثنا عشریہ کے مکائد میں ابنِ قُتَیبَہ کے متعلق متعدد بار کلام کیا ہے۔ کید ۱۹ و ۲۳ و ۸۱ ملاحظہ فرما کر تسلی کی جاسکتی ہے۔

اور صاحب "العقد الفرید" کے متعلق علماء نے تصریح کر دی ہے، مثلاً ابنِ خلکان نے کہا ہے کہ اس کی کتاب نے ہر قسم کی اشیاء (صحیح و غلط) کو جمع کر ڈالا ہے" اور ابن کثیر نے اس کے حق میں کہا ہے کہ اس کا کلام اس کے شیعہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ کشف الظنون، جلد دوم، ص ۱۱۴۹ تحت "العقد الفرید" ملاحظہ ہو۔

نیز "العقد الفرید" جدید طبع کے مقدمہ میں طابعین کی طرف سے اس بزرگ کی پوزیشن ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ درج ہیں:- وَهُوَ اَمْيَلُ اِلَى التَّشَيُّعِ" یعنی شیعہ مذہب کی طرف ان کا بہت زیادہ رُجحان ہے"۔

لہٰذا ان دونوں کتابوں کی روایت ناقابلِ اعتبار ہے۔

(۲)

ثانیاً عرض ہے کہ احراقِ بیت کا واقعہ بعض باسند کتابوں میں پایا جاتا ہے وہ اسانید عام طور پر مجروح ثابت ہوتی ہیں ان کے رواۃ کئی طرح کی جرح سے مطعون پائے گئے ہیں جیسے تاریخ طبری میں یہ واقعہ ہے لیکن اس سند میں کذاب و دروغ گو لوگ موجود ہیں ابنِ حمید جو طبری کا مروی عنہ ہے اس کو "احذق بالکذب" (دروغ گوئی میں بڑا ماہر) کہا گیا ہے اور یہ شخص "متقلب المتون والاسانید" یعنی متن و سند میں کئی قسم کی تبدیلیاں کر دینے والا بزرگ

ہے۔ نیز یہ روایت منقطوع ہے اس واقعہ کا ناقل زیاد بن کلیب خود واقعہ میں موجود نہیں تھا کسی شخص نے اس کو یہ واقعہ بیان کیا۔ بیان کنندہ کون صاحب ہے کیسا ہے؟ کچھ معلوم نہیں۔

(۳)

پھر جن روایات کے اسانید پر معمولی جرح پائی جاتی ہے ان میں یہ خامی ہے کہ وہ روایات بھی منقطوع ہیں۔ روایت کی سند کے آخری راوی اور واقعہ ہٰذا کے درمیان "انقطاعِ زمانی" پایا گیا ہے۔ بیان کنندہِ روایتِ ہٰذا واقعہ میں موجود نہیں۔ کسی صاحب سے سُن کر اس نے روایت چلا دی ہے۔ ابن ابی شَیْبَہؒ اور ابن عبد البرؒ وغیرہ کی روایات اسی نوعیت کی ہیں یعنی منقطوع پائی گئی ہیں۔ زید بن اسلم اور خود اسلم دونوں باپ بیٹا اس واقعہ کے وقت مدینۂ طیبہ میں ہرگز موجود نہ تھے۔ نیز علماء نے زید بن اسلم کے متعلق تصریح کر دی ہے کہ یہ بزرگ مدلّس ہے۔ اپنی روایات میں بعض اوقات تدلیس کر دیتا ہے۔ ملاحظہ ہو (۱) مقدمہ کتاب التمہید لابن عبد البر باب بیان التدلیس، ج ۱ ص ۳۶ طبع مراکش۔ (۲) تہذیب التہذیب لابن حجر تذکرہ زید بن اسلم، ج ۳ ص ۳۹۶۔ یہ سب شنید در شنید انہوں نے نقل کر دی ہے۔ پھر کبھی واقعہ ہٰذا کی تعبیر نفرت آمیز الفاظ سے کر دی اور کاہے یہی مضمون نرم اور مناسب الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ گویا ناقلین حضرات نے اس نا دیدہ واقعہ کو صرف شنید کی بنا پر کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ مثل مشہور ہے کہ

ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ

نیز اہلِ علم اور فنِ حدیث سے واقف حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ مُصنّف ابن ابی شیبہ طبقاتِ حدیث و درجاتِ محدثین میں تیسرے درجہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ پہلے درجہ میں مؤطّا مالک و صحیحین (بخاری و مُسلم) کا شمار ہوتا ہے۔ دوسرے درجہ میں باقی صحاح ستّہ کا۔ تیسرے درجۂ حدیث میں جن کتابوں کا شمار ہوتا ہے ان میں مصنّف ابن ابی شیبہ و مصنّف عبد الرزاق وغیرہ ہیں (ملاحظہ ہو عجالہ نافعہ شاہ عبد العزیزؒ)۔ ان حضرات نے روایات

میں ثقاہت وصحت کا خاص التزام نہیں کیا تھا اس وجہ سے محدثین نے ان کو تیسرے درجہ میں رکھا ہے۔

—— اور "الاستیعاب" لابن عبدالبر اگرچہ صحابہ کرامؓ کے تراجم میں بہتر کتاب ہے۔ لیکن صحابہؓ کے مشاجرات وغیرہ کے متعلق اس میں چند چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں جنہوں نے کتاب ہذا کو عیب دار کر دیا۔ ان امور کی وجہ سے علماء نے کتاب کی تعریف و توثیق کرنے کے باوجود اس پر نقد بھی کیا ہے۔

چنانچہ مقدمہ ابن صلاح یا علوم الحدیث لابن صلاح میں علامہ ابن صلاح نے باب النوع التاسع والثلاثون، ص ۱۴۵، طبع ممبئی اور ص ۲۶۲، طبع جدید مدینہ طیبہ میں الاستیعاب کے متعلق لکھا ہے: ....

وَمن اجلّها و اکثرها فوائد کتاب "الاستیعاب" لولا ما شانہٗ من ایرادہٖ کثیراً مِمَّا شَجَرَ بَیْنَ الصَّحَابَۃِ وَحکایاتہٖ عن الاخباریین لا المحدثین وغالب علی الاخباریین الاکثار والتخلیط فیما یرْوُوْنَہٗ

—— حاصل یہ ہے کہ تراجم صحابہ کی کتابوں میں بہترین فوائد کی کتاب الاستیعاب ہے۔ اگر اس میں وہ چیزیں نہ ہوتیں جنہوں نے اس کو عیب لگا دیا ہے۔ صحابہ کے تنازعات وغیرہ کی بہت سے چیزیں اور اخباری لوگوں کی حکایات اس نے ذکر کر دی ہیں۔ یہ چیزیں محدثین سے نہیں نقل کیں۔ اخباری اور مؤرخ لوگ اپنی مرویات میں اکثار و تخلیط کر دیتے ہیں یعنی صحت و واقعات کا کچھ خیال نہیں رکھتے۔ بس اس چیز نے اس کتاب کو عیب دار بنا دیا ہے۔

—— اسی طرح حافظ ابن کثیرؒ نے "الباعث الحثیث" النوع التاسع والثلاثون میں یہی چیز بحوالہ ابن صلاح مندرجہ ذیل الفاظ میں درج کی ہے۔

وقد شان ابن عبدالبر کتابہ "الاستیعاب" بذکر ما شجر بین الصحابۃ

مما تلقاہ من کتب الاخباریین وغیرھم "

(الباعث الحثیث" لابن کثیر، ص ۱۷۹ طبع مصر
طبع ثالث، تحت نوع ۳۹)

یعنی حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ ابن عبدالبرؒ نے مشاجرات و تنازعات صحابہ کرام کو اخباری و مورخین لوگوں سے حاصل کر کے اپنی کتاب "الاستیعاب" میں ذکر کرنے سے اس کو عیبناک و داغدار بنا دیا ہے "

(۴)

رابعاً یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ واقعہ "احراق" کی روایات جہاں جس درجہ کی کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں وہ ائمہ عظام کے فرمودات کی روشنی میں قابل ترک ہیں قبولیت کی مستحق نہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ اور امام محمد باقرؒ نے مندرجہ ذیل نصائح و فرامین میں اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے۔

حضرت علیؓ کا فرمان

کتاب "تذکرۃ الحفاظ" جلد اول، حضرت علیؓ کے تذکرہ میں حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ

(۱) ...... عن ابی الطفیل عن علیؓ قال حدثوا الناس بما یعرفون ودعوا ما ینکرون أتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ؟ (قال) الذہبی فقد زجر الامام علیؓ عن روایۃ المنکر وحث علی التحدیث بالمشہور وھذا اصل کبیر فی الکف عن بث الاشیاء الواھیۃ والمنکرۃ من الاحادیث فی الفضائل والعقائد والرقائق "

(تذکرۃ الحفاظ، ج ۱ ص ۱۲)

"یعنی امام الائمہ فرماتے ہیں کہ جو بہتر اور معروف چیز ہو وہ لوگوں کو

بیان کیا کریں جو ناپسند اور بری چیز ہو اس کو چھوڑ دیں اور بیان نہ کیا کریں۔

فاضل ذہبی کہتے ہیں اس نصیحت میں علی المرتضیٰؓ نے ہم کو ناپسندیدہ چیزیں روایت کرنے سے منع فرما دیا ہے، مشہور و معروف اور بہتر چیزوں کے نشر کرنے کی ترغیب دی ہے۔ واہیات اور بے اصل چیزوں کے پھیلانے سے روکنے کے لیے یہ بہت بڑا ضابطہ ہے خواہ وہ چیزیں فضائل سے متعلق ہوں یا عقائد سے یا رقائق وغیرہ سے۔"

امام محمّد باقر کا بیان

شیعہ کتابوں میں موجود ہے کہ امام محمد باقر نے خطبۃ الوداع میں سے فرمان نبوت نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

ـــــ فَاِذَا اَتَاكُمُ الْحَدِيْثُ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَسُنَّتِيْ فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ فَخُذُوْا بِهٖ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ فَلَا تَأْخُذُوْا بِهٖ۔

(احتجاج طبرسی ص ۲۲۹ طبع قدیم، احتجاج ابی جعفر محمد بن علی الثانی فی انواع شتّٰی)

"یعنی جب تمہارے سامنے کوئی روایت پیش کی جائے تو اس کو کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ پر پیش کرو۔ جو خدا کی کتاب اور سنتِ رسولؐ کے موافق ہو وہ قبول کر لو اور جو روایت ان دونوں کے برخلاف پائی جائے اس کو قبول نہ کرو۔"

ناظرین باتمکین خیال فرماویں کہ اللہ کی کتاب گواہ ہے کہ یہ حضراتؓ آپس میں مہربان اور شفیق ہیں۔ اللہ نے ان کے قلوب میں اُلفت پیدا کر دی ہے۔" ان کے نیک اعمال

کی بنا پر اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو چکا ہے۔ اور سُنّتِ نبوی شاہد ہے کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں رہنے والے یہ تمام حضرات شیر و شکر تھے، باہم دوست تھے، ایک دوسرے کے خیر خواہ تھے، باہم کوئی عداوت نہیں رکھتے تھے، نہ ہی ان کے درمیان کوئی پُرخاش تھی۔"

——— اور واقعۂ مذکورہ کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اُس نے صحابہ کے کردار کا بعد از انتقالِ نبوی نقشہ ہی دوسرا پیش کر دیا یعنی ان حضرات نے تلواریں سونت لیں۔ ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے لگے۔ دخترِ نبی کا گھر جلانے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ حضرت علیؓ و زبیرؓ کے ساتھ دست و گریباں ہونے تک نوبت پہنچی۔

——— مندرجۂ بالا فرمودات کی روشنی میں ہمچوں قسم کی روایات کو تسلیم کر لینے کا کوئی جواز نہیں۔ ان مرویات کا مضمون کتاب اللہ کے ساتھ معارض ہے۔ سُنّتِ نبوی کے حالات کے برخلاف ہے۔ ایسے مُنکر مضامین کو قبول کرنا ائمہ معصومین کے فرامین کو پسِ پُشت ڈال دینے کے مرادف ہے۔

——— نیز قرآن مجید کی نصوصِ صریحہ ان چیزوں کی تردید کر رہی ہیں۔ کلامِ خداوندی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہیوں اور ہم نشینوں کی صفت بیان کی گئی ہے کہ: يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھی اور ہمنشین ہمیشہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی طلب کرتے ہیں۔" یہ ان حضرات کا طریقِ کار اور شیوۂ زندگی ہے اور شب و روز اللہ کا فضل تلاش کرنا اور رضا جوئی اختیار کرنا ان کا معمول ہے۔

بالفرض باہم تنازع اور شر و فساد بتلانے والی روایات درست تسلیم کر لی جائیں تو ان حضرات کی صفات و عادات یوں بیان کی جاتیں کہ يَبْتَغُونَ شَرًّا مِّنَ اللّٰهِ وَغَضَبًا حالانکہ اس طرح نہیں ہُوا۔

(۵)

خامساً یہ عرض ہے کہ واقعہ ہٰذا بیان کرنے والی اس قسم کی روایات بھی تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں دستیاب ہیں جہاں اس قسم کا تنازعہ اور مناقشہ بالکل مفقود ہے نہ ہی وہاں حضرت فاطمہؓ سے درشت کلامی پائی جاتی ہے نہ ہی وہاں حضرت علیؓ و زبیرؓ پر دست درازی کا وجود ہے اور نہ ہی مناقشہ نما اور فتنہ انگیز چیزوں کا نام ونشان ہے۔ اس نوع کی روایات میں سے صرف اس وقت بلاذری کی ایک روایت انساب الاشراف جلد اول سے پیش کی جاتی ہے تاکہ اس واقعہ کے متعلق متعدد صورتیں آپ کے سامنے آجائیں اور اس مسئلہ کی تصویر کے دوسرے رُخ کو بھی دیکھ سکیں۔

احمد بن یحییٰ بلاذری نے اپنی سند کے ساتھ مندرجہ ذیل الفاظ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے:

...... لَمَّا بَايَعَ النَّاسُ اَبَابَكْرٍ اعْتَزَلَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ فَبَعَثَ اِلَيْهِمَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَاَتَيَا مَنْزِلَ عَلِيٍّ فَقَرَعَا الْبَابَ فَنَظَرَ الزُّبَيْرُ مِنْ قُتْرَةٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى عَلِيٍّ فَقَالَ هٰذَانِ رَجُلَانِ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَلَيْسَ لَنَا اَنْ نُقَاتِلَهُمَا قَالَ اِفْتَحْ لَهُمَا ثُمَّ خَرَجَا مَعَهُمَا حَتّٰى اَتَيَا اَبَابَكْرٍ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا عَلِيُّ اَنْتَ ابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَصِهْرُهٗ فَتَقُوْلُ اِنِّيْ اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ لَا هَا اللّٰهِ لَاَنَا اَحَقُّ بِهٖ مِنْكَ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صلعم) اُبْسُطْ يَدَكَ اُبَايِعْكَ فَبَسَطَ يَدَهٗ فَبَايَعَهٗ الخ

(انساب الاشراف ص ۵۸۵ - بلاذری جلد اول احمد بن یحییٰ بلاذری، المتوفی ~~۲۷۷ھ~~ ۲۷۹ھ - طبع جدید مصری - سن طباعت ۱۹۵۹ء)

اور یہ روایت قبل ازیں رحماء بینہم کے حصہ اوّل صدیقی میں مسئلہ بیعت کے تحت روایت ۵ میں مفصّل درج کی جا چکی ہے اور وہاں اس کا ترجمہ بھی ذکر کر دیا تھا۔ اب یہاں مختصراً نقل کی گئی ہے۔

——— ناظرین کرام نے ملاحظہ فرما لیا کہ اس موقعہ کی روایات سب ایک قسم کی نہیں ہیں بعض میں کسی قسم کا تنازعہ و جھگڑا سرے سے پایا ہی نہیں جاتا اور بعض دیگر مرویات میں بڑی ہنگامہ آرائی دکھائی گئی ہے۔ قارئینِ کرام پر واضح ہو کہ علماء کرام نے قبل ازیں "مناقشہ خیز روایات" پر جرح و قدح کر دی ہے ذیل میں وہ درج کی جاتی ہے:۔

(۱) ——— شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ باب مطاعن فاروقی طعن نمبر دوم میں احراقِ بیت کے واقعہ کے متعلق فرمایا ہے کہ:

"این قصّہ سراسر واہی و بہتان و افتراست"

(۲) ——— مولانا عبدالعزیز پرہاروی اپنی کتاب نبراس شرح شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں کہ:

"وَسَايَعِهَا اَنَّ اَبَابَكْرٍ اَمَرَ بِاِحْرَاقِ بَيْتِ عَلِيٍّ وَفِيْهِ فَاطِمَةُ وَحَسَنَانِ لِتَاَخُّرِهِ عَنِ الْبَيْعَةِ قُلْنَا كَذِبٌ مَحْضٌ"

(نبراس شرح شرح عقائد طبع ملتان ص۵۲۹،
تحت متن والاشتراط ان یکون الامام معصوماً)

یعنی ہر دو حوالہ جات کا مطلب یہ ہے کہ بیعت میں تاخیر کی وجہ سے حضرت علیؓ کے رہائشی مکان جلانے کے لیے امر کرنے کا واقعہ سراسر بہتان ہے۔ افترا ہے اور واضح جھوٹ ہے"

اندریں حالات جن روایات میں اس قسم کا جھگڑا مذکور نہیں ہے ان کو ٹھیک تسلیم کیا جائے گا۔ باقی قابلِ قبول نہ ہونگی۔

بحث انداء کے متعلق ابن ابی الحدید کا بیان

ناظرین کرام مطلع رہیں کہ سیدہ فاطمہؓ کے خانہ سوزی کے متعلق روایات کی تردید صرف سُنی علماء نے ہی نہیں کی بلکہ بعض شیعہ علماء نے بھی ان روایات کو ناقابلِ قبول اور غیر معتمد و غیر معتبر قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ :-

واما ما ذکرہ من الهجوم علی دار فاطمة وجمع الحطب لتحریقها فهو خبر واحد غیر موثوق به ولا معمول علیه فی حق الصحابة بل و لا فی حقِ احدٍ من المسلمین ممن ظهرت عدالتہٗ "

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی ص ۱۳۱، جلد ۴ طبع بیروت تحت متن "قولہٗ لعمار بن یاسر وقد سمعہ یراجع کلاما دعہ یا عمار)

حاصل یہ ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کے خانہ پر ہجوم کرنا اور خانہ سوزی کے لیے لکڑی جمع کرنے کی روایات خبرِ واحد ہیں (یعنی مشہور و متواتر نہیں ہیں) یہ غیر معتمد ہیں، نہ صحابہ کے حق میں قابلِ عمل ہیں نہ کسی دوسرے عادل مسلمان کے حق میں"

علی سبیل التنزل

بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اس موقع پر سیدہ فاطمہؓ حضرت عمرؓ پر اس وجہ سے ناراض ہو گئی تھیں تو اس کے متعلق عرض ہے کہ شیعہ علماء نے اپنی معتبر تصانیف میں حضرت فاطمہؓ کا حضرت عمرؓ کے حق میں راضی ہو جانا بھی درج کیا ہے۔

(۱)

ابن ابی الحدید شیعی معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں ابوبکر الجوہری شیعی کے حوالہ سے پہلے

حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی ذکر کی ہے اس کے بعد آپ کی رضامندی کو بایں الفاظ درج کیا ہے:۔

——— قَالَ فَمَشٰى إِلَيْهَا أَبُوبَكْرٍ بَعْدَ ذٰلِكَ وَشَفَعَ لِعُمَرَؓ وَطَلَبَ إِلَيْهَا فَرَضِيَتْ عَنْهُ "

(شرح نہج البلاغہ جدیدی، ج ۱، ص ۱۵۷، طبع بیروت
بحث الامام الی البیعۃ)

اور "حق الیقین" میں ملا باقر مجلسی نے بھی عمر فاروقؓ کے ساتھ حضرت فاطمہؓ کا راضی ہونا درج کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"۔۔۔ چوں علی و زبیر بیعت کردند و این فتنہ فرونشست ابوبکر آمد و شفاعت کرد از برائے عمرؓ و فاطمہ از و راضی شد "

("حق الیقین" ملا باقر مجلسی ص ۱۱۰ طبع قدیم لکھنؤ۔
و طبع جدید طہران، ص ۱۸۰ بحث بیعۃ علی بجبر و قہر بود)

حاصل یہ ہے کہ جب علیؓ اور زبیرؓ نے ابوبکر الصدیق سے بیعت کر لی اور یہ فتنہ فرو ہو گیا تو ابوبکرؓ فاطمہؓ کے پاس آئے اور عمرؓ کے لیے سفارش کی تو فاطمہؓ عمرؓ سے راضی ہو گئیں"۔

دعوتِ مصالحت

جب ہمارے بزرگانِ محترم آپس میں رضامند ہو گئے تو ہم ان کے تابعداروں کو بھی باہم شرانگیزی اور فتنہ خیزی کی حرکات ختم کر دینی چاہییں۔ اور آپس میں صلح و آشتی کی فضا سازگار بنانی چاہیے۔

فصل دوم

فصل اوّل کی طرح اس فصل میں بھی پانچ امور ذکر کرنے کی تجویز ہے۔
سیدنا عمرؓ فاروق اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کے تعلقات اور روابط کے لیے یہ چیزیں تاریخی شواہد ہیں جو ہم ناظرین باتمکین کی خدمت میں کتب روایات اور تاریخی کتب سے فراہم کرکے پیش کر رہے ہیں۔ پوری توجہ کے ساتھ ان کو ملاحظہ فرمادیں:

امرِ اوّل

—— لوگوں میں یہ امر مسلّم ہے کہ دو شخصوں کے درمیان رشتہ داری کا قائم ہونا ایک آدمی کا لڑکی کا رشتہ دینا دوسرے شخص کا اس کو قبول کرنا باہم اعتماد اور وثوق کی بنا پر ہوتا ہے اور آپس میں رشتہ کرلینے کے بعد یہ برادرانہ رابطہ مضبوط تر ہوجایا کرتا ہے۔
اس تمدنی و نفسیاتی اصول کے تحت حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطابؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے ان کی صاحبزادی اُمّ کلثوم کا رشتہ طلب کیا اور حضرت علیؓ نے بخیر وخوبی اور رضامندی سے اپنی عزیزہ کا نکاح کر دیا۔ جبر واکراہ اور قہر وتشدّد کی کوئی صورت نہیں پیش آئی۔
اس موقع پر حضرت عمر فاروقؓ نے دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے سردار دوعالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان بیان کیا جو انہوں نے خود حضور علیہ السلام سے سنا تھا۔ یعنی فرمانِ نبوت ہے کہ "قیامت کے روز تمام رشتے اور تعلقات ختم ہوجائیں گے مگر صرف میرے خاندان کے ساتھ رشتہ اور انتساب کام آئے گا"۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ میری دلی آرزو ہے کہ نبی کریم علیہ السّلام کے قبیلے کے ساتھ میری نسبت قائم ہو جائے۔

یہ مسئلہ حدیث، روایات اور تاریخ کی کتابوں میں درج ہے اور محدثین اور مورخین نے اس کو درج کیا ہے۔ ان میں سے پہلے چند ایک حوالہ جات قارئین کرام کی تسلی کے لیے یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد علماء انساب و تراجم کی تصریحات ذکر کی جائینگی جن میں اس رشتہ کو بالتفصیل و بالوضاحت تحریر کیا گیا ہے۔

کتاب السّنن لسعید بن منصور الخراسانی المکی المتوفی ۲۲۷ھ میں مذکور ہے:

—— ۔۔۔۔ عن جعفر بن محمد عن ابیہ اِنَّ عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ خَطَبَ اِلٰی عَلِیِّ بنِ اَبِی طَالِبٍ ابنَتَہٗ اُمَّ کُلثُومٍ فَقَالَ عَلِیٌّ اِنَّمَا حَبَسْتُ بَنَاتِی عَلٰی بَنِی جَعْفَرٍ فَقَالَ اَنْکِحْنِیْهَا فَوَاللہِ مَا عَلَی الْاَرْضِ رَجُلٌ اَرْصَدُ مِنْ حُسْنِ عِشْرَتِهَا مَا اَرْصَدْتُ فَقَالَ عَلِیٌّ قَدْ اَنْکَحْتُکَهَا فَجَاءَ عُمَرُ اِلٰی مَجْلِسِ الْمُهَاجِرِیْنَ بَیْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ وَکَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ یَجْلِسُوْنَ ثَمَّ عَلِیٌّ وَعُثْمَانُ وَالزُّبَیْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَطَلْحَةُ وَسَعْدٌ فَاِذَا کَانَ الْعَشِیُّ یَأْتِی عُمَرُ الْاَمْرُ مِنَ الْاٰفَاقِ وَیَقْضِیْ فِیْهِ۔ جَاءَهُمْ وَاَخْبَرَهُمْ ذَالِکَ وَاسْتَشَارَهُمْ کُلَّهُمْ فَقَالَ رَفِّئُوْنِیْ قَالُوْا بِمَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ؟ قَالَ بِابْنَةِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ثُمَّ اَنْشَأَ یُحَدِّثُهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ نَسَبٍ وَسَبَبٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا نَسَبِیْ وَسَبَبِیْ کُنْتُ صَحِبْتُهٗ فَاَحْبَبْتُ اَنْ یَکُوْنَ هٰذَا اِلَیَّ اَیْضًا۔

(کتاب السنن، قسم اول ج ۳ ص ۱۴۶ لسعید بن منصور الخراسانی المکی المتوفی ۲۲۷ھ قسم اول از جلد ثالث باب النظر الی المرأۃ اذا اراد ان یتزوجہا۔ من مطبوعات المجلس العلمی کراچی و ڈابھیل۔)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جعفر صادق اپنے والد حضرت محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطّاب نے علی المرتضیٰ سے ان کی لڑکی اُم کلثوم کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ مَیں نے اپنی لڑکیاں اپنے بھائی جعفرؓ کے بیٹوں کے لیے روک رکھی ہیں۔ اس کے بعد پھر حضرت عمرؓ نے اس رشتہ کی خواہش ظاہر کی اور کہا کہ آپ مجھ سے نکاح کر دیں۔ مَیں اس رشتہ کی حسنِ معاشرت کو اس طرح نگاہ میں رکھوں گا کہ کوئی اور شخص ملحوظ نہ رکھ سکے گا۔

پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مَیں نے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد عمر بن الخطّاب مہاجرین حضرات کی مجلس میں (جو مسجدِ نبوی میں ہُوا کرتی تھی) تشریف لائے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ، زبیرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ، سعدؓ، علیؓ۔ یہ سب حضرات وہاں بیٹھتے تھے۔

جب حضرت عمرؓ کے پاس اطرافِ عالم سے کوئی معاملہ آیا کرتا اور اس کے متعلق فیصلہ کرنا ہوتا تو اس کے لیے ان حضرات کو اطلاع کرتے اور ان سب سے مشورہ لیتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے مبارک باد دیجیے۔ انہوں نے کہا کہ کس بات کی؟ عمر بن الخطّاب نے کہا کہ علیؓ بن ابی طالب کی لڑکی اُمّ کلثوم سے میرا نکاح ہُوا ہے۔ پھر ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی کہ:۔

"آپؐ نے فرمایا کہ ہر نسب وسبب قیامت کے روز منقطع ہو جائے گا مگر ایک میرا نسب اور انتساب فائدہ مند ہو گا۔"

حضرت عمرؓ نے کہا کہ مَیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مصاحب و

ہم نشین تو رہا ہوں اور میں پسند کرتا تھا کہ نسبی تعلق بھی قائم ہو جاتے تو وہ اب حاصل ہو گیا ہے۔"

(۲) — اور حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ نے "المستدرک" جلد ثالث باب فضائلِ علیؓ میں یہ مسئلہ بالفاظ ذیل ذکر کیا ہے:-

"۔۔۔۔۔ عن جعفر بن محمد عن ابیہ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ اِلٰی عَلِیٍّ اُمَّ کُلْثُوْمٍ فَقَالَ اَنْکِحْنِیْہَا فَقَالَ عَلِیٌّ اِنِّیْ اَرْصُدُھَا لِابْنِ اَخِیْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جَعْفَرٍ فَقَالَ عُمَرُ اَنْکِحْنِیْہَا فَوَاللّٰہِ مَا مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ یُرْصِدُ مِنْ اَمْرِھَا مَا اُرْصِدُہٗ فَاَنْکَحَہٗ عَلِیٌّ فَاَتٰی عُمَرُ الْمُہَاجِرِیْنَ فَقَالَ اَلَا تُہَنِّئُوْنِیْ فَقَالُوْا بِمَنْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ؟ فقال بام کلثوم بنتِ عَلِیٍّ وَابْنَۃِ فَاطِمَۃَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کُلُّ نَسَبٍ وَسَبَبٍ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا مَا کَانَ مِنْ سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ۔ فَاَحْبَبْتُ اَنْ یَکُوْنَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَسَبٌ وَسَبَبٌ"۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔

(المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۴۲، باب فضائل علیؓ)

"یعنی امام زین العابدین (علی بن الحسین) کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے ان کی لڑکی اُمّ کلثوم کا نکاح طلب کیا۔ علی المرتضیٰ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے برادر زادہ عبداللہ بن جعفر کے لیے یہ رشتہ محفوظ کیا ہے تو حضرت عمرؓ نے کہا آپ مجھے نکاح کر دیں اللہ کی قسم میں اس کی ایسی نگاہ داشت کروں گا کہ جس طرح کوئی دوسرا حفاظت نہ رکھ سکے گا۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ نے اُمّ کلثوم کا نکاح کر دیا۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ بن الخطاب مہاجرین کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ تم مجھے مبارک باد نہیں دیتے ہو؟ انہوں نے کہا کس چیز کی مبارک باد پیش کریں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ علی المرتضیٰ اور فاطمہؓ کی بیٹی اُمّ کلثوم کے ساتھ نکاح کی مسرت میں مبارک دیجیے۔ میں نے رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر نسب و سبب قیامت کے روز منقطع ہونگے مگر میرے ساتھ نسب کا تعلق ختم نہیں ہوگا۔"

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پسند کیا حضور علیہ السّلام کے خاندان کے ساتھ میرا نسبی تعلق قائم ہو جائے۔"

(۳) ۔ علاّمہ علی متقی ہندیؒ نے کنز العُمّال جلد سابع میں اُمّ کلثوم کے نکاح کا مسئلہ بعنوان ذیل نقل کیا ہے:

عن ابی جعفر اَنَّ عُمَرَ بنَ الخَطَّاب خَطَبَ اِلیٰ عَلِیّ بنِ اَبِی طَالِب اِبنَتَہٗ اُمَّ کُلثُوم فَقَالَ عَلِیٌّ اِنَّمَا حَبَسْتُ بَنَاتِی علی بنی جعفر فَقَالَ عُمَرُ اَنکِحنِیہَا یَا عَلِیُّ فَوَاللّٰہِ مَا عَلیٰ ظَہرِ الاَرضِ رَجُلٌ یَرصِدُ مِن حُسنِ صَحَابَتِہَا مَا اَرصِدُ فَقَالَ عَلِیٌّ قد فَعَلتُ فَجَاءَ عُمَرُ اِلیٰ مَجلِسِ المُہَاجِرِینَ بَینَ القَبرِ وَالمِنبَرِ وَکَانُوا یَجلِسُونَ عَلِیٌّ وَعُثمَانُ وَ الزُّبَیرُ وَالطَّلحَۃُ وَعَبدُ الرَّحمٰنِ بنُ عَوفٍ فَاِذَا کَانَ الشَّیءُ یَاتِی عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ مِنَ الاٰفَاقِ جَاءَہُم فَاَخبَرَہُم بِذٰلِکَ فَاستَشَارَہُم فِیہِ فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ رَفِّئُونِی فَقَالُوا بِمَن؟ یَا اَمِیرَ المُؤمِنِینَ قَالَ بِابنَۃِ عَلِیِّ بنِ اَبِی طَالِبٍ ثُمَّ اَنشَأَ یُخبِرُہُم فَقَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنقَطِعٌ یَومَ القِیَامَۃِ اِلَّا سَبَبِی وَنَسَبِی وَکُنتُ قَد صَحِبتُہٗ

فَاَحْبَبْتُ اَنْ یَّکُوْنَ ھٰذَا اَیْضًا"

(کنز العمال، ج ۷، ص ۹۸، روایت ۲۵ ۸ ۲- طبع قدیم (بحوالہ ابن سعد و ابن راہویہ مختصراً رواہ ہ بتمامہ)

(۲) مجمع الزوائد للہیثمی صہ ۲۷۳ ج ۹ تحت فضل اہل البیت

روایت ہذا کا حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ابن الخطاب نے حضرت علیؓ سے ان کی دختر اُمِّ کلثوم کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نے برادر جعفر کے لڑکوں کے لیے اپنی بیٹیوں کے رشتے روک رکھے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ اپنی صاحبزادی سے میرا نکاح کر دیں۔ بخدا حسن معاشرت کے اعتبار سے جتنی میں اس کی نگہداشت و حفاظت کروں گا اتنی کوئی اور شخص نہ کر سکے گا تو حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نے آپ سے یہ نکاح کر دیا۔

حضرت عمرؓ اس کے بعد مہاجرین کی مجلس میں تشریف لائے جو قبر شریف اور منبر نبوی کے درمیان منعقد ہوتی تھی وہاں علی المرتضیٰؓ، عثمانؓ بن عفان، طلحہؓ و زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف تشریف رکھا کرتے تھے۔ جب اطراف سے کوئی معاملہ حضرت عمرؓ کے ہاں پیش ہوتا تو ان حضرات کو اس کی اطلاع کی جاتی اور اس بارہ میں مشورہ طلب کیا جاتا تھا۔

(نکاح ہذا کے بعد) اہلِ مجلس کے پاس حضرت عمرؓ تشریف لائے فرمانے لگے کہ مجھے مبارک باد دیجیے۔ مذکورہ حضرات نے کہا کہ کس چیز کی مبارک باد؟ اس وقت حضرت عمرؓ نے کہا کہ علی بن ابی طالبؓ کی دختر اُمِّ کلثوم کے ساتھ میرے نکاح کی۔ پھر ان کو بتلایا کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سنا تھا کہ قیامت کے دن ہر نسب و سبب منقطع ہو گا مگر میرا نسب اور انتساب فائدہ دے گا۔

ہم نشینی اور خدمت میں رہنے کا شرف تو مجھے حاصل تھا، میں نے

خواہش کی ہے کہ نبی کریمؐ کے خاندان سے نسبی تعلق بھی قائم ہو جائے ۔"

ناظرین کرام پر واضح رہے کہ یہ حدیث جس کو حضرت عمرؓ اس موقع پر بیان کر رہے ہیں اس کو شیعہ علماء نے حضرت علیؓ سے منقول بتلایا ہے۔ تسلی کے لیے ملاحظہ ہو کتاب "الخصال" لابن بابویہ القمی المتوفی ۳۸۱ھ تحت عنوان احتجاج امیر المومنین علیہ السلام یوم الشوریٰ، ص ۱۲۳، مطبوعہ ایران طبع قدیم۔ سن طباعت ۱۳۰۲ھ۔

ایک ذخیرۂ روایات میں سے چند روایات اس مسئلہ کے اثبات کی خاطر ذکر کرنی کافی خیال کی گئی ہیں۔ یہ امام باقر و امام زین العابدین سے مروی ہیں۔

—— مندرجات ہذا میں غور کرنے سے ایک چیز تو یہ ثابت ہوتی ہے کہ مذکورہ تمام حضرات کے درمیان اتحاد و اخلاص ہمیشہ قائم تھا۔ ایک دوسرے سے کوئی عناد نہیں رکھتے تھے۔ جو معاملہ پیش آتا اس کے متعلق غور و خوض کے لیے مشورہ ہوتا تھا۔ یہ ان کے باہمی اتفاق کی بین دلیل ہے۔

—— دوسرا یہ کہ اُمِ کلثوم بنتِ علی جو حضرت فاطمہؓ کے بطنِ مبارک سے تھیں ان کا نکاح حضرت علیؓ المرتضیٰ نے بخوشی و رضا حضرت امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب سے کر دیا اور حضرت عمرؓ نے اس نکاح کو سعادت مندی تصور کرتے ہوئے عقیدت مندی کے ساتھ قبول فرمایا۔

یہ رشتہ ان دونوں حضرات کے باہمی حسنِ تعلقات کی بڑی مضبوط دلیل ہے اور "رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ" (فرمانِ خداوندی) کے لیے واضح نشان ہے۔ اور ایسے دلائلِ واضحہ کو نہ تسلیم کرنا اور پھر بھی ان حضرات کی باہم دشمنی و عداوت کا تصوّر قائم رکھنا عدل و انصاف کے خلاف ہے اور قرآنِ مجید و حدیث و تاریخ کو پسِ پُشت ڈال دینے کے مترادف ہے۔ [1]

---

[1] (حاشیہ) **رفع اشتباہ**

عام قارئینِ کرام کی خدمت میں باادب عرض ہے کہ یہ "رفعِ اشتباہ" خاص علمی نوعیت کا ہے

(حاشیہ)

۴۔ عبارات کا ترجمہ بھی مصلحتاً پیش نہ ہو سکے گا۔ رنجیدگی نہ فرمادیں اور کبیدہ خاطر نہ ہوں۔

—— محمد باقرؒ کی طرف منسوب شدہ بعض روایات میں ایک واقعہ (ذھاب اُم کلثوم بہ بیت عُمرؓ بن الخطاب) نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے حضرت فاروقِ اعظمؓ پر طعن قائم کرنے والے بزرگ مزید ایک طعن کا اضافہ کرتے ہیں (اگرچہ ساتھ ہی حضرت علیؓ اور معصومہ کی عزت و وقار مجروح ہو جاتے) اس چیز کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور باطنی بغض و کینہ کا اظہار کرتے ہوئے قبیح عبارات کی شکل میں اس کو پھیلاتے ہیں۔

اس کے متعلق چند توضیحاتِ مفیدہ عرضِ خدمت ہیں:۔

(۱) —— اوّلاً تحریر ہے کہ محدثین میں یہ امر متداول ہے کہ ایک واقعہ کو متعدد مرویات سے ملاحظہ کرنے کے بعد اصل حقیقت پر اطلاع یاب ہوتے ہیں۔ اس طریق سے اصل چیز کا نشیب و فراز نقص و ازدیاد عیاں ہو جاتا ہے۔

چنانچہ مسئلہ ہذا میں یہ صورت اختیار کرنے سے واضح ہوا ہے کہ من جانب الرواۃ یہاں ادراج فی الروایۃ پایا گیا ہے۔ اس کے لیے قرینہ درکار ہو تو طبقات ابنِ سعد کی روایت اُمِ کلثوم بنتِ علیؓ کے تذکرہ میں موجود ہے اس کی جانب مراجعت کی جاسکتی ہے۔ جس کا ضروری حصہ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ واقعہ کی اصلیت اس سے خوب واضح ہے:۔ تذکرہ اُمِ کلثوم بنتِ علی میں ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ:

۔۔۔۔ فامربھا علیٌّ فصنّعت ثمّ امر ببرد فطواہ وقال انطلقی بھٰذا الی امیر المؤمنین فقولی ارسلنی ابی یقرأُکَ السلام ویقول ان رضیت البرد فامسکہ وان سخطہ فردّہ فلمّا اتت عمرؓ قال بارکَ فیکِ وفی ابیکِ قد رضینا قال فرجعت الیٰ ابیھا فقالت ما نشر البرد ولا نظر الّا الیّ فزوّجھا ایّاہ فولدت لہ غلامًا یقال

(بقیّہ حاشیہ)

لَہٗ زَیۡنَ ۔ (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۴۰ تذکرہ اُمّ کلثوم بنت علیؓ

طبع لیدن یورپ ۔ ابن سعد المتوفی ۲۳۰ ؁ھ / ۲۳۵)

اس روایت کے ذریعہ معلوم ہُوا کہ اصل چیز اتنی ہی ہے جو یہاں بیان ہوئی ہے ۔ اور اس واقعہ کو منکر الفاظ و قبیح عبارات کی صورت میں جہاں کسی نے ذکر کیا ہے وہ مدرج من الرواۃ ہے ۔

(۲) ثانیاً عرض ہے کہ اس واقعہ کی بیان کنندہ روایات جن میں قبیح تعبیر پائی جاتی ہے، یہ اسناداً منقطع و متناً شاذ روایات ہیں اور امام محمد باقرؒ کی طرف منسوب ہیں اور جو روایات مندرجہ بالا اصل مسئلہ ہذا کے اثبات کے لیے ہم نے پیش کی ہیں وہ بھی امام محمد باقرؒ سے ہی مروی ہیں اور ان میں منکر الفاظ اور قبیح عنوان بالکل نہیں تو اس صورت میں یہاں وہ ضابطہ ملحوظ رکھنا ہو گا جو علماء کبار نے ایسے مواقع کے لیے درج کیا ہے ۔

ابن حجر مکّی الہیتمیؒ نے اپنی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۲۸ تحت الکبیرۃ الاُولیٰ باب الاوّل فی الکبائر الباطنۃ میں ذکر کیا ہے اور اسی قاعدہ کو علّامہ ابن عابدین الشامی نے بھی رد المحتار (حاشیہ در المختار) جلد ثالث ص ۴۴ ، باب المرتد میں نقل کیا ہے ۔ ضابطہ یہ ہے کہ

"واذا اختلف کلام الامام فیوخذ بما ہو اوفق الادلۃ الظاھرۃ ویعرض عما خالفھا۔"

(یعنی جب کسی امام کے بیان میں اختلاف پایا جائے تو جو امر ان بزرگوں کی امانت ، دیانت تقویٰ کے ملائم و مناسب ہو گا وہ قابلِ تسلیم ہو گا اور جو اس کے معارض ہو گا وہ لائق اعراض و اغماض ہو گا ۔

(۳) ثالثاً ، معروض ہے کہ علمائے اصولِ حدیث ، ہمچوں قسم متقابل و متعارض روایات کے موقعہ پر

ایک ضابطہ بیان کیا کرتے ہیں کہ جو روایت عقل اور عادت کے موافق پائی جائے وہ لائق قبول ہوتی ہے اور جو عقل اور عادت کے برعکس ہو وہ قابلِ اعتناء نہیں ہوتی۔ ذیل کی عبارات اس کے لیے ملاحظہ فرمادیں۔ ابنِ عراق کنانی نے کتاب "تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ" میں روایت کے بے اصل ہونے کے قرائن میں درج کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"ومنها قرينة في المروي كمخالفته لمقتضى العقل بحيث لا يقبل التاويل ويلحق به ما يدفعه الحسّ والمشاهدة او العادة وكمنافاته لدلالة الكتاب القطعيّة او السنة المتواترة او الاجماع القطعيّ"

(تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ لعلی بن محمد بن عراق الکنانی المتوفی ۹۶۳ھ ص ۶، طبع مصری)

(۴) رابعاً مذکور ہے کہ امام باقرؒ کی طرف منسوب شدہ یہ روایات ہیں جن میں منکر الفاظ پائے جاتے ہیں اور شیعہ مجتہدین نے معتبر و مستند روایات کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ امام محمد باقر کی مرویات میں تدلیس و تخلیط ہو چکی ہے جو چیزیں امام باقرؒ نے نہیں بیان کی تھیں وہ ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور ناگفتہ چیزوں کا ان پر افترا کیا گیا ہے۔ رجال کشی اور مامقانی میں ہے:۔

عن الصادق عليه السّلام ان لكل رجل منا رجل يكذب عليه وعنه ان المغيرة بن سعيد دسّ في كتب اصحاب ابي احاديث لم يحدّث بها ابي فاتقوا الله، ولا تقبلوا علينا ما خالف قول ربنا وسنّة نبيّنا" (۱) رجال کشی ص ۱۴۶، طبع بمبئی تذکرہ مغیرہ، ص ۱۹۵ طبع جدید طہران)۔

(۲) تنقیح المقال لعبداللہ المامقانی ص ۱ کو، المقام الثالث من المقدمہ

(بقیہ حاشیہ) ایک فہمیدہ شخص اور غیر جانبدار آدمی غور کر سکتا ہے کہ یہ اندرونِ خانہ واقعہ کی اِطلاع بیرونِ خانہ کس طرح افشاء ہوئی ؟ دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں عزیزہ معصومہ اُمِ کلثوم کی تبیین کے ذریعہ یا امیر المومنین عمر فاروقؓ کے اِنباء و اِخبار کے طریقہ سے۔ یہ دونوں صورتیں فہم و قیاس اور عادت کے خلاف ہیں۔ لہٰذا قیاس و عادت کے متضاد ہونے کی بنا پر بھی یہ روایت بے اصل ثابت ہوگی اور قابلِ رد ہوگی۔

كَمْ مِّنْ قِصَّةٍ اِخْتَرَعُوْهَا وَكَمْ مِنْ وَقَاحَةٍ نَسَبُوْهَا اِلَيْهِ وَ اِنَّهٗ بَرِيْئٌ مِنْهَا - وَالْقُرْاٰنُ يَشْهَدُ بدينهم وديانتهم وصلاحهم -

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (سُورۃ الفتح)

(۵) - خامساً علی سبیل التنزل لکھا جاتا ہے اگر بالفرض والتقدیر بنا بر زعم طاعنین اس قصّہ کو کوئی شخص تسلیم بھی کر لے تو وہ الزاماً کہہ سکتا ہے کہ:

ع این گناہیست کہ در شہرِ شما نیز کنند

یعنی اس قسم کے امر کا سرزد ہونا تو جناب مستطاب علی المرتضیٰ کی ذاتِ گرامی سے آپ کی کتابوں میں آپ کے علماء نے با سند ذکر کیا ہے۔ شیعی دنیا کے مشہور عالم اپنی تصنیف "قُربُ الاسناد" میں اپنی سند سے لکھتے ہیں کہ:

"... عن جعفر عن ابیہ علیہ السلام عن علی علیہ السّلام اِنَّهٗ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّبْتَاعَ الْجَارِيَةَ يَكْشِفُ عَنْ سَاقَيْهَا فَيَنْظُرُ اِلَيْهَا"

(کتاب قرب الاسناد لعبداللہ بن جعفر الحمیری، ص ۴۹ تحت مرویات الحسین بن علوان۔ طبع طہران)

(بقیہ حاشیہ)

دوستوں کو اختیار ہے جو چاہیں جواب مرتب فرماتے رہیں۔ ہمارے نزدیک نہ یہ چیز صحیح ہے نہ وہ واقعہ صحیح ہے۔ ان حضرات کے ورع و تقویٰ کی بے داغ چادر کو داغدار کرنے کی یہ سب تجویزیں ہیں۔ "خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ" پر عمل کرنے کی اللہ تعالیٰ سب کو توفیق نصیب فرمائے۔ (منہ)

اُمِّ کلثوم بنتِ علی المرتضیٰؓ کا رشتہ فاروق اعظمؓ کے ساتھ علماءِ انساب و تراجم کی نظروں میں

اہلِ علم حضرات جانتے ہیں کہ "علمِ انساب" فن تاریخ کا ایک مستقل شعبہ ہے اور انساب کی کتب علماء نے فن نے الگ تدوین کی ہیں۔ ان میں خاندانوں کے نسب اور شجرے و دیگر متعلقہ کوائف ذکر کیے جاتے ہیں۔ ایک خاندان کی رشتہ داریاں جو دوسرے خانوادہ سے ہوں وہ بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

اور یہ بھی مسلّم امر ہے کہ علمِ انساب کی کتابیں مذہبی عقائد کی بنا پر یا مذہبی رجحانات کے تحت نہیں تحریر کی جاتیں بلکہ صرف قوموں کے تاریخی وقائع و احوال کے پیش نظر لکھی جاتی ہیں لہٰذا اگر ایک واقعہ کو اور خاندانی رشتہ کو یہ تمام مشہور مشہور لوگ ذکر کرتے ہیں تو وہ واقعہ ایک حقیقت ہے جو اس دور میں گزری ہے۔ فرضی افسانہ یا خود ساختہ قصہ نہیں۔

لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی صاحبزادی اُمِّ کلثوم کے نکاح کا واقعہ علماءِ انساب کے بیانات کی روشنی میں اور ان کی عبارات کی شکل میں بغیر کسی تبصرہ اور تشریح کے پیش

کر دیں تاکہ عام و خاص تمام لوگوں کو اس رشتہ کے صحیح اور درست ہونے کی تصدیق ہو جائے اور کسی اشتباہ کی گنجائش نہ رہے۔

اب ایک خاص ترتیب کے تحت کتبِ انساب سے ہم اس مسئلہ کو پیش کرتے ہیں۔ سرِ دست علمِ انساب کی پانچ عدد کتب سے یہ رشتہ نقل کیا جاتا ہے۔

(اوّل)

کتاب "نسبِ قریش" (لابی عبداللہ المصعب بن عبداللہ الزبیری المتوفی ۲۳۶ھ) میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد کے شمار کے تحت لکھا ہے کہ

(۱) - وَزَيْنَبَ اِبْنَةَ عَلِيٍّ الْكُبْرٰى وَلَدَتْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِي طَالِبٍ -

(۲) وَاُمَّ كُلْثُوْمِ الْكُبْرٰى وَلَدَتْ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاُمُّهُمْ فَاطِمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "

(کتاب نسب قریش ص۴۱ تحت ولد علی بن ابی طالب - طبع مصر)۔

یعنی حضرت علیؓ کی لڑکی زینب کبریٰ کے بطن سے عبداللہ بن جعفر کی اولاد ہوئی اور ام کلثوم کبریٰ کے بطن سے حضرت عمرؓ بن الخطاب کا بچہ تولد ہوا۔ ان ہر دو کی ماں سیدہ فاطمہؓ حضور نبی کریم صلعم کی صاحبزادی تھیں۔"

(دوم)

کتاب المحبّر (لابی جعفر محمد بن حبیب بن امیّہ بن عمرو الہاشمی البغدادی المتوفی ۲۴۵ھ) میں یہ رشتہ مندرجہ ذیل عبارات میں منقول ہے۔

اصہار علی بن ابی طالب کے تحت نمبر دوم پر درج ہے کہ:

—— وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَانَتْ عِنْدَهُ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عَلِيٍّ ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا عَوْنٌ ثُمَّ مُحَمَّدٌ ثُمَّ عَبْدُ اللّٰهِ بَنُوْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ "

(۱) کتاب المحبّر، ص ۵۶، تحت اصہارِ علی، طبع دکن،

(۲) کتاب المحبّر، ص ۴۳۷ - طبع حیدر آباد دکن -

"یعنی حضرت علی المرتضیٰؓ کے جہاں داماد شمار کیے ہیں وہاں نمبر دوم پر عمرؓ بن الخطّاب کو شمار کیا ہے لکھا ہے کہ ان کے نکاح میں اُمّ کلثوم بنت علیؓ تھیں اس کے بعد عون بن جعفر کے نکاح میں آئیں - اس کے بعد محمد بن جعفر کے نکاح میں آئیں - اس کے بعد عبداللہ بن جعفر کے نکاح میں آئیں ":

—— حضرت عمر بن الخطابؓ کے اصہار کے تحت تیسرے نمبر پر لکھا ہے کہ:

" اِبْرَاهِيْمُ بْنُ نُعَيْمٍ النَّحَّامِ الْعَدَوِيُّ كَانَتْ عِنْدَهُ رُقَيَّةُ بِنْتُ عُمَرَ وَاُمُّهَا اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عَلِيٍّ "

" یعنی حضرت عمرؓ کے دامادوں کا شمار کرتے ہوئے تیسرے نمبر پر ذکر کیا ہے کہ ابراہیم بن نعیم کے نکاح میں رقیّہ بنت عمرؓ بن الخطّاب تھیں اور اس کی ماں اُمّ کلثوم بنت علیؓ المرتضیٰ تھیں "

(۳) کتاب المحبّر، ص ۵۴، ۱۰۱ تحت اصہار عمرؓ،
طبع حیدر آباد دکن)

(سوم)

کتاب "المعارف" لابن قتیبہ الدینوری المتوفی ۲۷۶ھ (ابو محمد بن عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری) میں حضرت علیؓ المرتضیٰ کی صاحبزادیوں کی تعداد کے تحت مذکور ہے کہ:

(۱) - وَاَمَّا اُمُّ كُلْثُوْمِ الْكُبْرٰى وَهِيَ بِنْتُ فَاطِمَةَ فَكَانَتْ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

وَلَدَتْ لَهُ وَلَدًا قَدْ ذَكَرْنَاهُمْ"

یعنی حضرت علیؓ کی لڑکی اُمِ کلثوم کبریٰ، یہ حضرت فاطمہؓ کی لڑکی تھی عمرؓ بن الخطاب کے نکاح میں تھی۔ عمرؓ بن الخطاب کی اس سے اولاد بھی ہوئی، اس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔"

("المعارف" لابن قتیبہ دینوری، ص ۹۲۔ طبع مصر۔
تحت عنوان بنات علی المرتضیٰؓ)

(۲)۔ اور حضرت عمرؓ کی اولاد کے تذکرہ میں بھی تحریر کیا ہے کہ:

"۔۔۔۔۔ فَاطِمَةَ وَزَيْدًا وَأُمُّهُمَا أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

"یعنی حضرت عمرؓ کی اولاد میں فاطمہ اور زید ہیں۔ ان دونوں کی ماں حضرت علیؓ کی لڑکی اُمِ کلثوم ہیں جو فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں۔"

("المعارف" لابن قتیبہ ص ۷۹۔۸۰ طبع مصر
تحت اولاد عمرؓ بن الخطاب)

—— یاد رہے کہ ابن قتیبہ نے یہاں لکھا ہے کہ اس فاطمہ بنتِ عمرؓ کو رقیہ بنتِ عمرؓ بھی کہا گیا ہے۔ فاحفظہ۔

(چہارم)

کتاب "انساب الاشراف" (لاحمد بن یحییٰ البلاذری المتوفی ۲۷۶ھ / ۲۷۹) میں درج ہے کہ

"۔۔۔۔۔ وابراهيم بن نعيم النحام بن عبد الله العدوي ۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔ كانت عنده رقية بنت عمرؓ أخت حفصة لأبيها وأمها أم كلثوم بنت عليؓ"

"یعنی ابراہیم بن نعیم کے نکاح میں حضرت عمرؓ کی لڑکی رقیہ تھیں جو حضرت اُمّ المؤمنین حفصہ کی بہن ہیں اور ان کی ماں ام کلثوم دختر علیؓ ہیں۔

(۱) (کتاب انساب الاشراف (البلاذری) ص ۴۲۸
جلد اوّل، طبع مصر، طبع جدید (سن طباعت ہذا ۱۹۵۹ء)
(۲) کتاب الثقات لابن حبان، ص ۱۴۴، ج ۲ تحت بنات رسول اللہ علیہ وسلم۔

(پنجم)

کتاب "جمہرۃ الانساب" لابن حزم (ابی محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی المتوفی ۴۵۶ھ) میں حضرت علیؓ کی اولاد کے تحت لکھا ہے کہ :-

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وَتَزَوَّجَ اُمَّ کُلْثُوْمِ بِنْتَ عَلِیِّ الْمُرْتَضٰی بِنْتَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَلَدَتْ لَہٗ زَیْدًا لَمْ یُعَقِّبْ وَرُقَیَّۃَ ثُمَّ خَلَفَ عَلَیْہَا بَعْدَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَوْنُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ثُمَّ خَلَفَ عَلَیْہَا بَعْدَہٗ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ثُمَّ خَلَفَ عَلَیْہَا بَعْدَہٗ عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب بَعْدَ طَلَاقِہٖ لِاُخْتِہَا زَیْنَبَ"۔

(جمہرۃ انساب العرب لابن حزم ص ۳۷ - ۳۸ تحت اولادِ علیؓ - طبع مصری - جدید طبع)

"مطلب یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی صاحبزادی اُمّ کلثوم دختر علی المرتضیٰؓ کے ساتھ حضرت عمر فاروقؓ نے نکاح کیا پس حضرت عمرؓ کی ان سے اولاد ہوئی۔ ایک لڑکا زید ہوا جن کی نسل آگے نہیں چلی، اور لڑکی رقیہ ہوئی۔ پھر حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد اُمّ کلثوم کا نکاح عون بن جعفر سے ہُوا۔ پھر عون کے بعد محمد بن جعفر سے ہُوا۔ پھر محمدؓ کے بعد ان کے بھائی عبد اللہ بن

جعفر سے ہُوا جبکہ عبداللہ نے ان کی بہن زینب کو طلاق دے دی تھی"۔

"امرِ ثانی"

مشتمل بر چند فوائد

امر اول میں اُمِّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ کے نکاح کا مسئلہ اہل السنت والجماعت کی کتابوں سے اور ائمہ کرام کی مرویات سے لکھا گیا ہے اور اس پر صرف چند روایات پیش کی گئی ہیں ورنہ مسئلہ ہٰذا کے اثبات کے لیے باسند حوالہ جات کا ایک ذخیرہ موجود ہے ان میں بخاری شریف کتاب الجہاد، باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزوہ کا حوالہ بھی داخل ہے۔ اور ساتھ ہی علماء انساب کی طرف سے بھی اس رشتہ کی توثیقات درج کر دی ہیں تاکہ اس مسئلہ کا تاریخی پہلو بھی مضبوط طریقہ سے سامنے آجائے۔

اب امرِ ثانی میں چند دیگر ضروری فوائد تحریر کیے جاتے ہیں جو قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ کا کام دیں گے اور اطمینانِ قلبی کے لیے افادہ کا باعث بنیں گے۔

فائدہ اُولیٰ

فائدہ ہٰذا میں حضرت سیّدنا امیر المومنین عمر بن الخطّاب کا نکاح حضرت سیّدنا علی المرتضیٰؓ کی صاحبزادی اُمِّ کلثوم (جو حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے بطنِ مبارک سے متولد تھیں) کے ساتھ شیعہ احباب کی معتبر کتابوں سے درج کیا جاتا ہے گا۔

اس طریقہ سے شیعہ ناظرینِ کرام کے لیے بھی اس مسئلہ میں اطمینان کا سامان ہو سکے گا جیسا کہ سابقاً امرِ اول میں اہل السنۃ کے لیے تسکین کی صورت کر دی گئی ہے۔

شیعہ احباب کے نزدیک چار کتب (جن کو "اصولِ اربعہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں) تمام کتب سے زیادہ معتمد، معتبر و مستند یقین کی جاتی ہیں۔

(۱) "الکافی" از محمد بن یعقوب الکلینی الرازی المتوفی ۳۲۹ھ،

(۲) "من لا یحضرہ الفقیہ" از الشیخ الصدوق ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی المتوفی ۳۸۱ھ

(۳) "الاستبصار" از ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی "شیخ الطائفہ" المتوفی ۴۶۰ھ۔

(۴) "تہذیب الاحکام" 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ان اصول اربعہ میں "من لا یحضرہ الفقیہ" کے بغیر باقی ہر سہ کتب میں اُمِ کلثوم بنتِ علیؓ کے نکاح کا مسئلہ مذکور ہے اور "ائمہ معصومین" کے باسند اقوال کے ساتھ مذکور ہے۔ لہٰذا تفصیل کے ساتھ ہم ہر ایک روایت کو پہلے ان کے اصول کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔ بعد ازاں ان کے ہر دور کے معتبر علماء و مجتہدین کے حوالہ جات ذکر کریں گے اور کثرتِ حوالہ جات سے ناظرین کبیدہ خاطر نہ ہوں، اصل مسئلہ کو پختہ کرنے کے لیے یہ تجویز کی جا رہی ہے۔

(ا)

۱۔ الکافی کی روایتِ اوّل

"۔۔۔۔ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عن ابی عبد الله علیه السّلام قَالَ لَمَّا خَطَبَ اِلَيْهِ قَالَ لَهُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّهَا صَبِيَّةٌ قَالَ فَلَقِيَ الْعَبَّاسَ فَقَالَ لَهُ مَا لِيْ اَبِيْ بَاْسٌ؟ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ خَطَبْتُ اِلَى ابْنِ اَخِيْكَ فَرَدَّنِيْ اَمَا وَاللّٰهِ لَاُعَوِّرَنَّ زَمْزَمَ وَلَا اَدَعُ لَكُمْ مَكْرُمَةً اِلَّا هَدَمْتُهَا وَلَاُقِيْمَنَّ عَلَيْهِ شَاهِدَيْنِ بِاَنَّهُ سَرَقَ وَلَاَقْطَعَنَّ يَمِيْنَهُ فَاَتَاهُ الْعَبَّاسُ فَاَخْبَرَهُ وَسَاَلَهُ اَنْ يَجْعَلَ الْاَمْرَ اِلَيْهِ فَجَعَلَهُ اِلَيْهِ"

"یعنی امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ جب عمرؓ بن الخطاب نے حضرت علیؓ کی طرف ان کی لڑکی کا خطبہ کیا (اور رشتہ طلب کیا) تو حضرت علیؓ نے کہا یہ ابھی چھوٹی بچی ہے۔ پھر عمرؓ بن الخطاب عباس بن عبد المطلب کو

ملے، ان کو کہا کہ کیا مجھ میں کوئی عیب ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے؟ تو عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میں نے تیرے بھتیجے سے ان کی لڑکی کا رشتہ طلب کیا ہے، اس نے میری بات کو لوٹا دیا اور رد کر دیا ہے۔
خبردار! بطورِ قسم کہتا ہوں کہ ماءِ زمزم کا عہدہ تم سے لے لوں گا۔ تمہاری ہر عزت و احترام کو گرا دوں گا اور چوری پر دو گواہ قائم کر کے ان کے ہاتھوں کو کٹوا دوں گا۔ پھر عباسؓ حضرت علیؓ کے پاس آتے ان کو تمام ماجرا بیان کیا اور حضرت علیؓ کو کہا کہ اس عزیزہ کے نکاح کی اجازت کا معاملہ آپ میرے سپرد کر دیں۔ پس حضرت علیؓ نے یہ کام حضرت عباسؓ کے حوالہ کر دیا۔ (تاکہ وہ سرانجام دے دیں)"

۱۔ (فروع کافی، ج ۲ ص ۱۴۱۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔ کتاب النکاح باب تزویج اُمِ کلثوم)
۲۔ الجعفریات والاسعثیات مع قرب الاسناد للحمیری ص ۱۰۹۔ طبع تہران

(۲)

۲۔ الکافی کی روایتِ دوم

"۔۔۔۔۔۔ حَمَّادٌ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ تَزْوِیْجِ اُمِّ کُلْثُوْمٍ فَقَالَ اِنَّ ذَالِکَ ۔۔۔۔۔۔"

(خیال یہ ہے کہ روایت ہذا کا ترجمہ نہ دیا جائے، صرف عربی عبارت کافی ہے)

"امام جعفر صادقؒ نے (جبکہ تزویج اُمِ کلثوم بنتِ علیؓ کے متعلق کلام ہوتی) تو کہا کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

(فروع کافی، ج ۲ ص ۱۴۱، کتاب النکاح، باب تزویج اُمِ کلثوم۔ طبع نول کشور لکھنؤ)

(۳)

۳ - الکافی کی روایتِ سوم

"...... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَنَانَ وَمُعَاوِيَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمَرْأَةِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا تَعْتَدُّ فِیْ بَيْتِهَا؟ اَوْ حَيْثُ شَاءَتْ؟ قَالَ بَلْ حَيْثُ شَاءَتْ، اِنَّ عَلِيًّا صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَمَّا تُوُفِّیَ عُمَرُ اَتٰى اُمَّ كُلْثُومٍ فَانْطَلَقَ بِهَا اِلٰى بَيْتِهٖ"

(فروع کافی، جلد ثانی، ص ۳۱۱، باب المتوفیٰ عنہا زوجہا - طبع نول کشور لکھنؤ)

(۴)

۴ - الکافی کی روایت چہارم

"عن سلیمان بن خالد قال سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ امْرَأَةٍ تُوُفِّیَ عَنْهَا زَوْجُهَا اَيْنَ تَعْتَدُّ؟ فِیْ بَيْتِ زَوْجِهَا اَوْ حَيْثُ شَاءَتْ؟ قَالَ بَلْ حَيْثُ شَاءَتْ - ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَمَّا مَاتَ عُمَرُ اَتٰى اُمَّ كُلْثُومٍ فَاَخَذَ بِيَدِهَا فَانْطَلَقَ بِهَا اِلٰى بَيْتِهٖ"

(فروع کافی، ج ۲، ص ۳۱۱ - باب المتوفیٰ عنہا زوجہا المدخول بہا اَیْنَ تعتد وما یجب علیہا طبع نولکشور لکھنؤ)

کافی کی تیسری و چوتھی روایت کا حاصل یہ ہے کہ:

"روایت کرنے والا امام جعفر صادقؒ سے مسئلہ دریافت کرتا ہے کہ جس عورت شادی شدہ کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ عورت عدّت کے ایام کہاں گزارے؟ فوت شدہ خاوند کے گھر میں یا جہاں چاہے تو امام

علیہ السلام نے جواب دیا کہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے (خاوند متوفی کے گھر میں مقیم رہنا ضروری نہیں ہے) اس لیے کہ عمرؓ بن الخطاب جب فوت ہو گئے تو حضرت علی المرتضیٰؓ اپنی دختر اُمِ کلثوم کے پاس تشریف لائے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔"

(۵)

(۱) ۔ "الاستبصار" کی روایت اوّل

" . . . . . عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَاَلْتُہٗ عَنِ الْمَرْأَۃِ الْمُتَوَفّٰی عَنْہَا زَوْجُھَا تَعْتَدُّ فِیْ بَیْتِھَا اَوْحَیْثُ شَاءَتْ ؟ قَالَ بَلْ حَیْثُ شَاءَتْ اَنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا تُوُفِّیَ عُمَرُ اَتٰی اُمَّ کُلْثُوْمٍ فَانْطَلَقَ بِھَا اِلٰی بَیْتِہٖ۔"

(الاستبصار" جزء ثالث ابواب العدۃ، ص ۱۸۵
مطبع جعفریہ۔ نخاس جدید لکھنؤ۔ طبع قدیم)

(۶)

(۲) ۔ "الاستبصار" کی دوسری روایت

—— . . . . عن سلیمان بن خالد قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ امْرَأَۃٍ تُوُفِّیَ عَنْہَا زَوْجُھَا اَیْنَ تَعْتَدُّ فِیْ بَیْتِ زَوْجِھَا اَوْحَیْثُ شَاءَتْ ؟ قَالَ بَلْ حَیْثُ شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا مَاتَ عُمَرُ اَتٰی اُمَّ کُلْثُوْمٍ فَاَخَذَ بِیَدِھَا فَانْطَلَقَ بِھَا اِلٰی بَیْتِہٖ۔"

(الاستبصار" جزء ثالث، ص ۱۸۶، ابواب العدۃ
طبع مطبع جعفریہ۔ نخاس جدید لکھنؤ۔ طبع قدیم)

استبصار کی ہر دو روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ امام جعفر صادقؑ سے ان کے شاگردوں (عبداللہ بن سنان۔ معاویہ بن عمار۔ سلیمان بن خالد) نے دریافت کیا کہ جس عورت شادی شدہ کا خاوند فوت ہو جاتے تو وہ بیوہ عورت عدت کے ایّام کہاں گزارے؟ متوفی خاوند کے گھر میں یا کسی اور جگہ مقیم رہے؟ تو امام صاحب نے جواب میں فرمایا کہ جہاں چاہے عدت گذار سکتی ہے اس لیے کہ جس وقت عمر بن الخطاب فوت ہو گئے تو حضرت علیؓ المرتضیٰ اپنی لڑکی اُمّ کلثوم کے پاس تشریف لائے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے گھر لے گئے۔"

(۷)

(۱)۔ "تہذیب الاحکام" کی پہلی روایت

• "عن ابی عبد اللہ علیہ السّلامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمَرْأَةِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا تَعْتَدُّ فِیْ بَیْتِهَا اَوْ حَیْثُ شَاءَتْ؟ قَالَ بَلْ حَیْثُ شَاءَتْ اِنَّ عَلِیًّا لَمَّا تُوُفِّیَ عُمَرُ اَتٰی اُمَّ کُلْثُوْمٍ فَانْطَلَقَ بِهَا اِلٰی بَیْتِهٖ"

(تہذیب الاحکام، ص ۲۳۸۔ کتاب الطلاق باب عدۃ النساءؑ طبع ایرانی قدیم۔ دسنِ طباعت اندازاً ۱۳۱۶ھ)

(۸)

(۲) "تہذیب الاحکام کی دوسری روایت

"۔۔۔۔۔ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنْ امْرَأَةٍ تُوُفِّیَ عَنْهَا زَوْجُهَا اَیْنَ تَعْتَدُّ فِیْ بَیْتِ زَوْجِهَا اَوْ حَیْثُ شَاءَتْ؟ قَالَ بَلْ حَیْثُ شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا لَمَّا تُوُفِّیَ عُمَرُ اَتٰی اُمَّ کُلْثُوْمٍ فَاَخَذَ

بِيَدِهَا فَانْطَلَقَ بِهَا اِلٰى بَيْتِهٖ "

("تہذیب الاحکام"، ص ۲۳۸۔کتاب الطلاق، باب
عِدَّة النساء طبع قدیم ایرانی (سن طباعت ۱۳۱۶ھ)

"تہذیب" کی ان ہر دو روایات کا مطلب یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ان کے شاگردوں نے مسئلہ عدّت دریافت کیا کہ جس بیاہ شدہ عورت کا زوج فوت ہو جائے وہ عدّت کہاں گزارے؟ شوہر کے گھر یا کسی دوسری جگہ؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جس جگہ چاہے عدّت گزار سکتی ہے پھر فرمایا کہ جب حضرت عمرؓ بن الخطاب فوت ہو گئے تو حضرت علیؓ اپنی دختر اُمِّ کلثوم کے ہاں تشریف لائے۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دولتکدہ کی طرف لے گئے۔"

(9)

(۳) تہذیب الاحکام کی تیسری روایت

"......عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَاتَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عَلِيٍّ وَ اِبْنُهَا زَيْدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ سَاعَةٍ وَاحِدٍ لَا يُدْرٰى اَيُّهُمَا هَلَكَ قَبْلُ فَلَمْ يُوْرَثْ اَحَدُهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ وَصُلِّيَ عَلَيْهِمَا جَمِيْعًا۔

(تہذیب الاحکام آخری جلد، کتاب المیراث
ص ۳۸۰۔طبع قدیم ایرانی۔باب میراث الغرقیٰ
والمهدوم علیهم فی وقتٍ واحدٍ۔)

تہذیب کی اس تیسری روایت کا مضمون یہ ہے کہ امام جعفر صادقؒ نے امام محمد باقرؒ سے نقل کیا ہے کہ جب علی المرتضیٰ کی دختر اُمِّ کلثوم اور ان کے لڑکے زید ولد عمرؓ بن الخطاب ایک ہی وقت میں فوت ہوئے اور یہ پتہ

نہ چل سکا کہ ان میں سے کون پہلے فوت ہُوا ہے تو اس صورت میں ایک کو دوسرے کا وارث نہ بنایا جا سکا۔ اور ان دونوں پر نمازِ جنازہ ایک ہی وقت میں یکجا ادا کی گئی "۔

"اصولِ اربعہ" کی ان ہر سہ کتب کی باسند نو عدد مرویات کے ذریعہ مندرجۂ ذیل اشیاءؔ ثابت ہیں:-

(۱) - اُمِ کلثوم بنتِ علی المرتضیٰؓ حضرت عمر فاروقؓ کے نکاح میں تھیں۔

(۲) - حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ کی وساطت سے یہ نکاح کر دیا تھا۔

(۳) - اُمّ کلثوم سے حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد بھی ہوئی۔

(۴) - جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہُوا تو حضرت علیؓ اپنی عزیزہ اُمّ کلثوم کو عدّت گزارنے کے لیے اپنے گھر لے گئے۔

(۵) - جس روز اُمّ کلثوم کا انتقال ہُوا اُسی روز اُن کے لڑکے زید بن عمرؓ بن الخطاب کا بھی انتقال ہُوا اور ماں بیٹے کا جنازہ بہ یک وقت اٹھایا گیا اور یکجا پڑھا گیا "۔

اس کے بعد شیعہ حضرات کے باقی اکابر علماء و مجتہدین کی معتبر تصانیف سے اس مسئلہ کا ثبوت پیشِ خدمت کیا جاتا ہے۔

ہر دور کے شیعی علماء نے اس نکاح کو تسلیم کیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ تاویل ذکر کر دی ہے کہ یہ رشتہ مجبوراً و مغلوباً ہُوا۔

اب ذیل میں چوتھی صدی کے مشہور عالم و مجتہد سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ، المتوفی ۴۳۶ھ کی تصانیف سے اس مسئلہ پر حوالہ جات نقل کیے جاتے ہیں۔ شیعہ علماء کے نزدیک سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ متقدمین و متاخرین علماء کے مابین حدِ فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اب ان کے بیانات ملاحظہ فرما دیں:-

(۱۰)

(۱) ۔کتاب "الشافی" (جو قاضی عبدالجبّار کی کتاب "المغنی" کے جواب میں تصنیف کی گئی تھی) میں سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ لکھتے ہیں :۔

"فاما تزویجه بنته فلم یکن ذالک عن اختیار والخلاف فیه مشهور فان الروایة وردت بان عمر بن الخطاب خطبها الی امیر المؤمنین فدافعه وماطله فاستدعی عمر العباس فقال مالی ای بأس؟ فقال ما حملک علی هذا الکلام فقال خطبت الی ابن اخیک فمنعنی . . . .

. . . فقال العباس ردّ امرها الیّ ففعل فزوّجه العباس ایّاها . . . . الخ"

(کتاب "الشافی"، ص ۱۱۶ ۔ مع تلخیص الشافی، قدیم طبع ایرانی، سن طباعت ۱۳۰۱ھ)

حاصل یہ ہے کہ عمرؓ بن الخطّاب نے حضرت علیؓ سے ان کی لڑکی کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علیؓ نے ٹال دیا اور ڈھیل کی تو عمرؓ بن الخطاب نے عباس بن المطّلب سے کہا کہ مجھ میں کیا عیب ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے؟ عمرؓ نے کہا کہ میں نے تمہارے بھتیجے سے نکاح طلب کیا ہے اس نے مجھے منع کر دیا ہے . . . . . . (آخر کار) عباس نے علی بن ابی طالب سے کہا کہ آپ اس لڑکی کے نکاح کا اختیار مجھے سپرد کر دیں۔ حضرت علیؓ نے ان کو یہ اختیار دے دیا پس عباسؓ نے عمر بن الخطاب سے یہ رشتہ کر دیا۔"

(۱۱)

(۲) ۔کتاب "تنزیہ الانبیاء" میں سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ نے نکاح امّ کلثوم بنت علیؓ کے

مسئلہ کو مندرجہ ذیل عبارت میں پیش کیا ہے:۔

"فَاَمَّا اِنْكَاحُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَدْ ذَكَرْنَا فِيْ كِتَابِنَا الشَّافِيْ الْجَوَابَ عَنْ هٰذَا الْبَابِ مَشْرُوحًا وَبَيَّنَّا اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا اَجَابَ عُمَرَ اِلٰى اِنْكَاحِ بِنْتِهٖ عَلَيْهَا السَّلَامُ اِلَّا بَعْدَ تَوَعُّدٍ وَتَهَدُّدٍ وَمُرَاجَعَةٍ وَ مُنَازَعَةٍ الخ"

(کتاب تنزیہ الانبیا للسید الشریف المرتضیٰ

علم الہدیٰ، ص ۱۴۱-۱۳۸ - طبع ایران)

یعنی حضرت علیؓ کا حضرت عمرؓ کو اپنی لڑکی کا نکاح کر دینا اس مسئلہ کا جواب ہم نے کتاب "شافی" میں پورے بسط و تفصیل سے تحریر کر دیا ہے اور ہم نے واضح کر دیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی لڑکی کا رشتہ عمرؓ بن الخطاب کے ڈرانے دھمکانے اور بار بار مراجعت و منازعت کے بعد کیا تھا"

(۱۲)

شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی شیعی المتوفی ۶۵۶ھ نے اپنی شرح حدیدی میں "نِعْمَ الطِّيْبُ الْمِسْكُ خَفِيْفٌ مَحْمِلُهٗ عَطِرٌ رِيْحُهٗ" متن کے تحت ایک واقعہ نقل کیا ہے اس میں حضرت علیؓ کی صاحبزادی کا حضرت عمرؓ کے نکاح میں ہونا اظہر من الشمس ہے۔ واقعہ کی عبارت ملاحظہ فرما دیں۔

"وَجَّهَ عُمَرُ اِلٰى مَلِكِ الرُّوْمِ بَرِيْدًا فَاشْتَرَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ اِمْرَاَةُ عُمَرَ طِيْبًا بِدَنَانِيْرَ وَجَعَلَتْهُ فِيْ قَارُوْرَتَيْنِ وَاَهْدَتْهُمَا اِلٰى اِمْرَاَةِ مَلِكِ الرُّوْمِ فَرَجَعَ الْبَرِيْدُ اِلَيْهَا وَمَعَهٗ مِلْاُ الْقَارُوْرَتَيْنِ جَوَاهِرَ۔ فَدَخَلَ عَلَيْهِمَا عُمَرُ وَقَدْ صَبَّتِ الْجَوَاهِرَ فِيْ حِجْرِهَا فَقَالَ مِنْ اَيْنَ لَكِ هٰذَا؟ فَاَخْبَرَتْهُ فَقَبَضَ عَلَيْهِ وَقَالَ هٰذَا

لِلْمُسْلِمِيْنَ قَالَتْ كَيْفَ وَهُوَ عِوَضُ هَدِيَّتِيْ قَالَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكِ اَبُوْكِ۔ فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَكِ مِنْهُ بِقِيْمَةِ دِيْنَارِكِ وَالْبَاقِيْ لِلْمُسْلِمِيْنَ جُمْلَةً لِاَنَّ بَرِيْدَ الْمُسْلِمِيْنَ حَمَلَهٗ"

(شرح نہج البلاغہ حدیدی، ص ۵۷۵-۵۷۶ ج ۴

طبع بیروت، سن طباعت ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء -

یعنی عمرؓ بن الخطاب ایک دفعہ رُوم کے بادشاہ کی طرف ایک ایلچی روانہ کرنے لگے تو ان کی بیوی اُمِ کلثوم نے چند دینار کی خوشبو خرید کر دو شیشیوں میں ڈالی اور بادشاہِ رُوم کی عورت کی طرف پیغام رساں کے بدست تحفۃً ارسال کر دی۔ جب پیغام رساں واپس آیا تو اس خوشبو کے عوض میں دونوں شیشیاں جواہر سے پُر شدہ لاکر حضرت عمرؓ کے گھر پہنچا دیں۔ اب عمرؓ بن الخطاب گھر داخل ہوئے تو ان کی زوجہ (ام کلثوم) جواہر کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ عمرؓ نے کہا کہ یہ جواہر کہاں سے حاصل کیے ہیں؟ اُمّ کلثوم نے تمام قصّہ بیان کر دیا۔ عمرؓ بن الخطاب نے جواہر کو قبضہ میں لے لیا اور فرمایا کہ یہ تو تمام مسلمانوں کے ہیں۔ اُمّ کلثوم نے کہا کہ وہ کس طرح؟ یہ تو میرے ہدیہ کے عوض میں آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے اور تیرے درمیان جو تیرا باپ (علی بن ابی طالب) فیصلہ کر دے وہ معتبر ہوگا۔ پھر حضرت علیؓ نے فیصلہ دیا کہ اے اُمّ کلثوم اس تحفہ کی خریداری میں جس قدر تیرے درہم و دینار خرچ ہوئے تجھے جواہر سے تو اتنی مقدار لے سکتی ہے۔ باقی جواہر تمام مسلمانوں (یعنی بیت المال) کے لیے ہیں اس لیے کہ عامۃ المسلمین کا ایلچی ان کو اٹھا کر لایا ہے۔"

واقعہ ہٰذا کے فوائد

(۱) - ایک تو اُمِّ کلثوم بنت علیؓ کا حضرت عمر فاروقؓ کے نکاح میں ہونا ثابت ہے۔

(۲) - دوسرے حضرت علی المرتضیٰؓ اس رشتہ داری پر راضی تھے ناراض نہیں تھے۔

(۳) تیسرے اپنی عزیزہ کے پاس حضرت عمر فاروقؓ کے گھر میں آمدورفت رکھتے تھے۔

(۴) چوتھے حضرت عمرؓ کے خانگی واقعات میں بھی حضرت علیؓ شامل رہتے تھے۔ یہ واقعہ ان حضرات کے لیے باہمی صفائی معاملات اور حُسنِ تعلقات کی روشن دلیل ہے۔

(۱۴)

شیعہ حضرات کے مشہور و معروف محقق الحلّی المتوفّٰی ۶۷۶ھ نے فقہ جعفری کے لیے ایک متن "شرائع الاسلام" کے نام سے مدوّن کیا تھا۔ اس متن کے "کتاب النکاح" "لواحق العقد" میں لکھا ہے:

"وَيَجُوْزُ نِكَاحُ الْحُرَّةِ الْعَبْدَ وَالْعَرَبِيَّةِ الْعَجَمِيَّ وَالْهَاشِمِيَّةَ غَيْرَ الْهَاشِمِيِّ۔"

"یعنی آزاد عورت کا مرد غلام کے ساتھ اور عربی عورت کا عجمی مرد کے ساتھ اور ہاشمی عورت کا غیر ہاشمی مرد کے ساتھ نکاح درست و صحیح ہے۔"

شیعہ بزرگوں کے شیخ زین الدین احمد العاملی المعروف الشہید الثانی نے ۹۶۴ھ میں مذکور متن "شرائع الاسلام" کی "مسالک الافہام" کے نام سے نہایت معتبر شرح لکھی ہے۔ شرح ہٰذا میں مندرجۂ بالا عبارت کے تحت اُمِّ کلثوم بنت علیؓ کے نکاح کا مسئلہ صراحۃً درج ہے۔ "یہ فقہ جعفری" کا متفقہ و مجمع علیہ مسئلہ ہے۔ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے۔ ناظرین کے افادہ کے لیے اس مقام کی عربی عبارت و ترجمہ پیش خدمت کیا جاتا ہے۔ متن مذکور و شرح دونوں کے ملاحظہ کرنے کے بعد اس مسئلہ کا خود فیصلہ فرما دیں۔ بعد کے کسی مجتہد

صاحب کی تاویل و توجیہ کی حاجت نہ رہے گی۔

علامہ محقق الحلّی کے متن مذکور کی دلیل بیان کرتے ہوئے "الشہید الثانی" تحریر کرتے ہیں :-

"وَزَوَّجَ النَّبِيُّ اِبْنَتَهُ عُثْمَانَ، وَزَوَّجَ اِبْنَتَهُ زَيْنَبَ بِأَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ وَلَيْسَا مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَكَذَالِكَ زَوَّجَ عَلِيٌّ اِبْنَتَهُ اُمَّ كُلْثُوْمٍ مِنْ عُمَرَ وَتَزَوَّجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْحُسَيْنِ وَتَزَوَّجَ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ اُخْتَهَا سَكِيْنَةَ وَكُلُّهُمْ مِنْ غَيْرِ بَنِي هَاشِمٍ"

("مسالک الافہام" شرح "شرائع الاسلام" کتاب النکاح

باب لواحق العقد، جلد اوّل مطبوعہ ایران، سن طباعۃ ۱۲۷۳ھ)

مطلب یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السّلام نے اپنی صاحبزادی کا نکاح عثمانؓ بن عفان سے کر دیا تھا اور اپنی دختر زینب کا نکاح ابو العاص بن الربیع سے کر دیا تھا، حالانکہ دونوں بنی ہاشم سے نہ تھے۔ اسی طرح حضرت علیؓ نے اپنی دختر اُمّ کلثوم کا نکاح عمرؓ بن الخطاب سے کر دیا تھا اور عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے ساتھ فاطمہ بنت الحسین کی شادی ہوئی۔ اور ان کی بہن سکینہ بنت الحسین کی شادی مُصعب بن زبیر سے ہوئی۔ بنی ہاشم کے یہ رشتے غیر بنی ہاشم کے ساتھ ہوتے اور خانہ آبادیاں ہوئیں۔"

یہ پانچ عدد رشتے یہاں بطور فقہی استدلال کے ذکر کیے۔ ان میں ایک رشتہ اُمِّ کلثوم بنتِ علیؓ کا بھی ہے۔ کسی باشعور منصف مزاج آدمی کے لیے اب اس رشتہ کی صحت میں کلام کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ باقی لَاَتَسَلَّم کا کوئی علاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو متفق و متحد رہنے کی توفیق نصیب فرمائے اور قلبی ہدایت

بخشے ۔آمین ۔

(۱۴)

شیعہ بزرگوں کے مشہور و معروف مجتہد قاضی نوراللہ شوستری "شہید ثالث" المتوفی ۱۰۱۹ھ نے مسئلہ نکاح ام کلثوم کو متعدد تصانیف میں درج کیا ہے ۔اس کی تصریحات ملاحظہ فرما دیں۔

(۱) ۔ کتاب مجالس المؤمنین میں تذکرہ عباس بن عبدالمطلب کے تحت لکھا ہے :

"چوں عمر بن الخطاب جہت ترویج خلافتِ فاسدہ خود داعیہ تزویج ام کلثوم دختر حضرت امیر نمود و آں حضرت جہت اقامت حجج مکرراً اظہار ابا و امتناع نمود آخر عمر عباس را نزد خود طلبید و سوگند خوردہ گفت اگر علی را بدامادی من راضی نمی سازی آنچہ در دفع او ممکن باشد خواہم کرد ۔ چوں مبالغہ عباس درآں باب از حد گذشت آنحضرت از روئے اکراہ ساکت شدند تا آنکہ عباس از پیشِ خود از نکاحِ تزویج او نمود "

("مجالس المومنین" تذکرہ عباس بن عبدالمطلب ص ۷۶ طبع قدیم ایرانی ۔تختی کلاں)

مندرجہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے :

"جب عمر بن الخطاب نے اپنی خلافتِ فاسدہ کی ترویج کرنے کے لیے حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثوم کی تزویج کو ذریعہ بنانا چاہا اور حضرت علیؓ نے قیامِ دلائل کی بنا پر بار بار اس کا انکار کیا تو آخر کار عمر بن الخطاب نے عباس کو اپنے پاس بلایا اور قسم کھا کر کہا کہ اگر تم میری دامادی پر علی بن ابی طالب کو راضی نہیں کرو گے تو میں اس کی مدافعت میں امکانی کوشش کر گزروں گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب حضرت عباسؓ کا

(نکاح ہذا کے سلسلہ میں) مبالغہ بے حد ہو گیا تو مجبوری کی بنا پر حضرت علی خاموش ہو گئے، حتیٰ کہ حضرت عباسؓ نے از راہِ خود اس رشتہ کو انجام دیا۔"

(۲) ۔ پھر محمد بن جعفر طیارؓ کے تذکرہ میں تحریر کیا ہے کہ

"محمد بن جعفر طیارؓ بعد از فوت عمر بن الخطاب بشرفِ مصاہرت حضرت امیرالمؤمنین مشرف گشتہ امّ کلثوم را کہ با عدم کفائت از روئے اکراہ در حبالہ عمر بود تزویج نمود۔"

(مجالس المؤمنین، ص ۸۲ تذکرہ محمد بن جعفر طبع قدیم ایرانی)

مطلب یہ ہے کہ "عمرؓ بن الخطاب کی وفات کے بعد محمد بن جعفر طیارؓ نے اُمِ کلثوم بنت علیؓ کے ساتھ نکاح کیا۔ اُمِ کلثوم غیر کفو ہونے کی وجہ سے مجبوراً عمر بن الخطاب کے نکاح میں تھی۔"

(۳) ۔ پھر اسی کتاب میں مقداد بن اسود کے تذکرہ میں بالفاظِ ذیل اس مسئلہ کو لکھا ہے:۔

"...... اگر نبی دختر بعثمان داد ولی دختر بعمر فرستاد۔"

(مجالس المؤمنین، ص ۸۵ تذکرہ مقداد بن اسود طبع قدیم ایرانی تختی کلاں)

یعنی اگر نبی علیہ السلام نے اپنی لڑکی عثمانؓ کو نکاح کر دی تو ولی (یعنی علی المرتضیٰؓ) نے اپنی لڑکی عمرؓ کی طرف بھیج دی۔"

(۴) ۔ قاضی نور اللہ شوستری نے اپنی تصنیف "مصائب النواصب" میں نکاحِ ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ پر مفصل بحث کی ہے۔ اصل نکاح ہذا کو تسلیم کیا ہے لیکن ساتھ ہی کئی توجیہات بیان کر دی ہیں۔ وہاں لکھا ہے کہ:۔

"...... تزویج امّ کلثوم با عمرؓ در مقام ضرورت و ناچاری از راہِ رخصت است۔"

(ترجمہ مصائب النواصب فارسی از آقا مرزا محمد علی مدرس تنتی
چہار دہی نجفی، ص ۱۶۵ تا ۱۷۰ انجمن خورد مطبوعہ تہران سن طباعت ۱۳۶۹ھ)
"یعنی عمرؓ کے ساتھ اُمّ کلثوم کی تزویج ضرورت و ناچارگی کی صورت میں ہوئی
جو (خاص حالات میں رخصت ہے)

(۱۵)

—— گیارھویں صدی کے مشہور مجتہد ملّا باقر مجلسی نے بھی امّ کلثوم بنت علیؓ کے نکاح کے مسئلہ کو اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

چنانچہ اصول کافی و فروع کافی کی شرح مرآۃ العقول جلد سوم صفحہ ۴۴۸-۴۴۹، باب تزویج اُمِ کلثوم، طبع قدیم ایرانی میں اس پر مفصل بحث کی ہے اور مسئلہ ہذا کے منکرین کے جوابات دیئے ہیں۔ آخرِ بحث میں چل کر نکاح ہذا کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"والاصل فی الجواب ان ذالک وقع علی سبیل التقیۃ والاضطرار"

یعنی اُمِّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا نکاح حضرت عمر بن الخطابؓ سے مجبوری اور تقیّہ کی بنا پر واقع ہوا تھا۔ اصل جواب یہ ہے۔"

ایک رفعِ اشتباہ

قارئین کرام ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ شیعہ مجتہدین و علماء نکاح اُمِّ کلثوم کے واقعہ کو تسلیم تو کرتے ہیں لیکن ساتھ اس واقعہ کو جبر و قہر کا رنگ دے کر بیان کرتے ہیں اور اجبار و اضطرار کی شکل میں پیش کرتے ہیں

۱ - گویا حضرت شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس رشتہ دینے میں مجبور و مقہور تھے۔

۲ - بلکہ ان کی بعض روایات کی بنا پر حیدرِ کرار سے یہ رشتہ چھین لیا گیا۔ (معاذ اللہ)

۳ - قتل کی دھمکیاں دے کر مشکل کشا سے زبردستی یہ نکاح حاصل کیا گیا۔

۴ - اور رشتہ دینے میں صاحب ذوالفقار بے بس ہو گئے۔

۵ - اور علامہ مجلسی (ملا باقر) صاحب فرما رہے ہیں کہ اصل جواب یہ ہے کہ تقیہ کی بنا پر یہ تعلق قائم کیا گیا۔

جواباً

باادب عرض ہے کہ واقعہ ہذا کا جو نقشہ ہمارے احباب پیش کر رہے ہیں وہ فاتح خیبر جناب حضرت علی المرتضیٰ کی شایانِ شان نہیں ہے۔

اِس وجہ سے

(۱) کہ یہ صورت شجاعتِ حیدری کے خلاف ہے۔

(۲) اور یہ چیز عزتِ نفس کے متبائن ہے۔

(۳) یہ طریقہ خاندانی وقار کو شدید مجروح کرنے والا ہے۔

(۴) یہ روش غیرتِ ایمانی اور نسبی شرافت کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے

(۵) یہ حالت قبیلہ بنی ہاشم کی خاندانی روایات کے منافی ہے۔

آخری گذارش یہ ہے کہ بزرگ فرمایا کرتے ہیں کہ:

ع ہر چہ برخود مپسندی بر دیگراں مپسند

یعنی رشتہ کے معاملہ میں جو صورتِ حال ہم اپنے لیے گوارا نہیں کر سکتے وہ معرکہ ہائے بدر و اُحد کے ہیرو، فاتح خیبر، اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے لیے کیسے پسند کر سکتے ہیں؟ العیاذ باللہ۔ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا۔

خدارا سوچیے اور انصاف فرمائیے!!

(۱۶)

—— تیرھویں صدی کے مشہور شیعہ مؤرخ مرزا عباس علی قلی خاں (جو دولتِ ایران کے بادشاہ قاچار کا وزیرِ اعظم تھا) نے اپنی تصنیف "تاریخ طراز مذہب مظفری" میں ایک مستقل باب (حکایت تزویج ام کلثوم با عمر بن الخطاب) مفصّل بیان کیا ہے۔ وہاں لکھتے ہیں کہ:

"جناب اُمّ کلثوم کبریٰ دختر فاطمۃ الزہرا در سرائے عمر بن الخطاب بود و از وَے فرزند بیاورد چنانکہ مذکور گشت و چوں عمرؓ مقتول شد، محمد بن جعفر بن ابی طالب اورا در حبالۂ نکاح در آورد۔"

یعنی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی صاحبزادی اُمّ کلثوم عمر بن الخطاب کے گھر تھیں۔ ان سے ایک فرزند بھی پیدا ہوا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ جب حضرت عمرؓ قتل کیے گئے تو محمد بن جعفر بن ابی طالب اُمّ کلثوم کو نکاح میں لائے۔"

(تاریخ طراز مذہب مظفری۔ باب حکایت تزویج اُمّ کلثوم با عمر بن الخطاب۔ طبع ایران)

(۱۷)

—— چودھویں صدی کے مشہور شیعی فاضل و مجتہد شیخ عباس قمی نے اپنی تصنیف منتہی الآمال (جو ۱۳۵۰ھ میں لکھی گئی تھی) میں درج کیا ہے کہ:

"واما کلثوم حکایتِ تزویج او با عمر بن الخطاب در کتب مسطور است و بعد از وے ضجیع عون بن جعفر و از پس او زوجۂ محمد بن جعفر گشت۔"

(منتہی الآمال جلد اوّل فصل ششم در ذکر اولاد امیر المومنین علیہ السّلام، ص ۱۸۶ طبع ایران۔ تختی خورد)

"یعنی عمر بن الخطاب کے ساتھ اُمّ کلثوم کا نکاح کتابوں میں لکھا ہے اور اس کے بعد عون بن جعفر کے نکاح میں آئی۔ اور اس کے بعد اس کے بھائی محمد بن جعفر

کے نکاح میں آئی۔

ضروری تنبیہ

ناظرین باتمکین کی خدمت میں عرض ہے کہ رشتہ ہذا کے اثبات کے لیے ہر صدی اور ہر دور کے شیعی علماء و مجتہدین کی چند تصریحات ہم نے پیش کی ہیں۔ ان حوالہ جات میں اصولِ اربعہ کی کتابوں سے نو عدد صرف ائمہ معصومین کی روایات ہیں۔ لیکن واقعہ میں اس مضمون کی بے شمار روایات پائی جاتی ہیں جو درجہ شہرت کو پہنچتی ہیں۔

ان بے شمار روایاتِ ائمہ کرام اور لاتعداد اقوالِ مجتہدین کے مقابلہ میں بعض لوگ کچھ روایات اور بعض علماء کے بعض اقوال رشتہ ہذا کے انکار کے لیے عوام الناس کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ اس اشتباہ کو رفع کرنے کے لیے ہم ان کے علماءِ اصول کی جانب سے ترجیح احادیث کا ایک قاعدہ یہاں ذکر دیتے ہیں جس کے بیان کرنے کے بعد یہ تعارض دُور ہو جائے گا۔

اِس قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ روایت کو روایت پر ترجیح دینے کے لیے وجوہِ ترجیحِ حدیث بہت ہیں۔ پہلا طریق یہ ہے کہ ایک روایت کے راوی کثیر تعداد ہوں اور اس کے مقابل روایت کے راوی قلیل ہوں تو جس روایت کے راوی کثیر ہوں اس کو ترجیح دی جائے گی اور اس کو قبول کیا جائے گا۔ اس لیے کہ کثیر عدد بہ نسبت قلیل عدد کے خطاء اور غلطی سے محفوظ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے مقابل روایت (جو قلیل لوگوں سے مروی ہے) متروک ہو گی۔"

قاعدہ ہذا کی عبارت کتاب "معالم الاصول" سے نقل ہے۔ یہ شیعہ کی مشہور و معتبر کتاب ہے۔ ملاحظہ ہو:

"مِنْهَا التَّرْجِيْحُ بِالسَّنَدِ وَيَحْصُلُ بِأُمُوْرِ الْاَوَّلِ كَثْرَةُ الرُّوَاةِ

كَانَ يَكُوْنَ رُوَاةُ اَحَدِهِمَا اَكْثَرَ عَدَدًا مِنْ رُوَاةِ الْاٰخَرِ فَيُرَجَّحُ مَارَوَاتُهُ اَكْثَرُ بِقُوَّةِ الظَّنِّ اِذِالْعَدَدُ الْاَكْثَرُ اَبْعَدُ عَنِ الْخَطَاءِ مِنَ الْاَقَلِّ "

(کتاب "معالم الاصول" للشیخ جمال الدین ابو منصور حسن بن زین الدین الشیعی - المطلب التاسع (خاتمۃ) المتوفی ۱۰۱۱ھ مطبوعۂ قدیم، ایران - (سن طباعت ۱۲۹۰ھ)

مطلب یہ ہے کہ اس قاعدہ و ضابطہ کے تحت اپنی کثرت و شہرت کے اعتبار سے وہی مرویات معتبر و مستند ہونگی جن میں اُمّ کلثوم بنت علیؓ المرتضیٰ کا نکاح حضرت عمر بن الخطّاب کے ساتھ ہونا منقول و مذکور ہے اور جن بعض روایات میں اس رشتہ کے صحیح ہونے سے انکار کیا گیا ہے وہ اپنی قلّت و ندرت کے سبب سے متروک ہونگی "۔

فائدہ ثانیہ

ناظرین کرام کی تشفی کے لیے یہاں یہ مختصر سی تشریح کی جاتی ہے کہ سیّدنا عمرؓ بن الخطاب فاروق اعظمؓ کے نکاح میں حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کی صاحبزادی اُمّ کلثوم (جس کی والدہ سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ ہے) تھیں۔ اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصدّیق نہ تھی (جیسا کہ شیعہ و سُنّی کتابوں میں درج پایا جاتا ہے)۔

اس مقصد کے اثبات کے لیے مندرجۂ ذیل اشیاء کی وضاحت معروض ہے۔

۱ - اُمّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ کی ماں دوسری ہیں اور اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصّدیقؓ کی ماں دوسری ہیں۔

۲ - بالفرض اگر اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصدّیقؓ سے حضرت عمر فاروقؓ نے خطبہ (یعنی نکاح

کی ابتدائی گفتگو) کی تھی تو انہوں نے ان سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

۳ - پھر اُمِّ کلثوم بنت ابی بکر الصدّیق کا نکاح طلحہ بن عبید اللہ سے ہُوا۔ اس کے بعد عبد الرحمٰن الاحول بن عبد اللہ المخزومی سے ہُوا۔

—— مندرجۂ بالا امور کے لیے علماءِ انساب و تراجم کی کتابوں سے تصدیق و توثیق پیش کی جاتی ہے۔ عبارات ملاحظہ ہوں۔ پہلی چیز کے متعلق گزارش ہے:۔

(۱)

"ام کلثوم بنت ابی بکر . . . . وَاُمُّھَا حَبِیْبَۃُ بِنْتُ خَارِجَۃَ بْنِ زَیْدِ بْنِ اَبِیْ زُھَیْرٍ مِنْ بَنِی الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ - وَاُمُّ کُلْثُوْمِ ابْنَۃُ اَبِیْ بَکْرٍ ھٰذِہٖ الَّتِیْ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ لِعَائِشَۃَ بِنْتِہٖ حِیْنَ حَضَرَتْہُ الْوَفَاۃُ "اِنَّمَا ھُمَا اَخَوَاکِ وَاُخْتَاکِ" قَالَتْ عَائِشَۃُ ھٰذِہٖ اَسْمَاءُ قَدْ عَرَفْتُھَا فَمَنِ الْاُخْرٰی؟ قَالَ ذُوْبَطْنِ بِنْتِ خَارِجَۃَ قَدْ اُلْقِیَ فِیْ خُلْدِیْ اَنَّھَا جَارِیَۃٌ" فَکَانَتْ کَمَا قَالَ وَوُلِدَتْ بَعْدَ مَوْتِہٖ"

(کتاب "نسب قریش" لابی عبد اللہ المصعب الزبیری،
ص ۲۷۸ تحت ولد تیم بن مرۃ - طبع مصری)

"حاصل یہ ہے کہ اُمِّ کلثوم بنت ابی بکر الصدّیقؓ کی ماں کا نام حبیبہ بنت خارجہ بن زید (خزرجی) ہے۔ اور یہ وہی اُمِّ کلثوم ہے جس کے متعلق سیّدنا ابوبکر الصدیق نے اپنی وفات سے کچھ قبل اپنی لڑکی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کہا تھا کہ اَے عائشہؓ! یہ دونوں تیرے بھائی ہیں اور یہ دونوں تیری بہنیں ہیں تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یہ میری بہن اسماء تو ٹھیک مجھے معلوم ہے لیکن دوسری بہن کون ہے؟ تو ابوبکر الصدّیقؓ فرمانے لگے

کہ میرے دل میں یہ بات اِلقاء ہوئی ہے کہ میری اہلیہ حبیبہ بنتِ خارجہ جو اُمّید سے ہے اس کے ہاں لڑکی ہوگی (خدا کی شان) جس طرح حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تھا اسی طرح ہوا یعنی ان کی وفات کے بعد لڑکی پیدا ہوئی (جس کا نام حضرت عائشہؓ نے اُمّ کلثوم رکھا)"

——اور طبقاتِ ابنِ سعد جلد ثامن "تذکرہ اُمّ کلثوم بنت ابی بکرؓ" میں اُن کا نسب اس طرح لکھا ہوا ہے:-

"اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصدّیقؓ بن ابی قحافہ بن عامر...... (تیمی)

واُمّہا حبیبۃ بنت خارجہ بن زید بن ابی زہیر...... (خزرجی)"

حاصلِ کلام یہ ہے کہ "اُمّ کلثوم ابوبکر الصدّیقؓ بن ابی قحافہ بن عامر کی لڑکی ہیں اور ان کی ماں کا نام حبیبہ بنتِ خارجہ بن زید خزرجی ہیں"

(طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۳۳۸۔ تذکرہ ام کلثوم

بنت ابی بکر۔ طبع لیدن یورپ)

(۲)

اب دوسری چیز کی وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

——ابنِ قُتَیبہ دینوری نے "المعارف" میں صدّیق اکبرؓ کی اولاد کے تذکرہ میں لکھا ہے:

"وَاَمَّا اُمُّ کُلْثُوْم بِنْتُ اَبِیْ بَکْرٍ فَخَطَبَہَا عُمَرُؓ بْنُ الْخَطَّابِ اِلٰی عَائِشَۃَؓ فَاَنْعَمَتْ لَہٗ وَکَرِہَتْ اُمُّ کُلْثُوْمٍ فَاحْتَالَتْ لَہٗ حَتّٰی اَمْسَکَ عَنْہَا الخ (المعارف لابنِ قُتَیبہ، ص ۷۶۔ طبع مصر تحت اولاد حضرت صدّیقؓ)

——ابن جریر طَبَری نے اپنی تاریخ میں ۲۳ھ ہجری جلد پنجم میں حضرت عمرؓ کی اولاد و ازواج کے تحت ذکر کیا ہے۔

"قَالَ الْمَدَائِنِيُّ وَخَطَبَ اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ اَبِیْ بَكْرٍ وَھِیَ صَغِیْرَۃٌ وَ

اَرْسَلَ فِیْھَا اِلٰی عَائِشَۃَ . . . .

فَقَالَتِ الْاَمْرُ اِلَیْھَا فَقَالَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ لَاحَاجَۃَ لِیْ فِیْہِ . . . الخ"

(تاریخ ابنِ جریر طبری، ج ۵، ص ۱۷)

——— ابن ابی الحدید معتزلی شیعی نے حدیدی شرح نہج البلاغۃ میں طبری کے حوالہ سے یہ مسئلہ مندرجہ ذیل عبارت میں لکھا ہے:۔

"وَرَوَی الطَّبَرِیُّ فِیْ تَارِیْخِہٖ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ اَبِیْ بَكْرٍ فَاَرْسَلَ فِیْھَا اِلٰی عَائِشَۃَ فَقَالَتِ الْاَمْرُ اِلَیْھَا فَقَالَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ لَاحَاجَۃَ لِیْ فِیْہِ . . . . الخ"

(شرح نہج البلاغہ حدیدی، جلد ثالث، ص ۲۳۱، بحث مطاعنِ فاروقی تحت طعن خامس۔ طبع بیروت)

اِن ہر سہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے:۔

"اُمِّ کلثوم بنتِ ابی بکر الصدیقؓ صغیرہ تھی کہ عمر بن الخطاب نے عائشہ صدیقہؓ کی وساطت سے اس کے ساتھ نکاح کے لیے پیغام دیا تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اس کا معاملہ اس کے سپرد ہے پھر خود اُمِّ کلثوم نے کہا کہ مجھے ان کے ساتھ نکاح کی کچھ حاجت نہیں ہے تو حضرت عمرؓ اس کے نکاح سے رک گئے۔"

(۳)

اور تیسری چیز کے لیے "علماءِ انساب" کے بیانات ملاحظہ فرما دیں تسکینِ خاطر ہو جائے گی۔

(۱)۔ نسبِ قریش مصعب زُبیری میں ہے:

وَ اُمُّ كُلْثُوم بِنْتُ اَبِیْ بَكْرٍ وَلَدَتْ لِطَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ زَكَرِيَّا وَ عَائِشَةَ ابْنَیْ طَلْحَةَ ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ رَبِيْعَةَ . . . . فَوَلَدَتْ لَهُ عُثْمَانَ وَ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰی"

(کتاب نسب قریش، ص ۲۷۸، تحت اولاد ابی بکر الصدیق ؓ)

(۲) ۔ اور طبقات ابن سعد میں اُمِّ کلثوم بنت ابی بکر کے تحت لکھا ہے کہ :

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تزوجها طلحة بن عبيد الله بن عثمان بن عمرو بن كعب بن سعد بن تيم فولدت له زكريا و يوسف مات صغيرًا و عائشة بنى طلحة فقتل عنها طلحة بن عبيد الله يوم الجمل . . . .
. . . . ثم تزوّجت ام كلثوم بعد طلحة بن عبيد الله عبد الرحمٰن بن عبد الله بن ابى ربيعة (المخزومى) . . . . فولدت له ابراهيم الاحول و موسٰى و ام حميد و امّ عثمان . . . . . ."

(طبقات ابن سعد جلد ثامن تذکرہ اُم کلثوم بنت ابی بکر الصدیق ص ۳۳۸-۳۳۹ ۔ طبع یورپ لیدن)

(۳) ۔ اور "کتاب المحبّر" لابی جعفر محمد بن حبیب بغدادی میں اصہار ابی بکر الصدیق کے تحت لکھا ہے کہ :-

"۔ ۔ ۔ ۔ و طلحة بن عبيد الله كانت تحته ام كلثوم بنت ابى بكر الصدّيق و عبد الرحمٰن الاحول بن عبد الله بن ابى ربيعة (المخزومى) خلف على ام كلثوم بعد طلحة ۔"

(کتاب المحبّر، ص ۵۴، تحت اصہار ابی بکر الصدّیق ۔ طبع حیدر آباد دکن)

ان ہرسہ حوالہ جات کا ماحصل یہ ہے کہ:

"اُمِّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیقؓ پہلے طلحہ بن عبیداللہ (تیمی) کے نکاح میں تھیں اس سے ان کی اولاد زکریا و عائشہ (عند البعض یوسف بھی ہے) ہوئی۔ پھر جنگِ جمل میں طلحہ فوت ہوگئے۔ اس کے بعد اُمِّ کلثوم کا نکاح عبدالرحمٰن بن عبداللہ (المخزومی) کے ساتھ ہُوا، ان سے ان کی اولاد عثمانؒ ابراہیم و موسیٰ وغیرہ ہُوئے۔"

ان تمام مندرجات سے "علماءِ انساب" کی زبانی واضح ہوگیا کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب فاروقِ اعظم کے نکاح میں اُمِّ کلثوم بنتِ علی المرتضیٰ تھی۔ اُمِّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیقؓ نہ تھیں۔

فائدہ ثالثہ ۳

—— اس فائدہ میں بحث ہذا کا خلاصہ یکجا پیشِ خدمت کیا جاتا ہے۔

—— نسبی تعلقات کے ضمن میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰ کا باہمی رشتہ پیش کیا گیا تھا۔ بحمداللہ یہ رشتۂ مودّت ہر دو حضرات کے درمیان قائم و دائم رہا۔

—— علماء نے تصریح کر دی ہے کہ یہ بابرکت نکاح ذوالقعدہ ۱۷ھ میں منعقد ہُوا تھا اور اس کا مہر چالیس ہزار درہم مقرر ہُوا۔ پھر حضرت علیؓ کی صاحبزادی اُمِّ کلثوم سے حضرت عمرؓ کی اولاد ہوئی۔ ایک لڑکا متولّد ہُوا، ان کا نام زید تھا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام رقیہ تھا۔ جوان ہونے کے بعد ابراہیم بن نعیم النحام عدوی سے اس کی تزویج ہُوئی۔ اور بعض مؤرّخین نے ایک اور لڑکی فاطمہ نامی بھی ذکر کی ہے لیکن وہ مختلف فیہ ہے۔

— زید بن عمر بن الخطاب جواں سال ہوئے۔ ایک دفعہ قبیلہ بنی عدی کے درمیان اتفاقاً لڑائی جھگڑا برپا ہوا رات کا وقت تھا، زید بن عمر فاروقؓ صلح و مصالحت کے قصد پر دونوں فریقوں کے درمیان عین لڑائی کے وقت چلے گئے۔ شب کی ظلمت و سیاہی میں غلطی سے ایک شخص کے ہاتھوں زخمی ہو گئے۔ سر میں سخت زخم آیا جس سے جانبر نہ ہو سکے۔ چند یوم صاحبِ فراش رہے اور ان کی والدہ محترمہ (اُمِّ کلثوم بنت علیؑ) بھی اس دوران بیمار ہو گئیں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ماں بیٹے دونوں کا انتقال ایک ہی وقت میں ہوا۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کس کی وفات پہلے ہوئی ہے اور کس کی بعد میں ہوئی۔

— علماء فرماتے ہیں کہ یہ عجیب ترین مسائل میں سے ہے کہ ایک کو دوسرے کا وارث نہیں بنایا جا سکتا۔

پھر یہ دونوں جنازے بیک وقت اٹھائے گئے۔ بعض نے کہا ہے کہ ان جنازوں کی امامت کے فرائض عبداللہ بن عمر فاروقؓ نے سرانجام دیئے اور بعض کہتے ہیں کہ سعید بن العاص اُموی امیر مدینہ تھے، انہوں نے امامت کرائی۔

حسنین شریفینؓ اس وقت مقتدیوں کی صف میں موجود تھے۔ اور زید بن عمرؓ کے جنازہ کو امامِ نماز کے قریب رکھا گیا۔ اور اُمِّ کلثوم کے جنازہ کو امام سے دُور کعبہ کی جانب رکھا گیا۔ اس کیفیت کے ساتھ نمازِ جنازہ ادا ہوئی۔

مورخ اسلام علّامہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء جلد سوم تذکرہ اُمِّ کلثوم بنت علیؑ کے آخر میں، ج ۳، ص ۳۰ ۳ پر لکھا ہے کہ:

"وَ ذَالِكَ فِيْ اَوَائِلِ دَوْلَتِ مُعَاوِيَةَ"

یعنی امیر معاویہؓ کی خلافت کے اوائل میں یہ واقعہ پیش آیا۔

تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ص ۸۰ ج ۱ الثانی تحت احوال مساجد۔

—— رشتہ ہذا کی صحت اور درستگی میں کچھ شبہ و اشتباہ نہیں رہا۔ اہل السنۃ والجماعت کی روایات کے اعتبار سے مسلّم ہے۔ شیعہ احباب کی مرویات سے تصدیق شدہ ہے۔ تاریخِ اسلامی کی بیان کردہ ایک حقیقت ہے۔ علماءِ انساب و تراجم کا ایک مسلّمہ مسئلہ ہے۔

اندریں حالات سیدنا عمر بن الخطّاب اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کے درمیان نسبی روابط کے اعتبار سے مندرجۂ ذیل نسبتیں قائم ہیں۔

یعنی

(۱) —— حضرت فاروق اعظمؓ حضرت علیؓ شیرِ خدا کے داماد ہیں

(۲) —— اور حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت عمرؓ کے خسر ہیں۔

(۳) —— حضرت فاطمۃ الزہراءؓ، حضرت عمر فاروقؓ کی خوشدامن (ساس) ہیں۔

(۴) —— اور سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ حضرت عمر فاروقؓ کے برادر نسبتی ہیں۔

(۵) —— حضرت عمرؓ حسنین شریفین کے بہنوئی ہیں۔

(۶) —— اور زینب دخترِ علیؓ حضرت عمرؓ کی خواہر نسبتی ہیں۔

(۷) —— زید پسر عمر فاروقؓ اور رقیہ دختر عمر فاروق دونوں حضرت علیؓ کے نواسے ہیں۔

(۸) —— امام حسن و امام حسین و امام محمد بن حنفیہ (صاحبزادگانِ علی المرتضیٰؓ) کے لیے زید و رقیہؓ بھانجے ہیں۔

(۹) —— اور حسنین شریفین زید بن عمرؓ اور رقیہ بنتِ عمرؓ کے ماموں ہیں۔

(۱۰) —— سردارِ دو عالم آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنت البنت (یعنی نواسی) حضرت عمر بن الخطّاب کے نکاح میں ہے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

ناظرین کرام!

خدارا انصاف وعدل فرمادیں کہ یہ تمام دوستی کی داستان ہے؟ یا دشمنی کی کہانی؟ ہم نے حقیقت واقعہ پیش کر دی ہے۔ عقل وانصاف کے پیش نظر فیصلہ کرنا آپ کے ہاتھ میں ہے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

امر ثالث

یہاں اب یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ اسلامی روایات وتاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے مابین اس رشتہ داری کے بعد حضرت علیؓ کے صاحبزادگان حضرت عمرؓ کے گھر میں اپنی خواہر ام کلثوم کے پاس آمد ورفت رکھتے تھے۔ ایک دوسرے کے گھر آنا جانا تھا اور باہمی کوئی انقباض اور نفرت نہ تھی چنانچہ کنز العمال میں تاریخ ابن عساکر کے حوالہ سے اس نوعیت کا واقعہ درج ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:-

"..... عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ دَخَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاَنَا عِنْدَ اُخْتِيْ اُمِّ كُلْثُوْمِ بِنْتِ عَلِيٍّ فَضَمَّنِيْ قَالَ الْطِفِيْهِ يَا اُمَّ كُلْثُوْمِ"

(کنز العمال بحوالہ (ابن عساکر) ج ۷ ص ۸۸، طبع اول دکن)

یعنی محمد بن حنفیہؒ ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عمر فاروقؓ اپنے گھر تشریف لائے اور میں اپنی بہن ام کلثوم بنت علیؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے (شفقت سے) مجھے گلے لگا لیا۔ ام کلثوم سے فرمانے لگے اے ام کلثوم اس عزیز کے ساتھ لطف اور مہربانی سے پیش آنا۔"

امرِ رابع

ایک اور واقعہ محدّثین نے اِس مسئلہ کے تحت نقل کیا ہے کہ انسان اپنی بہن یا بیٹی کے سر کے بالوں کو دیکھ سکتا ہے؟ یا نہیں؟

"مصنّف" ابن ابی شیبہ، جلد رابع کتاب النکاح، باب ما قالوا فی الرجل ینظر الی شعرِ اُختہٖ او ابنتہٖ میں مذکور ہے:-

"...... عَنْ اَبِی الْبَخْتَرِیْ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ اَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ کَانَا یَدْخُلَانِ عَلٰی اُخْتِہِمَا اُمِّ کُلْثُوْمٍ وَھِیَ تَمْتَشِطُ"

(المصنّف لابن ابی شیبہ جلد رابع کتاب النکاح ج ۴، ص ۳۳۶ - جدید طبع دکن)

"یعنی سیّدنا امام حسنؓ و سیّدنا امام حسینؓ اپنی بہن اُمِّ کلثوم کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے - اِس حالت میں کہ وہ اپنے سر کو کنگھی کر رہی ہوتی تھیں"

امرِ خامس

یہ واقعہ خود حضرت علی بن ابی طالبؓ کا ہے۔ شیعہ حضرات اور سُنّی احباب دونوں نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ اور قبل ازیں ہم اس واقعہ کو ثبوتِ نکاح اُمِّ کلثوم از کتبِ شیعہ کے تحت ابن ابی الحدید کے حوالہ سے ذکر کر چکے ہیں۔ یہاں ہم پھر بطور خانگی حسن تعلقات کے نقل کرتے ہیں۔ علامہ سرخسی نے شرح سیر کبیر میں لکھا ہے اور کنز العُمّال میں دینوری کے حوالہ سے بعبارتِ ذیل درج ہے:-

...... عَنْ مَالِکِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ قَدِمَ بَرِیْدُ مَلِکِ الرُّوْمِ

عَلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَاسْتَقْرَضَتْ اِمْرَأَةُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ دِیْنَارًا فَاشْتَرَتْ بِهٖ عِطْرًا فَجَعَلَتْهُ فِیْ قَوَارِیْرَ وَبَعَثَتْ بِهٖ مَعَ الْبَرِیْدِ اِلٰی اِمْرَأَةِ مَلِكِ الرُّوْمِ فَلَمَّا اَتَاهَا فَرَّغَتْهُنَّ وَمَلَأَتْهُنَّ جَوَاهِرَ وَقَالَتْ اِذْهَبْ اِلٰی اِمْرَأَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَلَمَّا اَتَاهَا فَرَّغَتْهُنَّ عَلَی الْبِسَاطِ فَدَخَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَا هٰذَا؟ فَاَخْبَرَتْهُ فَاَخَذَ عُمَرُ الْجَوَاهِرَ فَبَاعَهٗ وَدَفَعَ اِلَی اِمْرَأَتِهٖ دِیْنَارًا وَجَعَلَ مَا بَقِیَ مِنْ ذَالِكَ فِیْ بَیْتِ مَالِ الْمُسْلِمِیْنَ۔"

(۱) شرح السیر الکبیر للسرخسی، جلد ثالث، ص ۴۹، طبع حیدرآباد دکن۔

(۲) کنزالعمال (بحوالہ الدینوری فی المجالسۃ) جلد ۶ ص ۳۶۵

روایت ۵۴۰۶۔ طبع اول قدیم دکن)

اور ابن ابی الحدید شیعی معتزلی نے شرح نہج البلاغۃ میں اس واقعہ کو ذرا مفصل اور واضح کر کے لکھا ہے۔ حدیدی کی عبارت بھی ملاحظہ فرماویں۔ بعد میں دونوں کا یکجا حاصل ترجمہ عرض کر دیا جائے گا۔

—— ...... وَجَّهَ عُمَرُ بَرِیْدًا اِلٰی مَلِكِ الرُّوْمِ فَاشْتَرَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ اِمْرَأَةُ عُمَرَ طِیْبًا بِدَنَانِیْرَ وَجَعَلَتْهُ فِیْ قَارُوْرَتَیْنِ وَاَهْدَتْهُمَا اِلٰی اِمْرَأَةِ مَلِكِ الرُّوْمِ فَرَجَعَ الْبَرِیْدُ اِلَیْهَا بِمِلْأِ الْقَارُوْرَتَیْنِ جَوَاهِرَ فَدَخَلَ عَلَیْهَا عُمَرُ وَقَدْ صَبَّتِ الْجَوَاهِرَ فِیْ حِجْرِهَا فَقَالَ مِنْ اَیْنَ لَكِ هٰذَا؟ فَاَخْبَرَتْهُ فَقَبَضَ عَلَیْهِ وَقَالَ هٰذَا لِلْمُسْلِمِیْنَ قَالَتْ كَیْفَ وَهُوَ عِوَضُ هَدِیَّتِیْ قَالَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكِ اَبُوْكِ فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَام لَكِ مِنْهُ بِقِیْمَةِ دِیْنَارِكِ وَالْبَاقِیْ لِلْمُسْلِمِیْنَ جُمْلَةً لِاَنَّ بَرِیْدَ الْمُسْلِمِیْنَ حَمَلَهٗ۔"

(شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید، ج ۱۹ ص ۔ ۴۵ طبع قدیم ایران۔

وطبع بیروت ص ۵۵۶، جلد چہارم تحت تن قولہٗ
نعم الطیب المسک خفیف محملہٗ عطر ریحۃ۔الخ)

"یعنی عمرؓ ایک دفعہ رُوم کے بادشاہ کی طرف ایلچی روانہ کرنے لگے تو ان کی بیوی اُم کلثوم نے چند دینار کی خوشبو خرید کر دو شیشیوں میں ڈال دی اور بادشاہِ رُوم کی بیوی کی طرف اس پیغام رساں کی معرفت تحفۃً ارسال کر دی جب ایلچی واپس آیا تو اس خوشبو کے بدلے میں دونوں شیشیاں جواہر سے پُر شدہ لاکر حضرت عمرؓ کے گھر پہنچا دیں۔

عمر بن الخطاب گھر تشریف لے گئے تو ان کی زوجہ اُمّ کلثوم جواہر کو گود میں ڈال کر بیٹھی تھیں۔عمر بن الخطاب نے کہا کہ یہ جواہر کہاں سے حاصل کیے ہیں؟ تو اُمّ کلثوم نے تمام قصہ بیان کر دیا۔عمر بن الخطّاب نے جواہر کو قبضہ میں لے لیا اور فرمایا کہ یہ تو تمام مسلمانوں کے ہیں۔اُمّ کلثوم نے کہا کہ وہ کس طرح؟ یہ تو میرے ہدیہ کے عوض میں آئے ہیں۔عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ میرے اور تیرے درمیان جو تیرے والد (علی بن ابی طالب) فیصلہ کر دیں وہ معتبر ہوگا پھر حضرت علیؓ نے فیصلہ دیا کہ اے اُمّ کلثوم جس قدر تیرے درہم دینار خرچ ہوئے تجھے جواہر سے تو اتنی مقدار لے سکتی ہے۔باقی جواہر تمام مسلمانوں (یعنی بیت المال) کے لیے ہیں۔اس لیے کہ عامۃ المسلمین کا ایلچی ان کو اٹھا کر لایا ہے۔"

حاصلِ بحث

ان تینوں اُمور پر نظرِ غائر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ:

(۱)۔ خلیفۂ ثانی اور خلیفہ رابع کے درمیان رشتہ ابتدا کی وجہ سے خوشگوار تعلقات قائم تھے۔

(۲)۔ حضرت علی المرتضیٰ اور اُن کے صاحبزادگان حضرت عمرؓ کے گھر اپنی عزیزہ اُمّ کلثوم کے

ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔

(۳) ۔اِن خاندانوں میں بالفرض اگر ما بہ الاختلاف چیز پیش آجاتی تو اس کے طے کرنے اور فیصلہ کرنے کے لیے حضرت علی پیش پیش ہُوا کرتے تھے۔ یہ تمام چیزیں ان حضرات کے درمیان خوش سلوکی، خوش اسلوبی اور خوش روی پر دلالت کرتی ہیں۔

یہاں مسئلہ نکاح اُمِّ کلثوم کا بیان اختتام پذیر ہُوا ہے۔

فصل سوم

اس فصل میں حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ اور حسنین شریفینؓ کے مابین روابط کا ایک مختصر سا نقشہ ناظرین تمکین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ ہر باشعور و ذی فہم آدمی ان حضرات کے باہمی حسنِ تعلقات کا اندازہ ان واقعات سے بآسانی کر سکتا ہے۔ جس طرح سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا عمر فاروقؓ کے درمیان رشتۂ مودت اور دوستی بالدوام قائم تھا اسی طرح ان کی اولاد کے درمیان یہ تعلقات بہترین طریقہ سے ثابت ہیں۔

(۱)

حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ سے حسنینؓ کے فضائل مروی ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف جلد اوّل، کتاب الفضائل، مناقب الحسنؓ والحسینؓ میں ابن عمرؓ کا ایک واقعہ درج ہے:۔

"۔۔۔۔۔ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ الْمُحْرِمِ ۔۔۔۔ يَقْتُلُ الذُّبَابَ فَقَالَ أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُوْنَ عَنْ قَتْلِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا ":۔

(بخاری شریف، ج ۱ ص ۵۳۰، کتاب الفضائل، مناقب الحسنؓ والحسینؓ)

"ایک بار ایک عراقی شخص نے ابن عمرؓ سے مسئلہ دریافت کیا کہ احرام کی حالت میں کوئی شخص مکھی یا مچھر مار ڈالے تو کیا حکم ہے؟ اور اس کی کیا سزا ہے؟ ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ عراقی لوگ مکھی و مچھر کے قتل پر مسئلے دریافت کرتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے لڑکے کو قتل کر ڈالا۔ اور حضور علیہ السّلام نے ان کے حق

میں فرمایا تھا کہ یہ دونوں دختر زادے ہماری اس عالم کی خوشبوؤں میں سے بہترین خوشبوئیں ہیں۔[1]

(۲)

دوسرا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے اس میں حضرت فاروق اعظمؓ کے ہاں سیدنا حسینؓ کی آمد و رفت پائی جاتی ہے اور حضرت عمرؓ کی طرف سے ان کی "قدردانی" اور عزت افزائی کی جاتی تھی۔ چنانچہ حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ بلدہ دمشق المعروف تاریخ ابن عساکر میں باسند ذکر کیا ہے۔

...... عَنْ سُفْيَانَ عن يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اَمَرَ عُمَرُ حُسَيْنًا اَنْ يَّاتِيَهُ فِيْ بَعْضِ الْحَاجَةِ فَذَهَبَ فَلَقِيَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ حُسَيْنٌ مِنْ اَيْنَ جِئْتَ فَقَالَ اِسْتَاْذَنْتُ عَلٰى عُمَرَ فَلَمْ يُؤْذَنْ لِيْ فَرَجَعَ الْحُسَيْنُ فَلَقِيَهُ عُمَرُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ يَا حُسَيْنُ اَنْ تَاْتِيَنِيْ فَقَالَ قَدْ اَتَيْتُكَ وَلٰكِنْ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللهِ اَنَّهُ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ عَلَيْكَ فَرَجَعْتُ فَقَالَ وَاَنْتَ عِنْدِيْ مِثْلُهُ ؟ كَرَّرَهَا وَهَلْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ عَلَى الرَّاْسِ غَيْرُكُمْ

(۱) تلخیص ابن عساکر لابن بدران، ج ۴ ص ۳۲۱، تذکرہ حسین۔

(۲)۔ سیرت عمرؓ بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۱۶۴ طبع مصر

(۳)۔ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی، جلد ثالث ص ۱۶۱-۱۶۲۔ تحت تتن للہ بلاد فلان فقد قوم الاود الخ۔ بروایت یحییٰ بن سعید۔ طبع بیروتی۔

۴۔ تاریخ بغداد ص ۱۴۱ ج اول تحت الحسین بن علیؓ۔

۵۔ کتاب تاریخ الثقات ص ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ باب حسین۔ طبع بیروت۔

۶۔ الصواعق المحرقہ ص ۱۷۷ تحت المقصد الخامس۔

۷۔ تاریخ المدینۃ المنورہ لابن شبہ ص ۷۹۹ ج ۳۔ طبع القاہرہ مصر۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ :۔

"ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ کسی وقت ہمارے ہاں تشریف لایا کریں۔ ایک بار حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لیے پہنچے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ملے۔ انہوں نے کہا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کام میں مصروف ہیں) مجھے اندر جانے کی اجازت نہیں ملی۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر حسین رضی اللہ عنہ بن علی واپس آگئے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملنا ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے حسین ملاقات کے لیے نہیں آئے؟ کیا بات ہوئی؟ تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں (فلاں وقت) آپ سے ملنے کے لیے گیا تھا لیکن عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر کو بھی اس وقت اجازت نہیں ملی تھی اس وجہ سے میں واپس چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ کیا آپ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے درجہ میں ہیں؟ اس کا اور مقام ہے۔ آپ کا اور مرتبہ ہے۔

یعنی ہرگز ایسا نہیں ہے۔ یہ جو کچھ ہمیں عزت نصیب ہے یہ سب آپ لوگوں کی وجہ سے حاصل ہے۔"

(۳)

اسی طرح اکابر مورخین نے ایک واقعہ نقل کیا ہے اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حسنین شریفین کی تکریم و توقیر کا مکمل طور پر لحاظ کیا گیا ہے۔ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء تذکرہ حسین میں درج کیا ہے کہ :

"۔ ۔ ۔ ۔ حماد بن زید عن معمر عن الزہری اَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ كَسَا اَبْنَاءَ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يَكُنْ فِیْ ذَالِكَ مَا يَصْلَحُ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَبَعَثَ اِلَى الْيَمَنِ فَاُتِيَ بِكِسْوَةٍ لَهُمَا فَقَالَ اَلْاٰنَ طَابَتْ نَفْسِيْ۔"

(۱) سیر اعلام النبلاء ذہبی جلد ۳ ص ۱۹۱، تذکرہ حسین رضی اللہ عنہ)

حاصل یہ ہے کہ زہریؒ سے منقول ہے کہ:

"(فتوحات ہونے پر باہر سے کپڑا آیا) تو حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کی اولاد کو پوشاکیں عنایت کیں۔ ان میں حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کے مناسب کوئی لباس نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے علاقہ یمن کی طرف آدمی روانہ کر کے حکم بھیجا کہ ان دونوں صاحبزادوں کے موافق لباس تیار کر کے ارسال کیا جائے (جب یہ لباس آیا اور حسنینؓ نے زیب تن کیا) تو اس وقت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ اب میری طبیعت خوش ہوئی ہے۔"

(نوٹ) مندرجہ ذیل مصنفین نے بھی واقعہ ہذا کو اپنے اپنے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:-

(۲) تلخیص ابن عساکر لابن بدران، ج ۴ ص ۳۲۲، تذکرہ حسینؓ۔

(۳) سیرۃ عمرؓ بن الخطاب ص ۹۷ لابن الجوزی، طبع مصر۔

(۴) کنز العمال، ج ۷، ص ۱۰۶۔ طبع اول قدیم بحوالہ ابن سعد۔

(۵) البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۲۰۷۔

(۶) ریاض النضرہ محب الدین الطبری، ص ۲۸-۲۹، ج ۲۔ طبع مصری۔

(۴)

—— اب یہ تعلق پیش کیا جاتا ہے کہ حسنین شریفینؓ کے مالی حقوق کی رعایت حضرت عمرؓ کی طرف سے مکمل طور پر کی جاتی تھی۔ قبل ازیں اسی حصہ فاروقی کے باب دوم کے آخر میں حضرت علی المرتضیٰ کے مالی حقوق کی ادائیگی کا ذکر آچکا ہے وہاں حسنینؓ کے عطایا کا ذکر اور ہدایا کا بیان ضمناً ہوا تھا۔

اب یہاں براہ راست ان کے "مالی حقوق" کا بیان پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ فاروق حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے حقوق کو ادا کرنا اپنا فرض منصبی

اور فریضۂ دینی یقین کرتے تھے۔ حقداروں کے حق ادا کیے بغیر ان کا انصاف و عدل ناتمام رہتا تھا۔ جہاں بھی محدثین نے اور با انصاف غیر متعصب مؤرخین نے یہ مسئلہ لکھا ہے وہاں انہوں نے حسنینؓ کے ملی وظائف متعین کیے جانے کا ضرور ذکر کیا ہے۔ چنانچہ چند ایک حوالہ جات ہم یہاں نقل کرتے ہیں اس کے بعد انصاف کے ساتھ نتیجہ برآمد کرنا قارئین کے ہاتھ میں ہے۔

(۱)

(۱) — "......عن جعفر بن محمد عن ابیہ اَنَّ عُمَرَؓ اَلْحَقَ الْحَسَنَؓ وَ الْحُسَیْنَؓ بِاَبِیْهِمَا وَفَرَضَ لَهُمَا فِیْ خَمْسَةِ الْاٰفٍ خَمْسَةِ الْاٰفٍ"

(کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام، ص ۲۲۴،
باب فرض الاعطیۃ من الفیٔ۔ طبع مصری)

(۲)

(۲)۔ اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار کی اس بحث میں مضمون ہذا کو اس طرح لکھا ہے:۔

"...... وَفَرَضَ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا خَمْسَةَ الْاٰفٍ خَمْسَةَ الْاٰفٍ اَلْحَقَهُمَا بِاَبِیْهِمَا لِقَرَابَتِهِمَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔" الخ

(شرح معانی الآثار طحاوی، ج ۲ ص ۱۸۱۔ آخر کتاب
وجوہ الفیٔ و قسم الغنائم۔ طبع دہلی۔)

(۳)

(۳)۔ اور حافظ ابن عساکر مشہور مؤرخ نے اپنی تاریخ میں مندرجہ ذیل الفاظ میں یہ مسئلہ نقل کیا ہے:۔

اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ لَمَّا دَوَّنَ الدِّیْوَانَ وَفَرَضَ الْعَطَاءَ اَلْحَقَ الْحَسَنَؓ وَالْحُسَیْنَؓ بِفَرِیْضَةِ اَبِیْهِمَا مَعَ اَهْلِ بَدْرٍ لِقَرَابَتِهِمَا

مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ لِکُلِّ وَّاحِدٍ مِّنْہُمَا خَمْسَۃَ الاٰفِ دِرْھَمٍ "

(۳) - تہذیب ابن عساکر ص ۳۲۱-۳۲۲، جلد ۴: تذکرہ حسین، لابن بدران، ج ۴ ص ۲۱۲: تذکرہ امام حسنؓ -

(۴) السنن الکبریٰ مع الجوہر النقی، جلد سادس، ج ۶، ص ۳۵۰، کتاب القسم من الفیٔ والغنیمۃ للعلامہ البیہقی)

حاصل مضمون یہ ہے کہ:

"جب عمر فاروقؓ نے اہل اسلام کی خاطر مال فئے وغیرہ سے بطور وظیفہ امداد جاری کرنے کے لیے) فہرستیں بنوائیں تو اس وقت حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کے لیے ان کے والد شریف کے حصہ کے موافق وظیفہ مقرر کیا یعنی (بدری صحابہ کرام کی طرح) پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیا اس لیے کہ یہ دونوں حضرات سردار دوجہاں حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار تھے"۔

(۵)

شیعہ احباب نے امام حسن مجتبیٰ کی ایک کرامت ذکر کی ہے جس کو ہم ذیل میں ان کی عبارت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ سیدنا حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب خلافتِ فاروقی کے دوران اسلامی فوج میں شمولیت کیا کرتے تھے اور جنگی معاملات میں شریک ہوتے تھے۔ اس واقعہ کو آپ مندرجہ ذیل حوالہ میں ملاحظہ فرمادیں شیعی عالم شیخ عباس قمی نے اپنی تصنیف "تتمۃ المنتہی فی وقائع ایام الخلفاء" میں معتضد باللہ کی خلافت کے حالات میں لکھا ہے کہ

"مسجدے ہست در بلدہ (اصفہان) معروف "بلسان الارض" در طرف

شرقی مزار تخت فولاد نزدیک بہ قبر فاضل ہندی اہل آنجا میگویند کو موضع زمین
با حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تکلم کردہ در زمانیکہ آنحضرت در ایامِ
خلافت عمرؓ بن الخطاب بالشکرِ اسلام بجہت فتوحات بایں مکان تشریف
آوردہ و ازیں جہت او را لسان الارض میگویند۔"

"یعنی شہر اصفہان میں ایک مسجد ہے اس کو لسان الارض کہتے ہیں
مزار تخت فولاد کی شرقی جانب فاضل ہندی کی قبر کے نزدیک ہے۔
وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب کی خلافت کے دوران اسلامی
لشکر کے ساتھ امام حسنؓ فتوحات کی خاطر اس مقام میں تشریف لائے تو
اس وقت یہ زمین امام حسنؓ سے ہم کلام ہوئی اور گفتگو کی۔ اس وجہ سے
لوگ اِس مقام کو "لسان الارض" کہتے ہیں۔"

(تتمہ المنتہی شیخ عباس القمی، ص ۲۷۲-۲۹۰ تحت
خلافت معتضد باللہ)

(۶)

نیز شیعہ اکابرین نے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے اس کی صحت و ثبوت کا دار و
مدار ان کی کتب معتبرہ پر ہے۔ ہم بطور الزام نقل کر رہے ہیں۔

اس چیز سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا حسینؓ کی ایک بیوی حضرت عمرؓ کے
دورِ خلافت کی عطا شدہ ہے۔ عجم کی فتوحات ہوئی ہیں تو اس وقت یہ خادمہ حضرت
علیؓ کے مشورہ کے تحت حضرت حسینؓ کو عنایت کی گئی۔ انہی کے بطن سے امام زین العابدین
(علی بن الحسینؓ) متولد ہوئے۔

"اصول کافی" باب الحجۃ، مولد علی بن الحسین میں امام محمد باقر کی روایت میں ہے:-

"... عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا قُدِمَتْ بِنْتُ یَزْدَجَرْدِ

عَلٰی عُمَرَ اَشْرَفَ لَهَا عُذَارٰی الْمَدِیْنَةِ وَاَشْرَقَ الْمَسْجِدُ بِضَوْئِهَا لَمَّا دَخَلَتْهُ فَلَمَّا نَظَرَ اِلَیْهَا عُمَرُ غَطَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ اُفِّ بِیْرُوْجَ بَادَا هُرْمُزُ فَقَالَ عُمَرُ اَتَشْتِمُنِیْ هٰذِهٖ وَهَمَّ بِهَا فَقَالَ لَهٗ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَیْسَ ذَالِكَ لَكَ خَیِّرْهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَحْسِبْهَا بِفَیْئِهٖ فَخَیَّرَهَا فَجَاءَتْ حَتّٰی وَضَعَتْ یَدَهَا عَلٰی رَاْسِ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَا اِسْمُكِ فَقَالَتْ "جهاں شاہ" فَقَالَ لَهَا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ بَلْ شَهْرُبَانُوَیْهِ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَیْنِؑ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ لَیَلِدَنَّ لَكَ مِنْهَا خَیْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ فَوَلَدَتْ عَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْنِؑ۔"

(۱) اصول کافی، باب الحجۃ۔ مولد علی بن الحسینؑ، ص ۲۹۶ طبع نول کشور، لکھنؤ۔

امام محمد باقرؑ کی اس روایت کا ترجمہ فارسی زبان میں ملا خلیل قزوینی نے اپنی تصنیف الصافی شرح اصول کافی میں بعبارتِ ذیل کیا ہے۔ یعنی یہی مضمون فارسی میں اس طرح ہے:

"یعنی روایتیست از امام محمد باقر علیہ السلام کہ گفت چوں آوردہ شد دختر یزدجرد نزد عمرؓ بہ باما رفتند دختران مدینہ برائے تماشائے حسن وجمال او چوں آوازۂ آں را شنیدہ بودند و روشن شد مسجد مدینہ بتابش روئے او چوں داخل مسجد شد پس چوں نظر کرد بسوئے او عمر پوشانید روئے خود را و گفت "بد روزگار با دا ہرمز کہ بہ بدی تدبیر او باعثِ ایں شد . . . . پس عمر گفت آیا دشنام می دہد مرا ایں دختر؟ و قصد آزار کرد با او۔ پس گفت او را امیر المؤمنین علیہ السلام

نیست آں دشنام برائے تو بلکہ برائے دیگرے ست مخیّر کن او را
کہ بر گزیند مردے را از مسلمانان وحساب کن او را بحصّہ غنیمت آں
مرد باعتبار خمس پس مخیّر کرد او را عمرؓ پس آمد تا نہاد دستِ خود را بر
سرِ امام حسینؑ پس گفت امیرالمومنینؑ چیست نامِ تو پس گفت "جہان شاہ"
پس گفت او را امیرالمومنین علیہ السلام بلکہ نامِ تو شہر بانویہ ست . . . .
. . . بعد ازاں گفت امام حسین را ای ابو عبداللہ سر آئینہ خواہد زائید البتہ برائے
تو از او پسرے کہ بہتر از اہلِ زمین است در زمانِ خود پس زائید امام زین العابدین
را "

(۲) کتاب "الصافی" شرح "اصول کافی" کتاب الحجۃ، جزو سوم
حصہ دوم ص ۲۰۴۔۲۰۵۔ طبع نول کشور لکھنؤ)

اور شیعہ کے انساب کے مشہور فاضل ابن عنبہ (جمال الدین) نے اپنی کتاب "عمدۃ الطالب
فی انساب آلِ ابی طالب" میں یہ مسئلہ مختصراً درج کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:۔

" . . . . . فَالْمَشْهُوْرُ اَنَّهَا شَاهُ زَنَانِ بِنْتِ كِسْرٰى يَزْدَجَرْدَبْنِ
شَهْرِيَار . . . . وَقِيْلَ اِنَّ اِسْمَهَا شَهْرَبَانُو
قِيْلَ نُهِبَتْ فِىْ فَتْحِ الْمَدَائِنِ فَنَفَلَهَا عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ مِنَ الْحُسَيْنِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ "

(۳) عمدۃ الطالب، ص ۱۹۲۔ الفصل الثانی فی عقب الحسین
الشہیدؑ۔ طبع جدید۔

(۴)۔ یاد رہے کہ امام زین العابدین کی ماں کا فتوحاتِ عجم میں آنا اور خلافتِ فاروقی میں سیدنا
حسینؑ کو عطا ہونا وغیرہ یہ تمام واقعہ شیعہ کے مشہور مؤرخ محمد تقی سپہر نے اپنی مشہور
تاریخ ناسخ التواریخ جلد ششم حصّہ اوّل درحالات زین العابدین میں ص ۳ وص ۴ وغیرہ پر

مفصّل نقل کیا ہے اہلِ علم رجوع کر سکتے ہیں۔ ہم نے ماٰخذ کی نشان دہی کر دی ہے۔

حوالہ جات مندرجہ کا خلاصہ

عوام دوستوں کے لیے اُردو میں پیشِ خدمت کیا جاتا ہے۔ شیعہ مجتہدین نے لکھا ہے کہ امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ یزدجرد بادشاہ کی لڑکی جب عمر بن الخطابؓ کی خدمت میں مدینہ پہنچی ہے تو اس کا حسن وجمال دیکھنے کے لیے مدینہ کی عورتیں مکانوں کے اوپر چڑھ گئیں۔ اور مدینہ کی مسجد اس کی روشنی کی وجہ سے منوّر ہو گئی۔ جب عمر بن الخطابؓ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے اپنا منہ چھپا لیا اور کہنے لگی کہ ہرمز کا بُرا ہو جس کی بدتدبیری کے باعث ہمیں یہ کچھ دیکھنا پڑا۔

عمر بن الخطابؓ کہنے لگے کیا یہ لڑکی مجھے سبّ وشتم کرتی ہے؟ کچھ تنبیہ کرنی چاہی تو اس وقت علی بن ابی طالبؓ نے کہا کہ یہ آپ کو بُرا بھلا نہیں کہہ رہی بلکہ دوسرے شخص کے حق میں اس نے کچھ کہا ہے۔ پھر علی المرتضیٰؓ نے عمر بن الخطابؓ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ اس لڑکی کو مسلمانوں میں سے کسی ایک شخص کو پسند کرنے کا اختیار دے دیں اس کے بعد اس شخص کے حصۂ غنیمت میں اس کو شمار کر دینا۔ عمر بن الخطّابؓ نے اسی طرح کرتے ہوئے لڑکی کو حسبِ منشا پسندیدگی کا اختیار دے دیا۔ لڑکی نے آکر حسین بن علیؓ کے سر پر ہاتھ رکھ دیا (اس طرح یہ حسینؓ کے حصہ میں دے دی گئی)۔ پھر علی المرتضیٰؓ نے اس لڑکی کا نام دریافت کیا۔ اس نے کہا مجھے شاہ جہان کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرا نام شہربانو یہ تجویز ہے۔

—— پھر علی المرتضیٰؓ نے خوش خبری کے طور پر حضرت حسینؓ کو فرمایا کہ تیرے لیے اس سے فرزند ہو گا جو اپنے دور میں تمام اہلِ زمین سے بہتر ہو گا اس کے بعد زین العابدین اس سے متولّد ہوئے۔"

ابن عنبہ کے بیان کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ یہ لڑکی فتوحات مدائن میں آئی تھی اور عمرؓ بن الخطاب نے حسینؓ بن علی کو عنایت فرمائی"۔

ایک وضاحت

اہلِ علم پر واضح ہو کہ "بد روزگار باد اہر مزرا" جملہ کا مطلب اسی صافی شرحِ اصول کافی میں بعبارتِ ذیل تحریر ہے

(ہُرمُز پدرِ خسرو پرویز ست) مراد ایں جا دشنامِ خسرو پرویز ست کہ مومن نشدہ و نامہ رسُول اللہ را پارہ پارہ کردہ، تا کار بانجا رسید"۔

(صافی شرح اصُول کافی، ص ۲۰۴-۲۰۵- کتاب الحجۃ جزء سوم، حصہ دوم- مولد علی بن الحسینؓ طبع نولکشور لکھنو)

فصل ہٰذا کا خلاصہ

(۱)

حضرت سیّدنا عمر بن الخطابؓ اور اس کی اولاد کے نزدیک حسنینؓ شریفین کی بڑی قدر و منزلت تھی۔

(۲)

اور ان حضرات کی ایک دوسرے کی جانب آمد و رفت رہتی تھی اور باہمی توقیر و عزت کا پُورا پُورا خیال رکھتے تھے۔

(۳)

سیّدنا فاروقِ اعظمؓ کی طرف سے بعض اوقات حسنین کریمینؓ کو پوشاک و لباس بھی عنایت کیا جاتا تھا۔

(۴)

اور فاروقی خلافت کی جانب سے حسنینؓ کے لیے باقاعدہ سالانہ وظائف اور عطایا و ہدایا دیتے جاتے تھے اور وہ ان کو قبول کرتے تھے۔

(۵)

فاروقی خلافت کے دوران سیدنا حسنؓ اسلامی فوج میں شمولیت رکھتے تھے اور شریکِ کار رہتے تھے۔

(۶)

اور شیعی مجتہدین و علماء کی تحقیق کے موافق سیدنا حسینؓ کو ایک بیوی اسلامی فتوحات میں سے فاروق اعظمؓ نے عطا کی تھی اور انہوں نے بخوشی قبول کی تھی۔ اس محترمہ خاتون سے زین العابدین متولد ہوئے۔

اس واقعہ کے ذریعہ ثابت ہوا کہ:

خلافتِ فاروقی برحق تھی، غاصبانہ نہ تھی اور اس کے فوجی تصرفات سب درست تھے۔ اور اس کے غنائم کو اخذ کرنا شرعاً صحیح تھا۔ حضرت علیؓ اور ان کے صاحبزادے فاروقِ اعظمؓ سے اپنے تمام حقوق مالی وصول فرماتے تھے۔ اور ان حضرات کا آپس میں کوئی سیاسی و مذہبی اختلاف ہرگز نہ تھا۔ یہ تاریخی واقعات ان گذارشات پر شاہدِ عادل ہیں۔

فصل چہارم

فصل ہذا باب سوم کا آخری فصل ہے اس میں حضرت سیدنا عمر فاروقؓ اور حضرت سیدنا علیؓ بن ابی طالب کے مابین وہ واقعات جمع کیے جائیں گے جو حضرت فاروقؓ کی زندگی کے آخری حالات کے متعلق ہیں۔

ان کے چند عنوانات قائم کر کے ایک ترتیب کے ساتھ پیش خدمت کیے جاتے ہیں۔ ہر عنوان کے بعد اس کے فوائد و ثمرات ذکر کرنے کے بجائے تمام عنوانات تحریر کرنے کے بعد یکجا ان کے نتائج درج کیے جائیں گے جن کے بعد ہر منصف مزاج ان دونوں بزرگوں کے حسنِ تعلقات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے گا اور ایک انصاف پسند انسان یقیناً ان دونوں کی تازیست دوستی کی توثیق کرے گا۔

(۱)

فاروقی انتقال کی پیشگوئی خواب کی صورت میں

علامہ ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی نے اپنی مسند حمیدی میں اور امام احمدؒ نے مسند امام احمدؒ میں ایک واقعہ نقل کیا ہے اس میں ایک فاروقی خواب کا ذکر ہے جس کی تعبیر حضرت علی المرتضیٰؓ کی اہلیہ اسماء بنت عمیس نے بیان کی کہ یہ موت کی طرف اشارہ ہے اور ایک عجمی شخص ان پر قاتلانہ حملہ کرے گا۔ عبارت ملاحظہ فرماویں:-

"۔ ۔ ۔ ۔ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَحَمِدَ اللهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ

اَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ثُمَّ قَالَ رَأَیْتُ رُؤْیَا لَا اَرَاھَا اِلَّا لِحُضُوْرِ اَجَلِیْ رَأَیْتُ کَاَنَّ دِیْکًا نَقَرَنِیْ نَقْرَتَیْنِ قَالَ وَذَکَرَلِیْ اَنَّہٗ دِیْکٌ اَحْمَرُ فَقَصَصْتُہَا عَلٰی اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَیْسٍ . . . . فَقَالَتْ یَقْتُلُکَ رَجُلٌ مِنَ الْعَجَمِ . . . . (روایت طویلہ ہے) . . . . . قَالَ فَخَطَبَ النَّاسَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَاُصِیْبَ یَوْمَ الْاَرْبَعَاءِ“

(۱) مسند امام احمد، تحت مسند عمرؓ بن الخطاب جلد اوّل ص ۱۵ مطبوعہ مصر۔

(۲) مسند حمیدی، تحت احادیث عمرؓ بن الخطاب ج ۱ ص ۱۴ طبع مجلس علمی کراچی وڈابھیل۔

”حاصل یہ ہے کہ (ایک دفعہ) حضرت عمر فاروقؓ نے جمعہ کے دن منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ حمد و ثنا کی پھر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر فرمایا پھر ابوبکر الصدیقؓ کا ذکر کیا۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اس سے میں یہ سمجھا ہوں کہ میری موت قریب آگئی ہے۔

وہ اس طرح ہے کہ ایک سرخ مرغا ہے اس نے میرے شکم میں دو تین بار اپنی چونچ سے ٹھونگے لگائے ہیں۔ اس خواب کو میں نے اسماء بنت عمیس (حضرت علیؓ کی اہلیہ) کے پاس بیان کیا۔ اسماء بنت عمیس نے کہا کہ عجم کا ایک آدمی تجھے قتل کر دے گا . . . . ” روایت کنندہ کہتا ہے کہ عمر فاروقؓ نے جمعہ کو یہ خطبہ دیا اور چہار شنبہ یعنی بدھ کو ان پر یہ مصیبت پہنچی۔“

(۲)

حضرت سیدنا عمر فاروق کے اسلام و ہجرت و خلافت و دیانتداری کے متعلق حضرت علیؓ و ابن عباسؓ کی شہادت

جب خلیفۂ ثانی فاروق اعظمؓ پر مغیرہؓ بن شعبہ کے عجمی و مجوسی غلام (ابولؤلؤ فیروز نامی) نے ذوالحجہ ۲۳ھ کی آخری تاریخوں میں قاتلانہ حملہ کیا۔ حضرت عمرؓ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ اس کے بعد عمرؓ فاروق کو مسجد سے اٹھا کر ان کے مکان پر لایا گیا۔ آپ تین روز زندہ رہے ہیں پھر یکم محرم ۲۴ھ کو انتقال ہوا۔

اس دوران میں صحابہ کرامؓ کی مختلف اوقات میں اپنے خلیفہ سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ایک بار حضرت علیؓ اور عبداللہ بن عباسؓ فاروق اعظمؓ کے پاس تشریف رکھتے تھے، اور حضرت عمرؓ فکرِ آخرت کے غلبہ کی وجہ سے اپنے حق میں پریشانی کا اظہار کرنے لگے تو ان کی تسلی و تشفی کے لیے عبداللہ بن عباسؓ نے اپنا بیان ذکر کیا اور حضرت علیؓ نے اس کی تصدیق و توثیق فرمائی۔ اس موقعہ کی عبارت اس طرح ہے۔

(۱) ۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ قَالَ دَخَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَلَى عُمَرَؓ حِينَ أُصِيبَ فَقَالَ أَبْشِرْ فَوَاللهِ لَقَدْ كَانَ إِسْلَامُكَ عِزًّا وَلَقَدْ كَانَ هِجْرَتُكَ فَتْحًا وَوِلَايَتُكَ عَدْلًا وَلَقَدْ صَحِبْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تُوُفِّيَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ أَبَا بَكْرٍ فَتُوُفِّيَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ وَلَقَدْ وُلِّيتَ فَمَا اخْتَلَفَ فِي وِلَايَتِكَ اِثْنَانِ قَالَ عُمَرُ أَتَشْهَدُ بِذَالِكَ؟ قَالَ نَعَمْ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ عَلِيٌّ نَعَمْ نَشْهَدُ بِذَالِكَ۔"

(۱) ۔ کتاب الآثار للامام ابی یوسف ص ۲۰۷ ۔ رقم نمبر ۹۲۵
حیدر آباد دکن ۔

(۲) ۔ سیرت عمرؓ بن الخطاب لابن جوزی، ص ۱۹۳ ۔ طبع مصر

(۳) ۔ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید معتزلی و شیعی ص ۲۱۵ - ۲۱۶ جلد ثالث
بحث فی الآثار التی وردت فی موت عمرؓ والکلام فالہ عندذالک ۔ طبع بیروت

۴ ۔ ادب المفرد للبخاری ص ۱۶۷ باب یتخطاء الی صاحب المجلس)

حاصل مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے جبکہ ان پر قاتلانہ حملہ ہو چکا تھا اور کہنے لگے کہ آپ کو خوشخبری ہو اللہ کی قسم آپ کا اسلام لانا (مسلمانوں کے لیے) باعثِ عزت ہوا ۔ آپ کا ہجرت کرنا وجہ کشائش ہوا ۔ آپ کی خلافت سراسر عدل تھی ۔ آپ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب و ہم نشین تھے ۔ نبی کریمؐ نے آپ سے رضامندی کی حالت میں انتقال فرمایا ۔ پھر آپ ابوبکر الصدیقؓ کے ہم نشین تھے وہ بھی رضامند ہو کر آپ سے رخصت ہوئے ۔ آپ کی خلافت پر دو شخصوں نے بھی اختلاف نہیں کیا ۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابنِ عباس! تو اس چیز کی گواہی دیتا ہے تو ابنِ عباس ستاتے ۔ پاس حضرت علیؓ موجود تھے ۔ انہوں نے فرمایا ہاں! ہم اس حقیقت کے گواہ ہیں ۔ (آپ توقف و تردد نہ کریں)"

۔ ناظرین کرام کو معلوم رہے کہ :

عبداللہ بن عباسؓ و علی المرتضیٰؓ کا حضرت عمرؓ کے پاس آخری اوقات میں جا کر جنت کی خوشخبری سنانے کے اس واقعہ کو (بہ تفاوت الفاظ) علامہ الزجاجی نے میمون بن مہران کے ذریعہ عبداللہ بن عمرؓ سے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے ۔

(کتاب الامالی، ص ۱۰۵ لابی القاسم عبدالرحمٰن بن اسحٰق
الزجاجی المتوفی ۳۴۰ھ ۔ طبع اول مصری)

یہاں پر واضح ہو کہ جس طرح نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عمرؓ پر رضا مندی کی گواہی حضرت علیؓ نے دی ہے اسی طرح حضرت علیؓ پر رضا مند ہونے کی گواہی حضرت فاروقؓ سے منقول و مندرج ہے۔ بخاری شریف میں ہے :-

"۔۔۔۔ قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ عَنْہُ رَاضٍ"

"یعنی عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہُوا درآں حالیکہ وہ حضرت علیؓ سے راضی وخوش تھے"

(بخاری شریف، ج ا، ص ۵۲۵ باب مناقب علیؓ۔ طبع نور محمدی دہلی)

(۴)

قاتلانہ حملہ کے بعد حضرت علیؓ کی طرف سے کمال اظہار ہمدردی

"۔۔۔۔ عَنْ اَیُّوْبَ السَّخْتِیَانِیْ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بَعَثَ اِلٰی حَلْقَۃٍ مِنْ اَھْلِ بَدْرٍ کَانُوْا یَجْلِسُوْنَ بَیْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ فَقَالَ یَقُوْلُ لَکُمْ عُمَرُ اُنْشِدُکُمُ اللّٰہَ اَکَانَ ذَالِکَ عَنْ رِضًا مِنْکُمْ فَتَلَکَّأَ الْقَوْمُ فَقَامَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ لَا وَدِدْنَا اِنَّا زِدْنَا فِیْ عُمْرِہٖ مِنْ اَعْمَارِنَا"

(۱)۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، ج ۳، ص ۱۹۹ تذکرہ جعفر صادقؒ۔ طبع مصر۔

(۲)۔ المصنف لعبدالرزاق ص ۵۲-۴۵۱، ج ۶ طبع بیروت

(۳)۔ " " " ص ۳۵۷۔ ج ۱۰ " "

"یعنی جعفر صادقؒ اپنے والد امام باقرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ منبر نبوی اور قبر شریف

کے درمیان بدری صحابہ کرامؓ تشریف رکھا کرتے تھے۔ عمرؓ بن الخطاب پر جب
قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے ان حضرات کی طرف آدمی بھیج کر کہلا بھیجا کہ تمہیں
قسم دے کر عمرؓ بن الخطاب دریافت کرتے ہیں کہ تم ایسے واقعہ پر رضامند ہو؟
یا تمہاری رضامندی سے ہوا ہے؟ تو وہاں پر موجود تمام صحابہ وغیر صحابہ پر
گریہ طاری ہو گیا اور حضرت علیؓ اُٹھ کھڑے ہوتے اور فرمانے لگے کہ ہرگز
نہیں! ہم تو دوست رکھتے ہیں کہ ہماری زندگیوں میں سے عمرؓ بن الخطاب
کو زندگی دے دی جاتے اور ان کی حیات دراز ہو۔"

فاروقِ اعظمؓ کو حضرت علیؓ کا جنت کی بشارت دینا۔ امام حسنؓ کا تائید کرنا (۴)

"عَنْ اَبِی مَطَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
حِیْنَ طُعِنَ وَجَارَۃُ اَبُوْ لُؤْلُؤْ وَھُوَ یَبْکِیْ فَقُلْتُ مَا یُبْکِیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ؟
قَالَ اَبْکَانِیْ خبر السماء اَیَذْھَبُ بِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ اَمْ اِلَی النَّارِ؟ فَقُلْتُ لَہٗ
اَبْشِرْ بِالْجَنَّۃِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا
لَا اُحْصِیْہِ سَیِّدَا کُھُوْلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَاَنْعِمَا فَقَالَ
شَاھِدٌ اَنْتَ لِیْ یَاعَلِیُّ بِالْجَنَّۃِ؟ قُلْتُ نَعَمْ وَاَنْتَ یَاحَسَنُ فَاشْھَدْ
عَلٰی اَبِیْکَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عُمَرَ مِنْ
اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔"

(کنز العمال (بحوالہ ابن عساکر) ج ۶ ص ۳۶۴ - باب
فضائل عمرؓ فصل فی وفاتہ۔ طبع قدیم۔ دکن)

"ابو مطر کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا وہ فرماتے تھے جب مجوسی
غلام ابولولو نے حضرت عمرؓ پر حملہ کر دیا تھا تو میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچا۔

عمرؓ بن الخطاب، رو رہے تھے۔ مَیں نے کہا اے امیرالمؤمنین! آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرے حق میں جو آسمانی فیصلہ ہے وہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ جنت میں جاؤں گا یا دوزخ میں؟ اس وجہ سے روتا ہُوں۔ مَیں نے کہا کہ آپ کو جنت کی خوشخبری ہو، مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے بے شمار دفعہ سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ یقیناً عمرؓ کے جنتیوں کے سردار ابوبکرؓ و عمرؓ ہونگے اور یہ بڑے عمدہ سردار ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے علیؓ، آپ اِس بشارت کے گواہ ہیں؟ مَیں نے کہا کہ ہاں مَیں گواہ ہُوں اور اپنے بیٹے حسنؓ کو بھی کہا کہ تو بھی اس امر کی شہادت دے کہ بفرمانِ نبوی عمرؓ اہلِ جنت میں سے ہیں۔"

(۵)

مجلسِ شوریٰ کا انتخاب اور اس میں حضرت علیؓ کی شرکت

جب حضرت فاروق اعظمؓ کے آخری لمحات آگئے اور زندگی سے مایوس ہو گئے تو آپ نے متعدد وصایا فرمائے اور اقارب و اجانب کو نصیحتیں فرمائیں۔ اس موقع کی ایک مشہور وصیّت ہے جو سُنّی و شیعہ سب علماء نے اپنے اپنے موقع پر درج کی ہے۔ وہ اسلام کی خلافت اور مسلمانوں کی خیرخواہی کے لیے تجویز فرمائی تھی۔

— یعنی اہلِ اسلام کے اکابر حضرات میں سے چھ نفر کا انتخاب فرما کر حکم دیا کہ اِن چھ بزرگوں (حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت علی بنؓ ابی طالب، الزبیرؓ، طلحہؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص) میں سے جس ہستی پر اتفاق رائے ہو جائے اس کو مسلمانوں کا خلیفہ اور امیرالمومنین تسلیم کر لیا جائے اور یہ فیصلہ تین روز کے اندر مکمل کیا جائے۔

— اور ان چھ حضرات کے انتخاب کی مصلحت و حکمت خود ہی ساتھ بیان فرمادی

کہ ان بزرگوں سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم سے رضامند ہو کر رخصت ہوئے تھے۔ اس وجہ سے ان کو باقی لوگوں پر فوقیت دی جاتی ہے۔

——— اس ششگانہ انتخاب میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو شامل و شریک رکھا گیا جیسا کہ تمام حوالہ جات میں تصریح موجود ہے۔

اب ایک ذخیرۂ حوالہ جات سے چند ایک محدثین و مؤرخین کی عبارات ہم پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام کو اس مسئلہ کے متعلق تسلی ہو جائے۔ آخری حوالہ شیعہ بزرگوں کے اطمینان کے لیے امالی شیخ طوسی سے نقل ہوگا۔ محولہ مقامات میں اگرچہ عبارت کا فرق پایا جاتا ہے لیکن مضمون و مفہوم واحد ہے۔

مسند حمیدی میں حضرت عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مسانید کے تحت یہ مسئلہ درج ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ:

"وَاِنِّیْ قَدْ جَعَلْتُ هٰذَا الْاَمْرَ بَعْدِیْ اِلٰی هٰؤُلَاءِ السِّتَّةِ الَّذِیْنَ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ وَهُمْ عُثْمَانُ وَعَلِیٌّ وَالزُّبَیْرُ وَطَلْحَةُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ فَمَنِ اسْتُخْلِفَ فَهُوَ الْخَلِیْفَةُ۔

(۱) مسند حمیدی، ج ۱، ص ۷، تحت احادیث عمرؓ طبع مجلس علمی کراچی۔

(۲) بخاری شریف، جلد اول، باب مناقب عثمانؓ و قصۃ البیعۃ و مقتل عمرؓ ص ۵۲۴ طبع نور محمدی دہلی۔

(۳) مسند امام احمدؒ، ج ۱ ص ۲۰ تحت مسانید عمر بن الخطاب

(۴) طبقات ابن سعد جلد ثالث، باب عمرؓ ص ۲۴۶ قسم اول طبع یورپ۔

(۵) ۔مُسندابی یعلیٰ (قلمی) لاحمد بن علی بن المثنیٰ الموصلی۔
ص ۲۷ تحت مسانید عمرؓ بن الخطاب ۔نقل شدہ
از پیر گوٹھ (سندھ)

(۶) السنن الکبریٰ بیہقی، ج ۸، ص ۱۵۰ ۔کتاب اہل
البغی۔ باب من جعل الامر شوریٰ ... الخ۔

(۷) انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵ ص ۱۸ ۔باب
امر الشوریٰ و بیعۃ عثمان ۔طبع جدید تختی کلاں۔

(۸) البدایہ والنہایہ لابن کثیر، ج ۷ ص ۱۴۷-۱۴۸
طبع اوّل مصری ۔

۔حاصلِ کلام یہ ہے :۔
حضرتِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ

"خلافت کا معاملہ میں نے اپنے بعد ان چھ نفر کے سپرد کر دیا ہے اور ان کے حق میں وصیت کر دی ہے جن سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انتقال کے وقت راضی و خوش تھے ۔ان میں سے جس پر اتفاق رائے ہو جائے اس کو خلیفہ تسلیم کر لیا جائے وہ عثمانؓ و علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ و عبدالرحمٰنؓ بن عوف و سعدؓ بن ابی وقاص ہیں ۔"

(۶)

مسئلہ ہٰذا میں شیعہ بزرگوں کی تائید

اس کے بعد اس مسئلہ پر شیعہ احباب کا معتبر بیان مستند کتابوں سے لکھا جاتا ہے انصاف پسند ناظرین سے توقع ہے کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق پوری طرح مطمئن ہو

جائیں گے۔ "شیخ الطائفہ" شیخ طوسی نے اپنی سند کے ساتھ اپنی تصنیف "امالی" میں درج کیا ہے اور الشیخ الصدوق ابن بابویہ القمی نے اس کو اپنی تصنیف علل الشرائع باب ۱۴۳ میں نقل کیا ہے۔ معائنہ فرماویں۔

".... عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ عَامِرِبْنِ وَاثِلَۃَ الْکِنَانِیِّ قَالَ اُحْتُضِرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ جَعَلَهَا شُوْرٰی بَیْنَ عَلِیٍّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَطَلْحَۃَ وَالزُّبَیْرِ وَسَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ فِیْمَنْ یُّشَاوَرُ وَلَا یُوَلّٰی"

(۱) "الامالی للشیخ ابی جعفر الطوسی ۱۶۷-۱۶۹، جلد ۲۔ طبع نجف اشرف عراق)

(۲) علل الشرائع للشیخ الصدوق، ص ۱۷۱ باب ۱۳۴۔ طبع نجف اشرف عراق۔

(۳) تاریخ یعقوبی ص ۱۶۰ ج ۲ تحت حالات وفات عمرؓ۔ طبع بیروت۔

(۴) مروج الذہب للمسعودی الشیعی ص ۳۱۲ ج ۲ تحت ذکر خلافت عمر بن خطاب)

"یعنی ابوالطفیل نے کہا کہ جب عمرؓ بن الخطاب کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے (خلافت کے مسئلہ کی خاطر) چھ آدمیوں کی ایک مجلس شوریٰ قائم کردی اس میں علیؓ بن ابی طالب، عثمانؓ بن عفان، طلحہؓ و زبیرؓ سعدؓ بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بنؓ عوف شامل و شریک تھے۔

اور اپنے لڑکے عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق فرمان دیا کہ اس کو مشورہ میں لے لیا جائے لیکن اس کو والی و حاکم نہ بنانا"

(۷)

حضرت علیؓ کو خصوصی وصیت کرنا اور نماز کا انتظام کرنا

طبقات ابن سعد باب عمرؓ میں جہاں وصایا عمر مذکور ہیں وہاں لکھا ہے:۔

"ثُمَّ دَعَا عَلِيًّا فَاَوْصَاهُ ثُمَّ اَمَرَ صُهَيْبًا اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ..الخ

(طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۴۶)

"یعنی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ کو بلا کر خصوصی وصیت کی اور صہیبؓ رومی کو حکم دیا کہ (خلافت کا مسئلہ طے ہونے تک) لوگوں کو نماز پڑھایا کریں"

اور بعض روایات میں منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے آخری وصایا جہاں فرمائی ہیں۔ وہاں ان چھ حضرات کو قسم دلا کر تقویٰ کی اور عدل و انصاف کرنے کی تاکید کی۔ (بلاذری)

(۸)

حضرت فاروق اعظمؓ کا جب انتقال ہو گیا اور اللہ کے ہاں جا پہنچے تو تمام اہل اسلام پر ہم و غم رنج و الم کے بادل چھا گئے۔ صحابہ کرام مضطرب و بے چین ہو گئے۔ تمام اکابرین اس مصیبت عظمیٰ کی وجہ سے بے انتہا مغموم و محزون تھے۔ حضرت علیؓ نے اس موقعہ پر حضرت عمرؓ کے حق میں گوناگوں صورتوں میں اظہار غم کیا اور کلمات محبت فرمائے اور انکی عظمت کو بیان فرمایا۔ ان کی دیانت و امانت کی قدردانی کی اور عزت افزائی فرمائی۔

حضرت علیؓ المرتضیٰ کی طرف سے موقع ہذا کے بیانات کثیرہ میں سے صرف دو تین فرمودات ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ ناظرین حضرات اس سے ان دونوں بزرگوں کے حسن تعلقات اور باہمی عقیدت مندی کا اندازہ لگا سکیں گے۔

حضرت علیؓ کی جانب سے فاروق اعظمؓ کے حق میں قدردانی کے کلمات

۔۔۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنِّیْ لَوَاقِفٌ فِیْ قَوْمٍ فَدَعَوُا اللّٰهَ لِعُمَرَؓ

بنُ الخطاب وَقَدْ وُضِعَ علی سَرِیْرِہٖ اِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِیْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَہٗ عَلٰی مَنْکِبِیْ یَقُوْلُ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ اَنْ کُنْتُ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَکَ مَعَ صَاحِبَیْکَ لِاَنِّیْ کَثِیْرًا مَا کُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کُنْتُ وَاَبُوْبَکْرٍؓ وَعُمَرُؓ وَفَعَلْتُ وَاَبُوْبَکْرٍؓ وَعُمَرُؓ وَانْطَلَقْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُؓ اِنْ کُنْتُ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَکَ اللّٰہُ مَعَہُمَا فَالْتَفَتُّ فَاِذَا عَلِیُّؓ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ ۔"

(۱) ۔۔۔ بخاری شریف جلد اوّل صہ ۵۱۹/۵۲۰ ، باب مناقب ابی بکرؓ و عمرؓ، طبع نور محمدی دہلی ۔

(۲) ۔۔۔ مسلم شریف، ج ۲ ص ۲۷۴ ۔ باب فضائل عمرؓ طبع دہلی ۔

(۳) ۔۔۔ سُنن ابن ماجہ، ص ۱۰ ۔ باب الفضائل طبع علمی دہلی ۔

(۴) ۔۔۔ مُسند امام احمد، ج ۱ ص ۱۱۲ ۔ مُسندات حضرت علیؓ طبع مصر معہ منتخب کنز ۔

(۵) ۔۔۔ کنز العُمّال، ج ۶ ص ۳۶۵ ، جلد سادس روایت ۵۷۱۷ ۔ طبع قدیم دکن ۔

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ (انتقالِ فاروقی کے بعد) میں لوگوں میں موجود تھا ۔ لوگ حضرت عمرؓ کے گرد اظہارِ تاسّف کے لیے جمع تھے اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کر رہے تھے ۔ عمرؓ بن الخطاب کو چارپائی پر رکھا گیا تھا اس وقت میری پُشت کی طرف سے آکر میرے کندھے پر اپنا بازو رکھ کر حضرت علیؓ المرتضیٰ فرمانے لگے کہ اے عمرؓ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے میں اُمید اور توقع رکھتا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ آپ کے دونوں ساتھیوں (نبی اقدس صلعم و ابوبکر الصدّیقؓ) کے ساتھ اور معیّت میں کر دیگا اور ان سے ملا

دیکھا اس وجہ سے کہ میں حضور علیہ السلام سے سنتا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے اس طرح کام کیا اور میں اور ابوبکرؓ و عمرؓ داخل ہوئے۔ میں اور ابوبکرؓ و عمرؓ خارج ہوئے، میں اور ابوبکرؓ و عمرؓ چل پڑے۔[1]

حضرت علیؓ کا حضرت فاروق اعظمؓ کے اعمالنامے پر اظہار رشک کرنا

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا۔ نماز جنازہ کے لیے حضرت عمرؓ کی میت مبارک کو لا کر رکھا گیا۔ اس وقت حضرت علیؓ نے تمام اہل اسلام کے سامنے صفوں کے روبرو حضرت فاروقؓ کے ایمان و اسلام کی گواہی دی اور رشک کا اظہار فرمایا۔

—— فاروق اعظمؓ کی دیانت و صداقت کے حق میں ایسی قیمتی شہادت اور کسی صحابی سے منقول نہیں ہے جیسی علی المرتضیٰؓ نے پیش کی۔

—— گویا فاروق اعظمؓ کی تمام زندگی کی پاکدامنی اور بے عیبی کو ایک مختصر جملہ میں بیان فرماتے ہوئے اپنی کمال عقیدت کا اظہار کیا۔

—— حضرت علیؓ کے اس بیان کو "مسجّی" والی روایت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

بہت سے محدثین و فقہاء و مؤرخین سنّی و شیعہ نے اس روایت کو اپنے اپنے اسانید

---

[1] تنبیہ :۔ اہل علم کی توجہ کے لیے عرض ہے کہ روایت مذکورہ بالا جو متعدد محدثین سے ہم نے نقل کی ہے اس کو حاکم نیشاپوری نے المستدرک میں ابن عباس سے نقل کیا ہے وقال فی آخرھا ھٰذا حدیث صحیح علیٰ شرط الشیخین ولم یخرجاہ " (المستدرک للحاکم ص ۶۸ جلد ثالث، کتاب معرفۃ الصحابۃ) ۔ قولہ ولم یخرجاہ یقول العبد الضعیف المؤلف للکتاب کیف قال الحاکم ہٰذا القول و ... قد ذکر ہٰذہ الروایۃ مع تفاوت الالفاظ فی باب مناقب عمر فی صحیحہ (ج ا ص ۵۱۹ - ۵۲۰) ولن المسلم ... التی بہا فی صحیحہ فی باب مناقب عمر وفضائلہ فی المجلد الثانی (ج ۲ ص ۲۷۴) ۔ ہٰذہ غفلۃ منہ عافاہ اللہ وایانا ۔ سبحان من لا ینسیٰ ولا یسہو ولا یغفل ولا یغلط "

کے ساتھ درج کیا ہے۔ ایک ترتیب کے ساتھ ہم بھی یہاں چند روایات ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

کتاب الآثار امام ابو یوسف میں مذکور ہے:

(۱) — قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ لِعُمَرَ وَهُوَ مُسَجًّى مَا اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى بِمِثْلِ صَحِيْفَتِهِ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰى۔"

(کتاب الآثار للامام ابی یوسفؒ ص ۲۱۵ رقم ۹۵۲۔
طبع مصر لجنۃ احیاء معارف النعمانیہ۔ دکن)

——— اور کتاب الآثار للامام محمد بن حسنؒ میں باسند مذکور ہے:

(۲) ——— قَالَ الامام محمد اخبرنا ابو حنیفۃؒ قال حدثنا ابو جعفر محمد بن علی قَالَ جَاءَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حِيْنَ طُعِنَ فَقَالَ رَحِمَكَ اللّٰهُ فَوَاللّٰهِ مَا فِي الْاَرْضِ اَحَدٌ كُنْتُ اَلْقَى اللّٰهَ بِصَحِيْفَتِهِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْكَ۔"

(۲) کتاب الآثار امام محمدؒ ص ۱۴۶ باب فضائل الصحابہؓ
طبع انوار محمدی۔ لکھنؤ۔ قدیم طبع۔

حاصل مضمون یہ ہے کہ امام محمد و امام ابو یوسف نے اپنے استاذ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی اور امام ابو حنیفہؒ نے امام محمد باقرؒ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت عمرؓ کی نعش پر حاضر ہو کر فرمایا کہ اس کفن پوش سے بہتر میرے نزدیک کوئی شخص نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوں جیسا کہ اس کا اعمالنامہ ہے میرا بھی اعمال نامہ ویسا ہی ہو۔"

امام محمد باقر کی شہادت

(۳) قاضی ابو مؤیّد محمد بن محمود الخوارزمی نے اپنی تصنیف "جامع مسانید الامام الاعظم" میں متعدد اسانید کے ساتھ اس قول مرتضوی کو مؤیّد و مضبوط کیا ہے۔ اس میں سے ایک روایت یہاں پیش کی جاتی ہے جو امام محمد باقر کے ذریعہ منقول ہے:

"...... حدثنا ابو حنیفة عن ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ قَالَ اَتَيْتُهٗ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَقَعَدْتُ اِلَيْهِ .... فَقُلْتُ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ هَلْ شَهِدَ عَلِيٌّ مَوْتَ عُمَرَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَوَلَيْسَ الْقَائِلُ مَا اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ بِصَحِيْفَتِهٖ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰى ثُمَّ زَوَّجَهٗ بِنْتَهٗ لَوْلَا اَنَّهٗ رَاٰهُ اَهْلًا مَا كَانَ يُزَوِّجُهَا اِيَّاهُ وَكَانَتْ اَشْرَفَ نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ جَدُّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْهَا عَلِيٌّ ذُو الشَّرَفِ الْمُنِيْفِ وَالْمَنْقَبَةِ فِي الْاِسْلَامِ وَاُمُّهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخُوْهَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَجَدَّتُهَا خَدِيْجَةُ ... الخ"

(۳) — جامع مسانید الامام الاعظم للقاضی الخوارزمی۔ المتوفی ۶۶۵ھ ص ۲۰۴، جلد اوّل، باب فضائل عمرؓ طبع دائرۃ المعارف دکن۔

حاصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقرؒ کی خدمت میں پہنچا، سلام کیا اور بیٹھ گیا اور گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے دریافت کیا کہ اللہ آپ پر نزولِ رحمت فرمائے کیا حضرت عمرؓ کی وفات کے موقع پر حضرت علیؓ موجود

تھے؟

تو محمد باقر فرمانے لگے کہ سبحان اللہ تعجب کی بات ہے یہ قول اس وقت کس نے کہا تھا؟ کہ

"لوگوں میں سے کوئی شخص میرے نزدیک اس کفن پوش سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ اس جیسے اعمال نامہ کے ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں"

پھر محمد باقرؒ نے فرمایا کہ علی المرتضیٰؓ نے اپنی دختر (اُمّ کلثوم) کا حضرت عمرؓ سے نکاح کر دیا۔ اگر ان کو اس چیز کا اہل نہ سمجھتے تو یہ تزویج نہ کرتے"

اور یہ صاحبزادی (اپنے دور کی) تمام عورتوں سے اشرف و برتر تھی۔ اس کے نانا حضرت رسول خدا تھے اور اس کے باپ صاحب مناقب و فضائل علی المرتضیٰؓ تھے، اس کی ماں فاطمۃ الزہراء تھی، اس کے بھائی حسنینؓ تھے جو جوانانِ جنتیوں کے سردار ہونگے اور اس کی ماں کی ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھی۔۔۔ الخ

مسند امام احمدؒ میں متعدد اسانید کے ساتھ حضرت علیؓ کا یہ قول ذکر کیا گیا ہے:

(۴) "۔۔۔۔۔ ابو معشر نجیح المدینی مولیٰ بنی ھاشم عن نافع عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وُضِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بَیْنَ الْمِنْبَرِ وَالْقَبْرِ فَجَاءَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حَتّٰی قَامَ بَیْنَ یَدَیِ الصُّفُوْفِ فَقَالَ ھُوَ ھٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْکَ! مَا مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَلْقَاہُ بِصَحِیْفَتِہٖ بَعْدَ صَحِیْفَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ ھٰذَا الْمُسَجّٰی"۔

(مسند امام احمدؒ ج ۱ ص ۱۰۹ تحت مسندات سیدنا علیؓ معہ منتخب کنز العمال)

(۵) ۔ ... یونس بن ابی یعقوب عن عون بن ابی جحیفۃ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ وَهُوَ مُسَجًّى ثَوْبَهُ قَدْ قَضٰى نَحْبَهُ فَجَاءَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَكَشَفَ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ اَبَا حَفْصٍ فَوَاللّٰہِ مَا بَقِیَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَلْقَی اللّٰہَ تَعَالٰی بِصَحِیْفَتِہٖ مِنْکَ ۔

(۵) مسند احمد ص ۱۰۹، ج ۱ تحت مسندات مرتضوی)

حاصل یہ ہے کہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ منبر نبوی اور قبر شریف کے درمیان جب عمر فاروقؓ کا جنازہ رکھا گیا تو حضرت علیؓ تشریف لائے اور صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر تین بار فرمایا کہ اللہ کی رحمت آپ پر نازل ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مخلوق میں سے میرے نزدیک کوئی بھی اس کفن پوش سے زیادہ محبوب نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس جیسے اعمالنامہ کے ساتھ جا کر ملاقات کروں۔

(۶) ــ اور طبقات ابن سعد (باب حالات عمرؓ میں) اس مرتضوی قول کو بارہ عدد روایات میں نقل کیا ہے۔ پانچ عدد اسناد امام جعفر صادق و محمد باقر دونوں سے مروی ہیں تین عدد اسناد صرف محمد باقر سے منقول ہیں۔ ایک عدد سند زید بن علی سے نقل کی ہے۔ ایک محمد بن حنفیہ کے ذریعہ سے مذکور ہے۔ باقی اسانید ان ہاشمی بزرگوں کے ماسوا لوگوں سے مروی ہیں۔ معمولی تغیر الفاظ کے ساتھ تمام میں یہی مرتضوی کلام بیان کیا گیا ہے۔ یہاں صرف ایک روایت اسناد محمد باقر سے نقل کر کے پیش کی جا رہی ہے۔ باقی وہاں رجوع کرنے سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ ہم نے اہل علم کے لیے نشان دہی کر دی ہے۔

ــ اَخْبَرَنَا اَنَسُ بْنُ عَیَاضٍ اللَّیْثِیُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عَلِیًّا ؓ

لَمَّا غُسِلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَكُفِّنَ وَحُمِلَ عَلَىٰ سَرِيرِهِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَأَثْنَىٰ عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللّٰهِ مَا عَلَى الْأَرْضِ رَجُلٌ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللّٰهَ بِصَحِيفَتِهِ من هٰذَا الْمُسَجّٰى بِالثَّوْبِ ۔"

(۶) طبقات ابن سعد، باب حالات عمر جلد ثالث ص ۲۶۹-۲۷۰
طبع یورپ لیدن ۔

۷ ۔ المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۳۷-۳۸ ج ۱۲ -
کتاب الفضائل طبع کراچی)

مطلب یہ ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو غسل دے کر کفنا یا گیا اور چارپائی پر رکھ کر سامنے لایا گیا تو حضرت علی المرتضیٰؓ تشریف لائے، حضرت عمر بن الخطابؓ کے جنازہ پر کھڑے ہو گئے اور ان کی تعریف و توثیق فرمانے لگے (اس دوران فرمایا کہ) اللہ کی قسم کوئی شخص روئے زمین پر مجھے اس کفن پوش سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کے اعمال نامہ جیسا اعمال نامہ لے کر ملاقات کروں۔"

ایک انتباہ

اہل علم مطلع رہیں کہ یہ روایت بخاری شریف جلد اوّل، ص ۵۲۰، باب مناقب عمرؓ میں مذکور ہے لیکن الفاظ میں قلیل سا تفاوت ہے اور معیت والی روایت کے ساتھ مرکب و مخلوط کر کے درج کی گئی ہے اور اسی طرح مسلم شریف جلد ثانی باب فضائل عمرؓ میں یہ روایت ہے لیکن دوسری روایت ان یجعلک اللّٰہ مع صاحبیک کے ساتھ ملا دی گئی ہے ۔

(۷) ۔ یہی مسئلہ مستدرک حاکم جلد ثالث کتاب معرفۃ الصحابہ میں حاکم نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے :۔

۔۔۔۔۔۔ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّ عَلِیًّا دَخَلَ عَلٰی عُمَرَ وَ هُوَ مُسَجّٰی

فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ ثُمَّ قَالَ مَا مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَلْقَی

اللّٰهَ بِمَا فِیْ صَحِیْفَتِهٖ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰی "

(۷) المستدرک للحاکم نیشاپوری، ص ۹۳-۹۴، جلد ثالث بمع تلخیص ذہبی)

تلخیص ذہبی میں اس روایت پر کچھ نقد نہیں کیا۔ ترجمہ مذکور ہو چکا ہے۔

روایت مسجّٰی شیعہ بزرگوں میں

ناظرین باتمکین کو یہ چیز معلوم کر کے مسرت ہو گی کہ روایت مذکورہ جو ہم نے متعدد طُرق سے نقل کر کے پیش کی ہے شیعہ علماء و مجتہدین کے ہاں بھی یہ درست ہے۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے جنازہ پر بطور رشک اور غبطہ کے یہ کلمات فرمائے اور علی رؤس الاشہاد بیان کیے تاکہ تمام حاضرین پر حضرت عمرؓ کے حق میں حضرت علیؓ کے جذباتِ عقیدت واضح ہو جائیں۔

(۱)۔ الشیخ الصدوق ابن بابویہ القمی نے اپنی کتاب "معانی الاخبار" باب ۲۴۵ میں اس کلامِ مرتضوی کو باسند نقل کیا ہے۔

"...... نَظَرَ اِلَی الثَّانِیْ وَ هُوَ مُسَجّٰی بِثَوْبِهٖ مَا اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَلْقَی اللّٰهَ بِصَحِیْفَتِهٖ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰی ... الخ"

(کتاب معانی الاخبار للشیخ الصدوق، ص ۱۱۷ طبع قدیم ایران۔ باب ۲۴۵)

(۲)۔ روی جعفر بن محمد عن ابیه عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ لَمَّا غُسِلَ عُمَرُ وَ كُفِّنَ دَخَلَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ مَا عَلَی الْاَرْضِ اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَلْقَی اللّٰهَ بِصَحِیْفَتِهٖ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰی بَیْنَ اَظْهُرِكُمْ "

(۲) ۔ کتاب الشافی، ص ۱۷۱ و ۱۷۷۔ مع
تلخیص الشافی، ص ۴۲۸ ۔ طبع قدیم ایران)

حاصل یہ ہے کہ امام جعفر صادق امام محمد باقر سے اور وہ جابر بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں جب عمر بن الخطاب کو غسل دے کر کفن پوشی کی گئی تو اس وقت علی علیہ السلام تشریف لاتے اور فرمانے لگے کہ ان پر اللہ کی رحمت اور صلوات ہو، رُوئے زمین پر کوئی شخص میرے نزدیک تم میں سے (اس کفن پوش سے) زیادہ پسندیدہ و محبوب نہیں ہے کہ اس جیسے اعمال نامہ کے ساتھ میں اللہ سے جا کر ملاقات کروں۔"

تنبیہ

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ شیعہ مجتہدین و علماء شیخ صدوق، سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ، شیخ ابوجعفر طوسی وغیرہم نے مسجّٰی والی روایت کے بے اصل و جعلی ہونے کا قول نہیں کیا البتہ اپنی دیرینہ خصلت کے موافق اس فرمانِ مرتضوی کی تاویلیں و توجیہیں ذکر کی ہیں اور اس قول کو خبرِ واحد قرار دے کر اس کے غیر مفید و غیر یقینی ہونے کا فتویٰ صادر کیا ہے ۔ حالانکہ خبرِ واحد کا مفیدِ ظن ہونا تو مسلّمات میں سے ہے اور اس قولِ مرتضوی کو نقل کرنے والے اتنی کثیر تعداد میں لوگ ہیں کہ معنًی درجۂ شہرت کو پہنچتے ہیں ۔ ہر بات کی تاویل کر دینا اور نہ تسلیم کرنا عداوت و مخالفت کی وجہ سے ہوتا ہے ۔ انصاف یہ ہے کہ تعصب کو دُور کر کے مسئلہ پر غور کریں ۔ نیز تقیہ کا حربہ تو ہر مقام میں استعمال کیا جاتا ہے ۔ یہاں بھی آخر الحیل یہی ذکر کیا ہے ۔

(۹)

دفنِ فاروقی میں حضرت علیؓ کا شامل و شریک ہونا

فصل چہارم میں چند عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔ ان میں یہ آخری عنوان ہے کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے بعد دفن کے وقت حضرت علیؓ بمع دیگر احباب کے قبر میں اُتارنے کے لیے قبر میں خود اُترے ہیں اور اپنے دیرینہ دوست کے حق میں دوستی کا حق آخری دم تک ادا کیا۔ یعنی حضرت فاروق کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے میں شامل و شریک کار رہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

مرا عہدے ست با جاناں کہ تا جاں در تنم دارم
ہوا خواہانِ کویش را چو جانِ خویشتن دارم

(سبحان اللہ)

مسئلہ ہٰذا کی تسلی درکار ہو تو مندرجہ ذیل مؤرخین و علماء کی عبارات ملاحظہ فرماویں۔

(۱) — ابن جریر طبری نے ۲۳ھ کے تحت باب قصۃ الشوریٰ میں بایں الفاظ اس مضمون کو درج کیا ہے:-

وَنَزَلَ فِیْ قَبْرِهٖ یَعْنِیْ فِیْ قَبْرِ عُمَرَ اَلْخَمْسَةُ یَعْنِیْ اَهْلَ الشُّوْرٰی۔ الخ

(۱) تاریخ طبری، ج ۵ ص ۳۸ جلد خامس طبع مصر۔

(۲) — اور ابن اثیر جزری نے "الکامل" باب ذکر الخبر عن مقتل عمرؓ میں یہ ذکر کیا ہے کہ

——— نَزَلَ فِیْ قَبْرِهٖ (عُمَرَ) عُثْمَانُ وَعَلِیٌّ وَالزُّبَیْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ۔

(۲) الکامل لابن اثیر، ج ۳ ص ۲۸، باب مذکور۔

(۳) حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ جلد سابع میں اِن الفاظ میں یہ مسئلہ درج کیا ہے :-

نَزَلَ فِی قَبْرِہٖ مَعَ ابْنِہٖ عَبْدِ اللّٰہِ اَھْلُ الشُّوْرٰی سِوٰی طَلْحَۃَ فَاِنَّہٗ کَانَ غَائِبًا ... الخ

(۳) البدایہ لابن کثیر جلد سابع ، ص ۱۴۵ - طبع مصر -

مندرجات بالا کا حاصل یہ ہے کہ

" (صُہیب رُومی نے حسبِ وصیت فاروقی جنازہ پڑھایا) اس کے بعد (روضۂ نبوی میں) حضرت عُمرؓ کو قبر میں اُتارنے کے لیے اہل الشوریٰ حضرات عثمانؓ و علیؓ و زبیرؓ و عبدالرحمٰنؓ و سعدؓ بن ابی وقاص اور عبداللہ بن عمرؓ شریک عمل ہوئے سوا حضرت طلحہؓ کے، وہ اس وقت غائب تھے - (مدینہ میں موجود نہ تھے ")

فوائد فصل چہارم

فصل چہارم کے اختتام پر چند فوائد ذکر کیے جاتے ہیں (جیسا کہ فصل ہذا کی ابتداء میں وعدہ کیا تھا) -

(۱)

پیش کردہ روایات میں سے بعض روایتوں کی بڑی سنہری سندیں ہیں جن کو "سلسلۃ الذہب" کے نام سے تعبیر کرنا روا ہے جیسے کتاب الآثار امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی روایتیں ہیں - یہ سندات ائمہ نے ائمہ سے روایت کی ہیں -

نیز معلوم ہوا کہ ان حضرات میں باہمی افادہ و استفادہ ہوتا تھا - یہ چیز ان کے آپس میں ارتباط و روابط پر دلالت کرتی ہے -

(۲)

حضرت فاروقؓ نے اپنے خواب کی تعبیر حضرت علیؓ کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس سے دریافت کی جس میں ان کی وفات کی طرف اشارہ تھا۔ یہ ان بزرگوں کی باہمی محبت کی دلیل ہے۔

(۳)

نیز حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس چیز کی شہادت دی کہ عمرؓ بن الخطاب سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم رضامند ہو کر رخصت ہوئے، یہ اُن کے کمالِ ایمان کی عظیم گواہی ہے۔

(۴)

اور خلافتِ فاروقی کے متفق علیہ ہونے کی حضرت علیؓ نے تصدیق و توثیق کی یعنی فرمایا کہ یہ خلافت نہ غاصبانہ تھی نہ متغلبانہ تھی۔ نہ اختلافی تھی۔ حضرت عمرؓ کے منتخب ہونے میں اختلاف کو کچھ دخل نہ تھا۔

(۵)

حضرت علی بن ابی طالبؓ نے اپنی زندگی کو فاروقی زندگی پر قربان کر دینے کا اظہار فرمایا اور سوائے انبیاء کے ساتھ ہی انہیں اہلِ جنّت کے سردار ہونے کی خوشخبری زبانِ نبوّت سے سنائی۔

(۶)

جو مجلسِ شوریٰ انتخابِ خلیفہ کے لیئے تجویز کی اس میں حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ المرتضیٰ کو شامل و شریک کیا جو ان پر کمال اعتماد کی علامت ہے اور اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ کے حق میں حکم دیا کہ اس سے مشورہ تو لے لیں لیکن اسے حکومت کا کوئی عہدہ نہ دیا جائے۔ یہ فاروقِ اعظم کی کمال بے غرضی اور بے نفسی کی بے نظیر مثال ہے۔

(۷)

حضرت عمر فاروقؓ نے آخری اوقاتِ زندگی میں حضرت علیؓ کو خصوصی وصیتیں فرمائی تھیں جو ان بزرگوں کے باہم اخلاص و خیر خواہی کی نشانی ہے۔

(۸)

حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت عمر فاروقؓ کے حق میں نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم و صدیقِ اکبرؓ کے ساتھ دائمی معیّت کا حُسنِ ظن رکھتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے پورا فرما دیا۔

(۹)

حضرت علیؓ المرتضیٰ نے اپنے اعمالنامہ کے حق میں حضرت عمرؓ جیسا اعمالنامہ ہونے کی تمنّا کی جو فاروقی دیانت کے کمال کا بے مثال ثبوت ہے اور ان کے حُسنِ اعمال و پاکیزہ کردار کی عمدہ دلیل ہے۔

(۱۰)

نیز ان مرویّات سے عیاں ہُوا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت عمرؓ کے غسل و کفن کے وقت موجود تھے اور نمازِ جنازہ و دفن میں شریک تھے حتیٰ کہ حضرت فاروقؓ کو قبر میں اتارنے کے آخری مرحلہ میں بھی حضرت علیؓ شامل تھے اور اپنے دیرینہ رفیق کا حقِ رفاقت ادا کر رہے تھے۔

——— ان تمام احوال و کوائف سے نمایاں طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آخری دم تک اِن بزرگوں کے باہمی تعلقات انتہائی مخلصانہ تھے اور یہ مراسم تا زیست قائم رہے۔

——— حقیقت یہ ہے کہ یہ اکابر حضرات ایک دوسرے سے جُدا نہیں تھے بلکہ ایک دوسرے کے قریب تھے اور ایک دوسرے سے منقبض نہیں تھے بلکہ مرتبط تھے۔ ایک دوسرے سے منحرف نہیں تھے بلکہ باہم منسلک تھے۔ ایک دوسرے سے دامن کش

نہیں تھے بلکہ وابستہ تھے۔ ایک دوسرے سے رُوگرداں نہیں تھے بلکہ آپس میں گرویدہ تھے۔ ایک دوسرے کے حقوق غصب کرنے والے نہیں تھے بلکہ ادا کرنے والے تھے۔

وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْل ـــــ

باب چہارم

اِس باب میں یہاں دو فصل قائم کیے جاتے ہیں۔ فصل اوّل میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عمِّ محترم حضرت سیّدنا عباسؓ بن عبدالمطلب کے ساتھ فاروق اعظمؓ کے تعلقات اور باہم عقیدت مندی کے واقعات ذکر کیے جائیں گے۔ دوسرے فصل میں آپ کے اور حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباس اور حضرت عمرؓ کے باہمی روابط اور مراسم درج ہونگے۔

مندرجات ہٰذا بتلا رہے ہیں کہ حضرت فاروقؓ بنی ہاشم کے نہایت قدردان تھے اور ان کی عزت و احترام کو ہر مرحلہ پر ملحوظ و محفوظ رکھتے تھے۔

فصل اوّل

فصل ہٰذا میں پانچ عدد عنوانات قائم کیے جاتے ہیں:

عنوانِ اوّل:- طلبِ باراں میں توسّل

مقصد یہ ہے کہ فاروقی دَورِ خلافت میں جب کبھی بارش نہ ہوتی تھی اور لوگ تنگ ہو جاتے تھے تو اس مصیبت کے ازالہ کے لیے حضرت عمر فاروقؓ یہ تدبیر کرتے کہ سیّدنا عباسؓ بن عبدالمطلب عمِ نبوی کی ذاتِ گرامی کے ساتھ جناب باری تعالیٰ میں توسّل کرتے ہوئے

اللہ تعالیٰ سے بارانِ رحمت طلب کرتے تھے۔ چنانچہ واقعہ ہذا اپنی کمی بیشی کے ساتھ کتبِ ذیل میں موجود ہے:۔

یہاں صرف بخاری شریف جلد اول ابواب الاستسقاء سے واقعہ نقل کیا جاتا ہے:۔

"عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عنہ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ"

(۱) — بخاری شریف، جلد اول ص ۱۳۷ - پارہ چہارم - ابواب الاستسقاء - طبع نور محمدی دہلی -

(۲) — تاریخ خلیفہ ابن خیاط (المتوفی ۲۴۰ھ) تحت سنۃ ثمان عشرۃ ص ۱۰۹ - طبع جدید -

(۳) — المستدرک للحاکم مع تلخیص للذہبی، ج ۳ ص ۳۳۴ کتاب معرفۃ الصحابہ - طبع حیدر آباد دکن -

(۴) کنز العمّال للمتقی الہندی، جلد سابع ص ۶۵ - بحوالہ خ - ابن سعد - ابن خزیمہ - ابی عوانہ و حب و طب و بیہقی - طبع قدیم حیدر آباد دکن -

حاصل یہ ہے کہ:۔

"انس بن مالک کہتے ہیں کہ جب لوگوں میں قحط پڑ جاتا تو عمر فاروقؓ عباسؓ بن عبد المطلب کے ساتھ توسّل کرتے ہوئے اللہ سے بارش طلب کرتے تھے اور جناب باری کی خدمت میں عرض کرتے کہ اے اللہ ہم تیری طرف تیرے نبی کے ذریعے توسّل پکڑتے تھے تو تو ہمیں بارش عنایت فرما دیتا تھا۔ اب ہم

اپنے نبیؐ کے چچا کے ذریعہ تیری جناب میں توسل کرتے ہیں تو ہمیں بارانِ رحمت عنایت فرما۔ انسؓ کہتے ہیں کہ (اس طرح کرنے سے) بارش برستی تھی) اور لوگوں کو پانی مل جاتا تھا۔"

مستدرک حاکم و کنز العمّال کی روایت میں مزید یہ اضافہ پایا جاتا ہے کہ (اس موقعہ پر) حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ دیا۔ اس میں فرمایا کہ اے لوگو! سردارِ دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا عباس کے حق میں پوری طرح تعظیم و تکریم ملحوظ رکھتے تھے اور ان کی قسم کو پورا کرتے تھے جس طرح ایک بیٹا اپنے والد کے حقوق کی رعایت کرتا ہے پس اے لوگو! اپنے نبی اقدس کے چچا مکرّم کے حق میں اپنے نبی کی اقتداء کرو اور پیش آمدہ مصائب میں اللہ کی طرف ان کو وسیلہ بناؤ۔

——— عنوانِ دوم ———

حضرت عباسؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان میزاب کا ایک واقعہ

——— واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسجد نبوی کی طرف جانے کے راستہ میں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مکان پر ایک میزاب یعنی پرنالہ لگا ہوا تھا۔ ایک دفعہ اس کے نیچے گزرنے سے حضرت عمرؓ کے کپڑے خراب ہو گئے۔ انہوں نے میزاب کو یہاں سے اٹھا دینے کا حکم دیا اور حضرت عباسؓ نے معارضہ کیا۔

اس کی تفصیلات مندرجہ ذیل حدیث و سیر کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ہم یہاں حضرت مسند احمد کی عبارت نقل کرتے ہیں:-

——— عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَخِيْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ لِلْعَبَّاسِ مِيْزَابٌ عَلٰى طَرِيْقِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَبِسَ عُمَرُ ثِيَابَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَدْ كَانَ ذُبِحَ لِلْعَبَّاسِ فَرْخَانِ فَلَمَّا وَافٰى

الْمِيزَابَ صُبَّ مَاءٌ بِدَمِ الْفَرْخَيْنِ فَأَصَابَ عُمَرَ وَفِيْهِ دَمُ الْفَرْخَيْنِ فَأَمَرَ عُمَرُ بِقَلْعِهِ ثُمَّ رَجَعَ عُمَرُ فَطَرَحَ ثِيَابَهُ وَلَبِسَ ثِيَاباً غَيْرَ ثِيَابِهِ ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَأَتَاهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ وَاللهِ إِنَّهُ لَمَوْضِعُ الَّذِي وَضَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ لِلْعَبَّاسِ وَأَنَا أَعْزِمُ عَلَيْكَ لَمَا صَعِدْتَ عَلَى ظَهْرِي حَتّٰى تَضَعَهُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي وَضَعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَعَلَ ذَالِكَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ "

(۱) مسند احمدؒ، جلد اوّل ص ۲۱۰ معہ منتخب کنز۔ تحت مسندات عباسؓ۔

(۲) المصنّف لعبد الرزاق، ج ۸ ص ۲۹۲، طبع بیروت

(۳) کتاب المراسیل لابی داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی ص۱۴ باب ما جاء فی الضرار مطبوعہ مصر۔

(۴) مجمع الزوائد للہیثمی جلد ۴ ص ۲۰۶۔ باب فی الصلح۔ رواہ احمد و رجالہ ثقات۔

(۵) سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲ ص ۷۰۔ تذکرہ عبّاس بن عبد المطلب۔

——— مندرجہ روایت کا خلاصہ یہ ہے

"حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے بیٹے عبید اللہ بن عباس (جو عبد اللہ بن عباس کے بھائی ہیں) بیان کرتے ہیں کہ خلیفۂ ثانی عمر فاروقؓ جس راستہ سے گذر کر (مسجد نبوی میں تشریف لاتے تھے) اس راستہ پر ہمارے والد عبّاس بن عبد المطّلب کے مکان کا میزاب یعنی پرنالہ لگا ہوا تھا۔ ایک دفعہ جمعہ کے روز حضرت عمرؓ کپڑے پہن کر مسجد کی طرف تشریف لا رہے تھے ادھر حضرت

عباسؓ کے یلسے ان کے مکان کی چھت پر دو چوزے ذبح کیے گئے تھے۔ میزاب سے ان کا خون اور پانی ٹپک کر حضرت عمرؓ کے کپڑوں پر گرا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ میزاب کو یہاں سے اکھیڑ دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے واپس تشریف لاکر لباس تبدیل کیا پھر مسجد میں پہنچے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

اس کے بعد حضرت عباسؓ حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ اللہ کی قسم یہ میزاب تو خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس مقام میں نصب کرایا تھا۔ آپ نے اس کو اکھیڑ دیا ہے تو حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ اے عباسؓ میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ میری پشت پر سوار ہو کر اس میزاب کو وہیں لگا دیں جہاں نبی کریمؐ نے نصب فرمایا۔ پس عباس بن عبدالمطلب نے اسی طرح کیا"۔

—— عنوانِ سوم ——

حضرت عباسؓ کا مقام عمر فاروقؓ کی نظر میں

"تاریخ ابنِ جریر طبری میں ۱۵ھ کے تحت فتح بیت المقدس کے موقع پر حضرت عباسؓ اور حضرت عمرؓ کے سفرِ شام کا ایک واقعہ منقول ہے۔ اس میں باہمی اکرام و اعزاز کی متعدد چیزیں برآمد ہوتی ہیں۔ کئی علماء نے اس کو نقل کیا ہے چند ایک حوالے یہاں ثبت کیے جاتے ہیں :-

"... عَنْ عَدِیِّ بْنِ سَهْلٍ قَالَ لَمَّا اِسْتَمَدَّ اَهْلُ الشَّامِ عُمَرَ عَلٰی اَهْلِ فَلَسْطِیْنَ اسْتَخْلَفَ عَلِیًّا وَخَرَجَ مُمِدًّا لَّهُمْ فَقَالَ عَلِیٌّ اَیْنَ تَخْرُجُ بِنَفْسِكَ اِنَّكَ تُرِیْدُ عَدُوًّا كَلْبًا فَقَالَ اِنِّیْ اُبَادِرُ بِجِهَادِ الْعَدُوِّ مَوْتَ الْعَبَّاسِ اِنَّكُمْ لَوْ فَقَدْتُمُ الْعَبَّاسَ لَانْتَقَضَ بِكُمُ الشَّرُّ

كَمَا تَنْتَقِضُ اَوَّلُ الْحَبَل ۔

(۱) ۔ تاریخ ابن جریر الطبری جلد ۳ ص ۱۵۹ تحت السنة الخامسة عشر، باب ذکر فتح بیت المقدس طبع مصر قدیم

(۲) ۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، جلد ثانی ص ۵۸ ۔ تذکرہ عباسؓ بن عبد المطلب ۔

(۳) ۔ کنز العمال (بحوالہ سیف کمر) ج ۷ ص ۶۹ ۔ روایت ۵۶۸ ۔ طبع قدیم ۔

خلاصہ یہ ہے کہ :۔

جب اہلِ شام نے فلسطینیوں کے خلاف حضرت امیر المومنین عمرؓ فاروق سے (مرکزی) امداد طلب کی تو حضرت عمرؓ ان کی مدد کے لیے مدینہ منورہ سے نکلے اور حضرت علیؓ بن ابی طالب کو مدینہ پر اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا۔ اس وقت حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت فاروقؓ کو (خیر خواہانہ) طور پر ذکر کیا کہ آپ بذاتِ خود کہاں تشریف لے جانا چاہتے ہیں؟ آپ جس دشمن کا ارادہ کر رہے ہیں وہ ایک کتے کی مثال ہے (یعنی جیسے کُتّے کے حملہ سے احتیاطاً بچاؤ رکھا جاتا ہے اس طرح آپ کو بچاؤ رکھنا چاہیے) حضرت عمرؓ نے (جواباً ایک عجیب نکتہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا میں حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کی زندگی میں جہاد کی طرف مبادرت اور جلدی کرنا چاہتا ہوں، اگر (خدا نخواستہ) حضرت عباسؓ تم سے مفقود ہو گئے تو تم پر شر ٹوٹ پڑیگی جیسے رسّی ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔

(فاضل ذہبیؒ نے مزید ذکر کیا کہ)

حضرت عباسؓ ان کے پیش پیش ایک گھوڑے پر سوار تھے، سیدنا عباسؓ

بڑے جمیل وخوبصورت مرد تھے۔ رومی فوج کے جرنیل اور عیسائیوں کے پیشوا سامنے سے آتے اور ان کو خلیفۂ اسلام سمجھ کر سلام کہتے، حضرت عباسؓ اشارہ کرتے کہ میں خلیفہ نہیں ہوں وہ عمرؓ بن الخطاب خلیفۃ المسلمین ہیں۔"

اور کنز العمال میں یہ بھی مذکور ہے کہ :-

"اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی خلافت کے رمضان یا ۳۲ھ میں حضرت عباسؓ کا انتقال ہوا۔ اللہ کی قسم (اس وقت سے) لوگوں پر شر ٹوٹ پڑا اور پھیل گیا۔"

—— عنوان چہارم ——

حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کی نگاہ میں حضرت عباسؓ کا احترام

بزرگوں کا احترام واکرام اسلام کے واجبات میں سے ہے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب ان حضرات خلفاء سے عمر رسیدہ ہونے کے علاوہ عمِ نبوی ہونے کی وجہ سے بھی قابلِ صد تکریم و تعظیم تھے۔ اس بنا پر ہر دو خلفاء (حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ) اپنے اپنے دورِ خلافت میں ان کی بہت توقیر پیشِ نظر رکھتے تھے۔

اس مسئلہ کے لیے حوالہ جات ذیل کا مطالعہ فرما دیں:

——"اِنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَمْ یَمُرَّ بِعُمَرَ وَلَا بِعُثْمَانَ وَهُمَا رَاكِبَانِ اِلَّا نَزَلَا حَتّٰی یَجُوْزَ الْعَبَّاسُ اِجْلَالًا لَّهٗ وَیَقُوْلَانِ عَمُّ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔"

(۱)۔ الاستیعاب لابن عبدالبر جلد ثالث، مع الاصابہ ص ۹۸: تذکرہ عباسؓ بن عبدالمطلب۔

(۲)۔ سیر اعلام النبلاء للذہبیؒ جزء ثانی، ج ۲ ص ۶۸ تذکرہ عباسؓ۔

(۳) تہذیب التہذیب ص ۱۲۳، ج ۵ تحت عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

اور کنز العمال میں بحوالہ ابن عساکر اس طرح درج ہے کہ

"... عَنْ اِبْنِ شِهَابٍ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ فِيْ وَلَا يَتِهِمَا لَا يَلْقَى الْعَبَّاسَ مِنْهُمَا اَحَدٌ وَهُوَ رَاكِبٌ اِلَّا نَزَلَ عَنْ دَابَّتِهٖ وَقَادَهَا وَمَشٰى مَعَ الْعَبَّاسِ حَتّٰى يَبْلُغَ مَنْزِلَهٗ اَوْ مَجْلِسَهٗ فَيُفَارِقَهٗ"

(۳) - کنز العمال، ج ۷ ص ۶۹ - روایت ۵۶۷ طبع اول قدیم)

حاصل یہ ہے کہ:

"حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمانؓ دونوں بزرگوں کا معمول تھا کہ سواری پر سوار ہو کر جا رہے ہوں اگر (سامنے سے) حضرت عباسؓ تشریف لائیں یا ان پر گذر ہو جائے تو ان کی بزرگی کا احترام کرتے ہوئے خود سواری سے اُتر جاتے اور کہتے کہ ہمارے نبی محترم کے چچا تشریف لا رہے ہیں"

(کنز العمال میں ہے) کہ اگر حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ سواری پر جا رہے ہوں اور سامنے حضرت عباسؓ کی ملاقات ہو جائے تو اپنی سواری سے اُتر جاتے اور حضرت عباسؓ کے ساتھ چل دیتے حتیٰ کہ ان کی منزل تک ان کو پہنچاتے یا اُس مجلس تک جہاں انہوں نے پہنچنا ہوتا ان سے جُدا نہ ہوتے۔

عنوان پنجم

فاروقی خلافت میں حضرت عباسؓ کے مالی حقوق کی رعایت

خلافتِ فاروقی کے اواخر میں فتوحاتِ کثیرہ کی وجہ سے بہت اموال پہنچے تو حضرت عُمر کی مجلس میں تقسیمِ اموال کے سلسلہ میں مشورہ کا اجتماع ہُوا فیصلہ ہُوا کہ جن لوگوں کی اسلام کے لیے زیادہ اور قدیم خدمات ہیں ان کو مقدم رکھا جائے۔

نیز حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کو

وظائف دینے میں مقدم رکھا جائے اور وظیفہ خواروں کے لیے ایک فہرست مرتب کر کے بیت المال میں محفوظ کر دی جائے جو موقعہ بموقعہ کام دیتی رہے۔ قبائل کے انساب کے ماہر لوگ اس فہرست کو مرتب کرنے میں صحیح نسب بیان کر کے نام درج کرائیں۔

اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ذیل میں روایات نقل کی جاتی ہیں:-

(۱) ..... فَدَعَا عَقِيلَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَمَخْرَمَةَ بْنَ نَوْفَلٍ وَجُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ وَكَانُوا مِنْ نُسَّابِ قُرَيْشٍ فَقَالَ اكْتُبُوا النَّاسَ عَلَى مَنَازِلِهِمْ .... وَلٰكِنِ ابْدَأُوا بِقَرَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ حَتّٰى تَضَعُوا عُمَرَ حَيْثُ وَضَعَهُ اللّٰهُ "

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۱۲ - قسم اوّل باب عمرؓ - طبع قدیم یورپ لیدن -

(۲) تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵ ص ۲۳، جلد خامس تحت ۲۳ھ - بحث تدوین العطاء -

(۳) کتاب الاموال، ص ۲۲۴، باب فرض الاعطیۃ من الفیٔ - طبع مصر -

(۴) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۶ ص ۳۶۴ - ابواب تقسیم اموال الفیٔ والغنائم -

--- مطلب یہ ہے کہ

(حضرت عمر فاروقؓ نے ولید بن ہشام بن مغیرہ کی مذکورہ تجویز کو پسند کیا) اور قبائل قریش کے انساب کے ماہرین عقیلؓ بن ابی طالب - مخرمہؓ بن نوفل - جبیرؓ بن مطعم کو بلا کر حکم دیا کہ قبائل کے تفصیل وار نام حسب مراتب رجسٹر میں درج کرائیں (کسی صاحب نے درمیان سے کہدیا کہ خلیفۂ اسلام حضرت

عمرؓ کے قبیلہ کا نام پہلے درج کیا جاتے)۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نہیں! بلکہ سب سے پہلے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ و قریبی حضرات (بنی ہاشم) کے نام درجہ بدرجہ لکھے جائیں اور عمرؓ بن الخطاب کو اندراج میں وہاں جگہ دیں جہاں اس کو اللہ نے جگہ دے رکھی ہے۔"

تنبیہ

تحقیق کے متلاشی احباب کے لیے اطلاع کی جاتی ہے کہ مذکورہ مضمون و مفہوم کو شیعہ علماء نے بھی درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی، ج ۳ ص ۱۶۷ طبع بیروت۔ و ج ۳ ص ۱۶۶ تحت لله بلاد فلان فقد قوم الاود وداوی العمد الخ۔ اور ان حوالہ جات شیعی کی عبارت قبل ازیں باب دوم فصل رابع میں بلفظہ تحریر کی جاچکی ہے رجوع فرمالیں۔

(۲) ۔ اس مسئلہ کو مزید تشریح کے ساتھ مقاماتِ ذیل میں مطالعہ فرمادیں۔

عبارت یہ ہے :۔

— ۔ ۔ ۔ ۔ وَفَرَضَ لِلْعَبَّاسِ ثُمَّ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
وَفَرَضَ لِنِسَاءِ الْمُهَاجِرَاتِ فَفَرَضَ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ سِتَّةَ الآفِ دِرْهَمٍ وَلِاَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ اَلْفَ دِرْهَمٍ الخ"

(۱) کتاب الخراج لامام ابی یوسف ص ۴۳-۴۴ فصل کیف کان فرض عمرؓ لاصحاب الرسولؐ۔

(۲) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام، ص ۲۲۴-۲۲۶، باب فرض الاعطیۃ۔

(۳) طبقات ابن سعد، ص ۲۱۳-۲۱۴ - ج ۳ تذکرہ عمرؓ بن الخطاب - طبع قدیم۔

(۴) فتوح البلدان بلاذری، ص ۴۵۴-۴۵۵ -
باب ذکر العطاء فی خلافت عمرؓ -

حاصل یہ ہے کہ :

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے حضرت عباس بن عبد المطلب کا وظیفہ بھی پانچ ہزار درہم سالانہ حضرت عمرؓ نے مقرر فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ (جب دوسری مہاجر عورتوں کی خاطر وظیفہ متعین فرمایا) تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی پھوپھی (عمّہ محترمہ) حضرت صفیہ دختر عبد المطلب کے لیے چھ ہزار درہم سالانہ مقرر فرمایا ۔ اور حضرت علیؓ کی اہلیہ محترمہ اسماء دختر عُمَیس کے لیے ایک ہزار سالانہ متعین و مقرر فرمایا ۔

فصل ہذا کے یکجا فوائد و ثمرات

(۱) ۔ مشکل مواقع (قحط سالی وغیرہ) میں حضرت عمرؓ نے حضرت سیدنا عباسؓ کے ساتھ توسل اختیار کیا ۔ اور دیگر لوگوں کو بھی ان کو اللہ کی طرف وسیلہ بنانے کی تلقین کی ۔ یہ ان کے احترام و اکرام کے پیشِ نظر کیا گیا ۔

(۲) ۔ میزاب کے معاملہ میں حضرت عباسؓ کی صداقت پر اعتماد و اعتبار کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے اپنے حکم سے فوراً رجوع کر لیا اور اپنا انتہائی عجز و انکسار پیش کر کے فرمانِ نبوت کی قدر دانی کی اور اس کو بحال و برقرار کر دیا ۔

(۳) ۔ حضرت عمر فاروقؓ نے سفرِ شام کی رفاقت کے لیے حضرت عباسؓ کو منتخب کیا اور حضرت عباس جیش اسلامی کے پیش پیش رہے ۔ مسلمانوں کے مابین حضرت عباسؓ کے وجودِ مسعود کو حضرت فاروقؓ نے شرور و فتن سے محفوظ رہنے کا سبب

قرار دیا۔

(۴) ۔عمِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) و عمِ علی المرتضیٰؓ کا احترام حضرت عمرؓ اس قدر کرتے کہ ان کے سامنے سواری سے اتر جاتے حتیٰ کہ وہ گزر کر تشریف لے جائیں۔

(۵) اموالِ فئ وغیرہ میں بیت المال کی طرف سے حضرت عباسؓ کا سالانہ وظیفہ صرف عمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی بنا پر جاری کیا ورنہ عباسؓ بن عبدالمطلب مہاجرین سابقین میں سے نہیں تھے۔ اس طرح نبیؐ و علیؓ کی پھوپھی کا وظیفہ بھی اسی وجہ سے مقرر فرمایا اور حضرت علیؓ کی اہلیہ کا بھی خیال رکھا۔

یہ بنی ہاشم کا احترام و اکرام ہے۔ (سبحان اللہ علیٰ حسنِ رفاقتہم)

ناظرین با انصاف غور فرمادیں۔

یہ تمام تر واقعات اِن بزرگوں کے باہمی تعلقات اور روابط کے لیے واضح نشانات ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت عباسؓ عمِ رسولؐ و عمِ علیؓ کو معزز و موقر جانتے تھے۔ ایک دوسرے کا لحاظ و اعزاز کرتے تھے۔ بشرطِ انصاف دیکھا جائے تو حضرت عمرؓ کی جانب سے بنی ہاشم کی یہ بیحد توقیر و تعظیم ہے۔ با ایں ہمہ اگر کوئی شخص ان حضرات کے درمیان بغض و عداوت منافرت و بغاوت کی رٹ لگائے رکھے تو یہ محض حسد اور تعصب ہوگا جس کا کوئی علاج نہیں ہے ہم نے واقعاتِ صحیحہ بلاکم و کاست ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں۔ منصف طبائع خود بخود حقیقتِ حال سے آگاہ ہوسکیں گے۔

فصل دوم

اس میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کے باہمی مراسم و روابط کا ذکر کیا جاتا ہے۔

عبداللہ بن عباس حضور نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس کے بیٹے ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ بنی ہاشم میں سے بہت بڑے صاحب علم و فضیلت ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کے حق میں زیادتی علم کی دعائیں فرمائیں جو یقیناً مستجاب ہوئیں اور بنی ہاشم میں حضرت علی کے بعد ان کا علمی مقام بہت بلند ہے شیعہ مجتہدین نے بھی ان کی علمی فضیلت کے متعلق واضح روایات نقل کی ہیں۔ شیخ ابوجعفر طوسی نے "امالی" میں اس مسئلہ کو باسناد نقل کیا ہے۔ ابن عباس اپنے مخاطب کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

.... "قَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ عَلِیٌّ عَلَّمَنِیْ وَكَانَ عِلْمُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَّمَهُ اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهٖ فَعِلْمُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ مِنَ اللّٰهِ وَعِلْمُ عَلِیٍّ مِنَ النَّبِیِّ وَعِلْمِیْ مِنْ عِلْمِ عَلِیٍّ"

("امالی شیخ ابی جعفر طوسی، ج ۱ ص ۱۱۔ مطبوعہ عراق نجف اشرف)

"یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ اے مخاطب تیری ماں تجھے گم پائے اور واویلا کرے، حضرت علی نے مجھے تعلیم دی اور ان کا علم نبی علیہ السلام سے

حاصل تھا اور نبی کو اللہ نے عرش کے اوپر سے تعلیم دی۔ پس نبی کا علم خدا کی طرف سے ہے اور علیؓ کا علم نبی کی طرف سے ہے اور میرا علم علیؓ کے علم سے ماخوذ ہے۔"

——— واضح رہے کہ مندرجۂ ذیل شیعی علماء مجتہدین نے عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب کی بڑی تعریف و توثیق نقل کی ہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کا خاص حامی ہونا درج کیا ہے۔ مجالس المؤمنین مجلس سوم مقدمۂ ثالثہ تحت طائفہ اولیٰ در مشاہیر بنی ہاشم۔ تنقیح المقال از عبداللہ مامقانی تحت تذکرہ ابن عباسؓ۔ و منتہی الآمال جلد اول، باب سوم، فصل ہفتم ص۱۵۱ پانزدہم میں شیخ عباس قمی نے ابن عباس کا ذکر خیر کیا ہے۔ وغیرہ۔

اس تشریح کے بعد اب ہم حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کے باہم تعلقات کا نمونہ چند ایک عنوانات کے تحت بیان کرتے ہیں۔ امید ہے ناظرینِ کرام اس کو پسند فرمائیں گے۔

——— عنوانِ اوّل ———

فاروقی مشوروں میں ابنِ عبّاس کا شمول

(۱)

(۱) طبقات ابن سعد تذکرہ ابن عباس میں مذکور ہے کہ:

..... عن عطاء بن یسار اِنَّ عُمَرَ وعُثْمَانَ کَانَا یَدْعُوانِ ابْنَ عَبَّاسٍ فَیُشِیْرُ مَعَ اَھْلِ بَدْرٍ وَکَانَ یُفْتِی فِی عَھْدِ عُمَرَ وَعُثْمَانَ اِلیٰ یوم مات۔

(طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۱۲۰۔ ق ۲۔ تذکرہ ابن عباس۔ طبع قدیم)

"یعنی عطاء بن یسار کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ (اپنی خلافت کے دوران) ابن عباس کو مشورہ کے لیے بلا کر بدری صحابہ کے ساتھ شریک

رکھتے تھے اور ابن عباسؓ دونوں خلفاء کے دور میں فتویٰ دہی کا کام کرتے تھے۔ تاحیات یہ کام جاری رہا۔

(۲) ۔ اسی طرح طبقاتِ ابنِ سعد، ص ۱۲۰، ج ۲، ق ۲ طبع قدیم تذکرہ عبداللہ بن عباسؓ میں سعید بن جُبَیر سے روایت ہے جس میں حضرت عمرؓ کا ابن عباس کو اہلِ بدر کے ساتھ مشورہ میں شامل کرنا مذکور ہے۔

(۳) نیز مسند احمد، ج ۱، ص ۱۴ میں مسندات عمر فاروقؓ کے تحت عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے اس نے ابن عباسؓ سے اسی نوع کا مضمون ذکر کیا ہے۔

(۴)

طبقات ابن سعد میں ہے:

—— ..... عَنْ مَرْوَانَ بْنِ اَبِي سَعِيْدٍ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَوْمًا فَسَأَلَنِيْ عَنْ مَسْئَلَةٍ كَتَبَ اِلَيْهِ بِهَا يَعْلٰى بْنُ اُمَيَّةَ مِنَ الْيَمَنِ وَاَجَبْتُهٗ فِيْهَا فَقَالَ عُمَرُ اَشْهَدُ اَنَّكَ تَنْطِقُ عَنْ بَيْتِ نُبُوَّةٍ ‘‘

(۱) طبقات ابنِ سعد، ج ۲۔ ق ۲ ص ۱۲۲۔ تذکرہ ابنِ عباسؓ۔

(۲) کنز العمّال، ج ۷، ص ۵۴۔ روایت ۱۸۱۴۔ طبع قدیم

’’یعنی عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں گیا۔ یمن سے یعلیٰ ابنِ اُمیّہ نے ایک مسئلہ کی صورت دریافت کے لیے ارسال کی تھی۔ مجھ سے حضرت عمر فاروقؓ نے وہ صورت دریافت کی۔ میں نے اس کا صحیح جواب دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ خانۂ نبوت سے کلام کرتے ہیں (یعنی آپ کا علم صحیح اور درست ہے)۔

(۴۲)

کنز العمال میں بحوالہ ابن سعد لکھا ہے :

"... عَنْ یَعْقُوْبَ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ کَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَسْتَشِیْرُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ فِی الامرِ اِذَا ھَمَّہٗ وَ یَقُوْلُ غُصْ غَوَّاصُ"

(کنز العمال علی متقی ہندی، ج ۷ ص ۵۳ –

روایت ۱۴۳ طبع قدیم - بحوالہ ابن سعد)

یعنی یعقوب بن یزید کہتا ہے کہ جب کوئی اہم معاملہ حضرت عمرؓ کو پیش آتا تھا تو عبداللہ بن عباسؓ کو مشورہ کے لیے بلاتے تھے اور فرماتے کہ اے غوطہ لگانے والے (علم کے دریا میں) غوطہ لگائیے (یعنی گہری سوچ کر کے جواب دیجیے)"۔

—— عنوان دوم ——

حضرت فاروقؓ کا ابنِ عباسؓ کی عیادت کرنا

طبقات ابن سعد میں ہے۔

"..... عبدالرحمٰن بن ابی زناد عن ابیہ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَخَلَ عَلٰی ابْنِ عَبَّاسٍؓ یَعُوْدُہٗ وَ ھُوَ یُحَمُّ فَقَالَ عُمَرُ اَخَلَّ بِنَا مَرَضُکَ فَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ"

(طبقات ابن سعد، تذکرہ ابن عباسؓ ج ۲، ق ۲ ص ۱۲۳ طبع قدیم)

"یعنی ایک دفعہ ابن عباسؓ بخار کی تکلیف سے بیمار ہوتے ان کی بیمار پرسی کے لیے حضرت عمرؓ تشریف لے گئے۔ فرمانے لگے اے ابن عباسؓ، آپ کی بیماری نے ہمارے کام میں خلل اور نقصان ڈال دیا۔

— عنوانِ سوم —

عبداللہ بن عباسؓ کی زبانی فاروق اعظمؓ کی مدح سرائی

شیعہ کے مشہور مؤرخ مرزا محمد تقی لسان الملک (المتوفی ۱۲۹۷ھ) نے ناسخ التواریخ میں مشہور شیعی مورخ المسعودی سے نقل کرتے ہوئے حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ سے حضرت عمر بن الخطاب کی عمدہ تعریف و توثیق نقل کی ہے۔ اس میں فاروقی اوصاف کو شاندار طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اصل و نقل دونوں کتابوں سے احباب کی خدمت میں حوالہ بطورِ الزام پیش کیا جاتا ہے۔ قبول فرماویں۔

— رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا حَفْصٍ كَانَ وَاللّٰهِ حَلِيْفَ الْاِسْلَامِ وَمَاْوَى الْاَيْتَامِ وَمُنْتَهَى الْاِحْسَانِ وَمَحَلَّ الْاِيْمَانِ وَكَهْفَ الضُّعَفَاءِ وَمَعْقِلَ الْحُنَفَاءِ وَقَامَ بِحَقِّ اللّٰهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا حَتّٰى اَوْضَحَ الدِّيْنَ وَفَتَحَ الْبِلَادَ، وَاٰمَنَ الْعِبَادَ اَعْقَبَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْتَقِصُهُ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ "

(۱) — مروج الذہب المسعودی المتوفی ۳۴۶ھ۔ جزء ثالث
ص ۶۰۔ تحت عنوان ذکر الصحابۃ و مدحہم... الخ۔

(۲) — ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک، جلد پنجم،
کتاب دوم، ص ۱۴۴۔ طبع ایران۔

حاصل یہ ہے کہ ابن عباسؓ بن عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ ابو حفص (عمرؓ بن الخطاب) پر اللہ رحم فرمائے، اللہ کی قسم وہ اسلام کے ساتھ عہد و پیمان رکھنے والے تھے۔ یتیموں کے ماویٰ اور جائے پناہ تھے، احسان کرنے میں انتہا کو پہنچنے والے تھے، ایمان کے مرکز تھے، ضعیفوں کو پناہ دینے والے تھے۔

راست کار وراست باز لوگوں کے لیے جائے پناہ تھے، صبر کے ساتھ ارادۂ خیر رکھتے ہوئے اللہ کے حقوق کو ادا کرنے کے لیے قائم رہے حتیٰ کہ انہوں نے دین کو واضح کر دیا اور شہروں کو فتح کر ڈالا اور خدا کے بندوں کو پناہ دی ۔ جو شخص حضرت عمرؓ کی تنقیص و عیب جوئی کرے اس پر قیامت تک اللہ کی لعنت ہو۔"

—— عنوان چہارم ——

فاروقی روایت پر ابن عباسؓ کا اعتماد

مُسند امام احمدؒ مُسندات عمرؓ بن الخطاب میں مذکور ہے :

عن قتادة عن ابی العالية عن ابن عباسؓ قَالَ شَهِدَ عِنْدِیْ رِجَالٌ مَرْضِيُّوْنَ مِنْهُمْ عُمَرُ وَاَرْضَاهُمْ عِنْدِیْ عُمَرُ اِنَّ نَبِیَّ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کَانَ يَقُوْلُ لَاصَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَاصَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ "

(مُسند امام احمد، ج ۱، ص ۱۸ مسندات عمر بن الخطاب طبع مصر)

" یعنی ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ عمدہ لوگوں نے میرے پاس (اس مسئلہ کی) شہادت دی ہے اور ان میں سب سے پسندیدہ عمرؓ بن الخطاب ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عصر کے بعد غروب آفتاب تک کوئی نماز نہیں ہے اور صبح کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نماز نہیں ہے۔"

—— ناظرین کے لیے عرض ہے ابن عباسؓ کے حضرت عمرؓ سے روایت حاصل کرنے کی صرف یہ ایک مثال عرض کی ہے ورنہ مُسند احمد و دیگر حدیث کی کتابوں میں اس نوع کی بے شمار مثالیں منقول و مندرج ہیں البتہ اس میں جو بات بہت عمدہ پائی جاتی ہے

وہ "وَاَرْضَاهُمْ عِنْدِیْ عُمَرُ" کا قول ہے "یعنی باقی لوگوں سے میرے نزدیک باز پسندیدہ عمر بن الخطاب ہیں"۔ یہ فاروق اعظمؓ کی دیانت، وامانت وصداقت کی گواہی ابن عباسؓ دے رہے ہیں۔

—— عنوان پنجم ——

حضرت فاروقؓ کی حقانیّت بروایتِ بنی ہاشم

"تاریخ کبیر" میں امام بخاری رحمۃ اللہ نے باسند روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ:

... "عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَقُّ بَعْدِیْ مَعَ عُمَرَ حَیْثُ كَانَ"

"یعنی ابن عباسؓ اپنے بھائی فضل بن عباس سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ ہے جہاں موجود ہو" (تاریخ کبیر للبخاری ص ۱۴۱، ج ۴ قسم اوّل تحت الفضل بن عباسؓ)

—— عنوان ششم ——

ابن عباسؓ کا حضرت ابوبکرؓ وسیدنا عمر فاروقؓ کے قول کو حجّتِ شرعی قرار دینا

—— روایات کی کتابوں میں بصراحت منقول ہے کہ حضرت علیؓ کے چچازاد برادر عبداللہ بن عباسؓ کا مسائل دینیہ کے استنباط میں یہ طریقہ تھا کہ جب کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آتی تو پہلے کتاب اللہ سے اس کا حل تلاش کرتے اور اگر قرآن مجید سے اس کا حل نہ مل سکتا تو سنّتِ نبوی میں اس کا جواب ڈھونڈھتے۔ اگر وہاں بھی جواب نہ دستیاب

ہوتا تو دیکھتے کہ ایسے معاملہ میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمر فاروقؓ نے کیا فیصلہ فرمایا ہے تاکہ اس کے موافق عمل درآمد کیا جائے۔

کبار علماء نے ان کے اس طریق کار کو متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے۔

چنانچہ پہلے بیہقی کا سُنن کُبریٰ سے اور بغوی کا شرح السُّنّۃ سے حوالہ پیش خدمت ہے:۔

"۔۔۔۔ عن عبید اللہ بن ابی یزید قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ إِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ هُوَ فِي كِتَابِ اللهِ قَالَ بِهِ وَإِذَا لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ وَقَالَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِهِ وَإِذَا لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ وَلَمْ يَقُلْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بِهِ وَإِلَّا اجْتَهَدَ رَأْيَهُ)۔

(۱) السُّنن الکُبریٰ للبیہقی جلد عاشر، ص ۱۱۵ طبع دکن۔

(۲) شرح السُّنّۃ لامام البغوی جلد اول، ص ۲۰۸۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابن عباسؓ سے جب کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا جاتا وہ کتاب اللہ میں ہوتا تو کتاب اللہ سے بیان فرماتے اگر کتاب اللہ میں نہ ہوتا اور سُنّت نبوی میں بیان کیا گیا ہوتا تو سُنّت سے بیان فرماتے۔ اگر نہ کتاب اللہ نے اور نہ رسول اللہ نے اس کے متعلق کچھ بیان کیا ہے لیکن ابوبکرؓ و عمرؓ نے اس کو بیان کیا ہے تو (ان کا قول لے کر) اسے بیان فرماتے تھے۔ اس کے بعد اس میں اجتہاد کی ضرورت ہوتی تو اپنی رائے ذکر کرتے تھے"۔

اور حافظ ابن تیمیہ الحرانی نے اپنی کتاب "الفتاویٰ الکبریٰ" جلد اوّل میں اس مسئلہ کو اپنے الفاظ میں مفصّل طریقہ سے بعبارتِ ذیل درج کیا ہے۔ ناظرین کے افادہ کے لیے ہم یہاں نقل کرتے ہیں:۔

"۔۔۔ وَقَدْ ثَبَتَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ يُفْتِي مِنْ كِتَابِ اللهِ فَإِنْ لَمْ

يَجِدُ فِيمَا سَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَفْتَى بِقَوْلِ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَلَمْ يَكُنْ يَفْعَلُ ذَالِكَ بِعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَابْنُ عَبَّاسٍ حَبْرُ الْأُمَّةِ وَأَعْلَمُ الصَّحَابَةِ وَأَفْقَهُهُمْ فِيْ زَمَانِهِ وَهُوَ يُفْتِيْ بِقَوْلِ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ مُقَدِّمًا لِقَوْلِهِمَا عَلٰى قَوْلِ غَيْرِهِمَا من الصحابة وَقَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انه قَالَ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيْلَ ۔ (الفتاوی الکبریٰ جلد اوّل، ص ۴۶۶)

"یعنی روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ ابن عباسؓ (بوقتِ ضرورت) کتاب اللہ سے فتویٰ دیتے تھے۔ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ مل سکتا تو سنّت کے ساتھ فتویٰ دیتے تھے اور کتاب و سنّت دونوں سے دستیاب نہ ہوتا تو حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے اقوال کو لے کر فتویٰ دیتے تھے۔ اور حضرت عثمانؓ و علی المرتضیٰؓ کے اقوال کو یہ درجہ نہیں دیتے تھے۔ اور ابن عباسؓ اُمّت کے بہت بڑے عالم تھے۔ صحابہؓ کی جماعت میں بہت دانا تھے اور زمانہ کے فقیہ تھے۔ فتویٰ دینے کے معاملہ میں حضرت ابوبکرؓ و عمر فاروقؓ کے قول کو دوسرے صحابہ کے اقوال پر مقدم رکھتے تھے۔

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے ابن عباسؓ کے حق میں دُعا فرمائی یا اللہ اس کو تفقّہ فی الدّین عطا فرما اور اس کو دین کا معنیٰ سمجھا دے۔

فصل ہٰذا کے فوائد

(۱) ۔ فاروقی خلافت کے دوران بنی ہاشم میں سے جیسے حضرت علی المرتضیٰؓ صحابۂ کرام کی مجلسِ شوریٰ کے مستقل ممبر تھے اور دائمی رُکن رکین تھے اسی طرح حضرت عمرؓ کی

طرف سے حضرت عباسؓ کے صاحبزادے ابنِ عباسؓ کو بھی اہم مشورہ جات میں شامل و شریک رکھا جاتا تھا اور ان کے مشوروں کو بڑا وزنی تصور کیا جاتا تھا۔

(۲) ۔عبداللہ ابن عباسؓ کی بیماری میں خلیفۂ اسلام کا عیادت کو تشریف لے جانا جس طرح باہم دوستی اور مؤدّت کا اظہار ہے اسی طرح حضرت عمرؓ کی جانب سے بنی ہاشم کی قدردانی و عزت افزائی کا بہترین نمونہ ہے۔

(۳) ۔عبداللہ بن عباسؓ کا حضرت خلیفۂ ثانی کے اوصاف و کمالات کو بہتر سے بہتر عنوانات میں بیان کرنا دونوں حضرات کے لیے باہم عقیدت مندی و حق پسندی کا عجیب نمونہ ہے۔اس چیز کا فریقِ ثانی کو بھی انکار نہیں ہے۔

(۴) یہ حضرات آپس میں ایک دوسرے سے دینی و مذہبی روایات و مسائل حاصل کرتے تھے اور ہاشمی حضرات کے نزدیک خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ نہایت معتمد و معتبر و موثق راوی شمار ہوتے تھے۔

(۵) ۔بنی ہاشم کے بزرگوں اور حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائیوں نے یہ فرمانِ نبوتؐ اُمتِ مُسلمہ کو پہنچا کر اعلان کر دیا کہ "حق" بہر حال عمر فاروقؓ کے ساتھ ہے۔لہٰذا خلیفۂ ثانی کی خلافت اور اس کے تمام کارنامے و دینی خدمات سب کے سب برحق اور صحیح ہیں۔

(۶) ۔نیز واضح ہوا کہ ہاشمی حضرات سیدنا عمر فاروقؓ کے قول کو حجیتِ شرعی کا درجہ دیتے تھے اور ان کے فرمان کو دینی مسائل میں دلیلِ شرعی تسلیم کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام اہلِ اسلام کو باہم دوستی نصیب فرماتے اور اپنے بزرگانِ دین کی غلامی و اطاعت بخشے جو آپس میں سراسر مؤدّت و محبت کے نمونہ تھے۔اور رُحَمَاءُ بَیْنَہُم کے صحیح مصداق تھے۔

باب پنجم

کتاب "رُحَمَآءُ بَیْنَھُم" کے فاروقی حصّہ کا باب پنجم آخری باب ہے۔

اس میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی اولاد شریف کے مختصر بیانات حضرت عمرؓ بن الخطاب کی توثیق وتعریف وتصدیق سے متعلقہ جمع کیے جاتے ہیں۔ ایک منصف طبع انسان بیانات ہذا پر نظر غائر کرنے کے بعد ان دونوں بزرگوں کی باہم عقیدت مندی ودوستی اور عمدہ تعلقات کو تسلیم کریگا اور حسن روابط کی داد دیگا۔

اِس باب کے پانچ فصل مرتب کیے جاتے ہیں اور بطریق ذیل اس کی ترتیب تجویز کی گئی ہے۔

فصل اوّل۔ امام حسن اور محمد بن الحنفیہ اور عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰ وغیرہم کے حضرت عمر فاروقؓ کے حق میں بیانات۔

فصل دوم۔ امام زین العابدین اور ان کے بیٹے زید کے اقوال۔

فصل سوم۔ امام محمد باقرؒ کے فرمودات۔

فصل چہارم۔ امام جعفر صادقؒ کے ارشادات۔

فصل پنجم۔ عمر فاروقؓ کا نام حضرت علی کی اولاد میں۔

فصل اوّل

(۱)

امام حسنؓ کا فرمان کہ عمرؓ بن الخطّاب اور علیؓ المرتضیٰ میں مخالفت نہ تھی

محبّ الطبری نے "ریاض النضرۃ" میں ابن السمان کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:

"اَنَّہٗ اَخْرَجَ فِیْ کِتَابِہٖ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ لَا اَعْلَمُ عَلِیًّا خَالَفَ عُمَرَ وَلَا غَیَّرَ شَیْئًا مِمَّا صَنَعَ حِیْنَ قَدِمَ الْکُوْفَۃَ۔"

(۱) — ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ لمحب الطبری، ج ۲، ص ۸۵ فصل فی ما رواہ علیؓ فی فضل عمرؓ الخ طبع مصری

(۲) ازالۃ الخفاء فی خلافۃ الخلفاء لمولانا شاہ ولی اللہ، ج اص۱ طبع قدیم۔ (فارسی) بحث آخر مسانید صحابہ وتابعین)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ جب سے حضرت علیؓ المرتضیٰ کوفہ میں تشریف لائے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے کبھی عمرؓ بن الخطّاب کی کسی کام میں مخالفت کی ہو یا ان کے کسی کام میں تبدیلی کر دی ہو۔

(۲)

حضرت عمرؓ و ابوبکر الصدّیقؓ کے حق میں حضرت علیؓ سے محمد بن حنفیہ کا سوال پھر ان کا جواب

ناظرین باتمکین کو معلوم ہونا چاہیے کہ محمد بن حنفیہ حسنین شریفین کے بعد حضرت علیؓ کی

اولاد میں بڑے صاحبِ فضل وکمال بزرگ ہیں شیعی عالم ومجتہد سید جمال الدین ابن عنبہ نے عمدۃ الطالب میں ان کے حق میں تحریر کیا ہے کہ :-

"كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ اَحَدُ رِجَالِ الدَّهْرِ فِي الْعِلْمِ وَالزُّهْدِ وَالْعِبَادَةِ وَالشُّجَاعَةِ وَهُوَ اَفْضَلُ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ بَعْدَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ "

"یعنی محمد بن الحنفیہ اپنے زمانہ کے لوگوں میں علم وزہد، عبادت، شجاعت میں افضل تھے سیدنا حسنؓ وحسینؓ کے بعد حضرت علیؓ کی اولاد میں انہی کا برتر مقام ہے۔"

(۱) عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب طبع نجف اشرف، ص ۳۵۲، الفصل الثالث۔

اسی طرح بے شمار شیعہ علماء ومجتہدین نے ابن حنفیہ کی تعریف وتوثیق کی ہے ملاحظہ ہو مجالس المومنین قاضی نوراللہ شوستری، ابتدا مجلس چہارم۔ منتہی المقال وتنقیح المقال مامقانی وغیرہ۔

محمد بن حنفیہؓ کا قول ذیل میں درج کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں :-

"قَالَ (ابْنُ الْحَنَفِيَّةِ) قُلْتُ لِاَبِي اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ عُمَرُ ... قُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ "

(۱) بخاری شریف، باب مناقب ابی بکرؓ، ج ۱ ص ۵۱۸ طبع دہلی۔

(۲) ابوداؤد شریف، جلد ثانی ص ۲۸۸ کتاب السنۃ باب التفضیل، طبع مجتبائی دہلی

(۳) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، جلد ۵ ص ۷۱ تذکرہ ربیع بن ابی راشد۔

(۴) — کنز العمّال، ج ۶، ص ۳۶۶ و ۳۷۰ طبع قدیم دکن

ان حوالہ جات کا ماحصل یہ ہے کہ

"محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد شریف علی المرتضیٰؓ سے عرض کیا کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین اُمت کون شخص ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ابوبکر ہیں! میں نے عرض کیا کہ ان کے بعد کون بہترین ہے؟ فرمایا پھر عمرؓ بن الخطاب سب سے بہتر ہیں۔ پھر اس خیال سے کہ عثمانؓ کو ذکر کریں میں نے کہا کہ پھر آپ سب سے بہتر ہیں؟ جواباً فرمایا کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔۔۔۔ الخ"

(۱۳)

فاروق اعظمؓ کے عمل سے اولادِ علیؓ کا مسائلِ فقہی میں استدلال کرنا

ابن قتیبہ دینوری المتوفی ۲۷۶ھ نے اپنی کتاب "المعارف" باب خلافتِ علیؓ بن ابی طالب میں واقعہ ہٰذا نقل کیا ہے:۔

"۔۔۔۔ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ يُكْنٰى اَبَا مُحَمَّدٍ وَكَانَ خَيْرًا وَرُأِيَ يَوْمًا يَمْسَحُ عَلٰى خُفَّيْهِ فَقِيْلَ لَهٗ تَمْسَحُ؟ فَقَالَ نَعَمْ قَدْ مَسَحَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَمَنْ جَعَلَ عُمَرَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللهِ فَقَدِ اسْتَوْثَقَ"

(المعارف لابن قتیبہ دینوری، ص ۹۳۔ باب خلافۃ علی المرتضیٰؓ۔ مطبوعہ مصر، طبع قدیم)

مطلب یہ ہے کہ" ابو محمد عبداللہ محض بن حسن مثنّٰی بن امام حسنؓ بہترین بزرگ تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنے موزوں پر مسح کیا۔ کسی شخص نے دیکھ کر کہا کہ آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں مسح کرتا ہوں اور (استدلالاً) کہا کہ عمرؓ بن الخطاب مسح کرتے تھے اور جس شخص نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان عمرؓ بن الخطّاب کو دلیل بنایا اُس نے مضبوط سند اختیار کی۔"

(۴)

حضرت علیؓ کے حقیقی برادر عقیل بن ابی طالب سے حضرت عمرؓ کی تعریف میں مرفوع روایت منقول ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

عن عقیل ابن ابی طالب اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِنَّ غَضَبَکَ عِزٌّ وَرِضَاکَ حُکْمٌ۔"

(اخبار اصفہان لابی نعیم اصفہانی ص ۹۷، ج ا طبع لیدن یورپ)

"عقیلؓ ابن ابی طالب کہتے ہیں کہ نبی کریم صلعم نے عمرؓ بن الخطاب کو فرمایا تیرا غضب دینی حمیت ہے اور تیرا رضامند ہونا پسندیدہ حکم ہے۔"

فصل دوم

حضرت علی بن الحسین (امام زین العابدینؓ) اور ان کے صاحبزادے امام زید کے چند ایک بیانات حضرت عمر فاروقؓ کی فضیلت و منقبت میں درج کیے جاتے ہیں اس چیز سے حضرت عمرؓ کا مقام ان حضرات کے نزدیک واضح ہو گا۔

(۱)

حضرت عمرؓ و حضرت ابوبکرؓ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنا قدر نزدیک تھے جس قدر اب قریب ہیں

مسند امام احمد مسندات ذی الیدین جلد چہارم میں مروی ہے کہ:

"حَدَّثَنِیْ اَبُوْ مَعْمَرٍ عَنْ اِبْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ فَقَالَ مَا کَانَ مَنْزِلَۃُ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مَنْزِلَتُھُمَا السَّاعَۃَ۔"

(۱)۔ مسند امام احمدؒ ج ۴ مسندات ذی الیدین طبع مصر معہ منتخب کنز۔

(۲)۔ سیرت عمرؓ بن الخطاب لابن الجوزی ص ۳۲-۳۳ و ص ۲۱۶ طبع مصر۔

(۳) تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی، ج ۷، ص ۳۰۶۔ تذکرہ علی بن الحسینؓ۔

(۴۴) — "تاریخ الخلفاء سیوطی ص۴۲ مطبع مجتبائی دہلی فصل
فی الاحادیث الواردۃ فی فضلہ (الصدّیق)
متفردًا بعمر سوٰی ما تقدم۔

حاصل یہ ہے کہ :
" ایک شخص نے زین العابدینؒ (علیؓ بن الحسینؓ) کے پاس حاضر ہو کر کہا
کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم سے کیا قرب حاصل تھا؟ تو زین
العابدین نے فرمایا کہ جو نزدیکی اور قُرب ان کی قبروں کو حاصل ہے بحالت
حیات ان کو یہی تقرّب نصیب تھا "

حضرت عمرؓ کی فضیلت کا اعتراف اور اُن پر طعن کرنے والوں کا رَدّ

اہلِ علم کی اِطّلاع کے لیے عرض ہے کہ "حلیۃ الاولیاء" ابونعیم اصفہانی جلد ثالث
تذکرہ زین العابدین میں زین العابدین سے ایک مفصّل روایت مروی ہے اس میں
انہوں نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے حق میں عراقی معترضین و طاعنین
کا قرآنی آیات سے استدلال کر کے خوب رَدّ کیا ہے اور اس بات کی شہادت
اور گواہی دی ہے کہ تم ایسے مسلمانوں میں سے ہرگز نہیں ہو جن کے حق میں قرآن مجید
تعلیم دیتا ہے کہ خدا سے ان کی مغفرت طلب کی جائے۔ (رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ
لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ الخ)
آخر کلام میں ان کے لیے بددُعا کی اور اپنے ہاں سے نکل جانے کا حکم دیا"
(قَالَ اُخْرُجُوْا فَعَلَ اللّٰہُ بِکُمْ)۔

(حلیۃ الاولیاء، جلد ثالث، تذکرہ (علی بن الحسین
ج ۳ ص ۱۳۷ - طبع مصر)

اور حافظ ابن کثیرؒ نے زبیر بن بکار کے حوالہ سے عراقی معترضین کے حق میں زین العابدین کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

"فَقُوْمُوْا عَنِّیْ لَا بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکُمْ وَلَا قَرَّبَ دُوْرَکُمْ۔ اَنْتُمْ مُسْتَهْزِئُوْنَ بِالْاِسْلَامِ وَلَسْتُمْ مِنْ اَهْلِهٖ"

"یعنی زین العابدین نے عراقی طاعنین کو حکم دیا کہ ہمارے ہاں سے اُٹھ جاؤ، اللہ تم میں برکت نہ دیں اور تمہارے گھر رحمت کے قریب نہ ہوں۔ تم اسلام کے ساتھ مسخری کرتے ہو اور تم اہلِ اسلام سے نہیں ہو۔"

(البدایہ، جلد ۹ ص ۱۰۷ تحت تذکرہ علی بن الحسین)

(۲)

اس کے بعد زین العابدینؒ کے حقیقی لڑکے اور محمد باقرؒ کے حقیقی بھائی امام زید بن زین العابدین کا بیان لکھا جاتا ہے:

(۱) - عَنْ زَيْدٍ اِنَّ عَلِيًّا كَانَ يُشْبِهُهٗ بِعُمَرَ فِي السِّيْرَةِ"

(ریاض النضرہ، ج ۲، ص ۸۵ - فصل فی ما رواہ علیؓ فی فضل عمرؓ۔

"یعنی یقیناً حضرت علیؓ کی سیرت و عملی زندگی حضرت عمرؓ کے ساتھ مشابہ تھی اور ان دونوں حضرات کا ایک کردار اور ایک عمل تھا۔"

اسی وجہ سے حضرت زیدؒ مذکور فرمایا کرتے تھے کہ اَلْبَرَاءَةُ مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ بَرَاءَةٌ مِنْ عَلِيٍّ"

"ابوبکرؓ و عمرؓ سے تبرّی و برأت کرنا بعینہٖ علی بن ابی طالب سے

بیزاری اختیار کرنا ہے۔"

(۱) سیرۃ عمر بن الخطاب لابن الجوزی ص ۳۲-۳۳
طبع مصری۔

(۲) ریاض النضرہ، ص ۵۸، جلد اوّل۔

(۲) ـــــ حضرت عمرؓ کے حق میں حضرت زیدؒ کی عقیدت مندی اور ان کی دیانت داری وراست عملی کا اقرار و اعتراف کرنا اب شیعہ کی معتبر کتابوں سے ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ مضمون ہذا مسلم الطرفین ہو جائے۔ اور قبل ازیں یہ مضامین ذرا تفصیل سے ہم حصّہ صدیقی کے آخری باب پنجم میں درج کر چکے ہیں۔

ـــــ سیّد جمال الدین ابن عنبہ شیعی نے کتاب "عمدۃ الطالب" میں تحت اخبار زید شہید کے لکھا ہے:

. . . . وَكَانَ اَصْحَابُ زَيْدٍ لَمَّا خَرَجَ سَأَلُوْهُ مَا تَقُوْلُ فِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ؟ فَقَالَ مَا اَقُوْلُ فِيْهِمَا اِلَّا الْخَيْرَ وَمَا سَمِعْتُ مِنْ اَهْلِيْ فِيْهِمَا اِلَّا الْخَيْرَ فَقَالُوْا لَسْتَ بِصَاحِبِنَا . . . .
. . . . وَتَفَرَّقُوْا عَنْهُ فَقَالَ رَفَضُوْنَا الْقَوْمُ فَسُمُّوا الرَّافِضَةَ"

حاصل یہ ہے کہ حضرت زید نے جب (خلیفۂ وقت) کے خلاف خروج کیا اس وقت زید کے ساتھیوں نے ان سے سوال کیا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ زید فرمانے لگے کہ میں ان دونوں کے حق میں کلمہ خیر ہی کہتا ہوں اور اپنے خاندانی بزرگوں سے بھی ان کے بارہ میں میں نے کلمہ خیر ہی سنا ہے۔ یہ جواب سُنکر وہ کہنے لگے کہ آپ ہمارے خلیفہ و امیر نہیں ہیں۔ زید سے یہ لوگ متفرق ہو گئے اور ساتھ چھوڑ دیا۔ زید کہنے لگے

کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے، پس ان کا نام رَفضہ و رافضی رکھا گیا۔
(جماعت کو چھوڑ دینے والے)۔"

____ ایرانی بادشاہ جاہ قاچار کے وزیر اعظم مرزا تقی لسان الملک نے اپنی مشہور تصنیف ناسخ التواریخ جلد دوم میں اس واقعہ کو مندرجہ ذیل عبارت میں پیش کیا ہے:

.... "کہ طائفہ از معارف کوفہ با زید بیعت کردہ بودند، در خدمتش حضور یافتہ گفتند رحمک اللہ در حق ابی بکرؓ و عمرؓ چہ گوئی؟ فرمود در بارۂ ایشان جز بخیر سخن نکنم و از اہل خود نیز در حق ایشاں جز سخن خیر نشنیدہ ام .....
...... بالجملہ زید فرمود ایشاں بر کسے ظلم و ستم نراندند و بکتاب و سُنّتِ رسُول کار کردند۔"

(ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۵۹۰ - طبع ایران - قدیم طبع)

"یعنی کوفہ کے مشہور لوگوں کی ایک جماعت (جس نے حضرت زیدؓ کے ساتھ بیعت کی ہوئی تھی) زید کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں آپ کیا خیال رکھتے ہیں؟ زید بن امام زین العابدینؓ نے فرمایا کہ مَیں ان دونوں کے حق میں کلمۂ خیر اور بہتر بات کے سوا کوئی قول نہیں کرتا۔ اور مَیں نے اپنے خاندان (اہلِ بیت) سے بھی ان دونوں کے بارہ میں کلمۂ خیر کے بغیر کچھ نہیں سنا۔"
(مطلب یہ ہے کہ تمام خاندانی بزرگ شیخین کے متعلق اچھا گمان رکھتے تھے) اور فرمایا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نے کسی ایک شخص پر ظلم و ستم روا نہیں رکھا تھا اور کتاب اللہ و سنتِ رسُول اللہ پر کاربند تھے۔"

فصل سوم

اس فصل میں سیّدنا محمد باقرؒ کے فرمودات جو حضرت عمر فاروق رضؓ کے بارے میں مروی ہیں وہ یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ قبل ازیں صدیقی حصّہ کے باب پنجم میں بھی ذرا تفصیل سے درج کیے جا چکے ہیں۔ یہاں دوبارہ نقل کیے ہیں تاکہ جس دوست کے سامنے حصّہ صدیقی نہیں گزرا وہ بھی ائمہ اہلِ بیت کے فرامین سے ناواقف و ناآشنا نہ رہے، بلکہ ان سے مستفید ہو سکے۔

(۱)

جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کی فضیلت نہیں پہچانتا وہ سُنّتِ نبوی سے جاہل ہے

"۔۔۔۔ حدثنا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن ابی جعفرٍ محمدِ بن علیٍ قال مَنْ لَمْ یَعْرِفْ فَضْلَ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُمَا فَقَدْ جَہِلَ السُّنَّۃَ "

(۱) حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، ج ۳ ص ۱۸۵ تذکرہ محمد باقرؒ۔

(۲) ریاض النضرہ، ج ۱ ص ۵۷۔ بحوالہ ابن السمان الباب الخامس)

یعنی حضرت باقرؒ فرماتے ہیں کہ

"جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کی فضیلت کی شناخت نہیں رکھتا اور ان کے مرتبہ کو نہیں پہچانتا وہ سُنّتِ نبوی سے جاہل ہے"۔

(۲)

سیدنا محمد باقرؒ سیدنا ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں بزرگوں کے ساتھ محبت و دوستی رکھتے تھے اور ان کے حق میں استغفار کرتے تھے

"۔۔۔۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ۔۔۔۔ أَكَانَ مِنْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ أَحَدٌ يَسُبُّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ قَالَ لَا فَأَحِبَّهُمَا وَ أَتَوَلَّاهُمَا وَ أَسْتَغْفِرُ لَهُمَا"

(طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۲۳۶ تذکرہ محمد باقر طبع لیدن یورپ)

حاصل یہ ہے کہ جابر کہتا ہے کہ میں نے محمد باقر کو کہا کہ ۔۔۔۔ تم اہل بیت میں کوئی شخص ایسا گزرا ہے جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو سبّ و شتم کرتا ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں! میں تو ان دونوں حضرات کو دوست رکھتا ہوں اور ان سے موالات اور محبت رکھتا ہوں اور ان کے حق میں استغفار کرتا ہوں۔"

(۳)

جو لوگ شیخین (ابوبکر الصدیقؓ و عمر فاروقؓ) سے بیزاری و تبرّی اختیار کریں ان سے امام باقرؒ بیزار ہیں

(۱) ــ حَدَّثَنِيْ شُعْبَةُ الْخَيَّاطُ مَوْلَى جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ قَالَ قَالَ لِيْ أَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ لَمَّا وَدَّعْتُهُ أَبْلِغْ أَهْلَ الْكُوْفَةِ إِنِّيْ بَرِيْءٌ مِمَّنْ تَبَرَّأَ

مِنْ اَبِی بَکْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَ اَرْضَاھُمَا "

(۱) ۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۳ ص ۱۸۵ تذکرہ محمد باقرؒ

(۲) ۔ ریاض النضرۃ ۔ ج ۱ ص ۵۸ ۔ الباب الخامس

یعنی شعبہ خیاط کہتا ہے کہ جب مَیں محمد باقرؒ کو رخصت کرنے گیا تو آپ نے (مجھے بطورِ وصیّت) فرمایا کہ میری طرف سے اہلِ کوفہ کو پیغام دے دو کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ سے بیزاری کرتا ہے مَیں اس سے بَری ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہوں اور ان کو راضی رکھیں "

(۲) ـــــــ ۔ ۔ ۔ ۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شِمْرٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ یَا جَابِرُ بَلَغَنِیْ اَنَّ قَوْمًا بِالْعِرَاقِ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ یُحِبُّوْنَنَا وَ یَتَنَاوَلُوْنَ اَبَابَکْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا وَ یَزْعُمُوْنَ اَنِّیْ اَمَرْتُھُمْ بِذٰالِکَ فَاَبْلِغْھُمْ اِنِّیْ اِلَی اللّٰہِ مِنْھُمْ بَرِیْءٌ وَّ الَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ وُلِّیْتُ لَتَقَرَّبْتُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِدِمَائِھِمْ لَا نَالَتْنِیْ شَفَاعَۃُ مُحَمَّدٍ اِنْ لَّمْ اَکُنْ اَسْتَغْفِرُ لَھُمَا وَ اَتَرَحَّمُ عَلَیْھِمَا اَنَّ اَعْدَاءَ اللّٰہِ لَغَافِلُوْنَ عَنْہُمَا "

(۱) ــــ حلیۃ الاولیاء اصفہانی ۔ ج ۳ ص ۱۸۵ تذکرہ امام باقرؒ

(۲) ــــ ریاض النضرہ ، ج ۱ ص ۵۸ ۔ الباب الخامس ۔

حاصل یہ ہے کہ حضرتِ محمد باقرؒ نے فرمایا کہ اَے جابر مجھے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عراق میں ایک قوم ہے وہ لوگ ہماری محبت اور دوستی کے دعویدار ہیں اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق کمی بیشی (اور طعن تشنیع) کرتے ہیں ۔ (مزید برآں یہ کہتے ہیں کہ مَیں نے ان کو اس چیز کا امر کیا ہے (میری جانب سے) ان کو اطلاع کر دو کہ اللہ تعالیٰ گواہ و شاہد ہے کہ مَیں ان سے بَری و بیزار

ہوں۔ جس ذات کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم ہے کہ اگر مجھے اس قوم پر حکومت حاصل ہو جائے تو ان کی خون ریزی و قتل کر کے اس کے ہاں تقرب و نزدیکی حاصل کروں۔ مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہی نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے لیے استغفار نہ کروں اور ان کے حق میں ترحّم و دُعا کے کلمات نہ کہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں (کے مقام) سے غافل ہیں۔"

(۳) ــــ وَاَخْرَجَ الدَّارُقُطْنِي عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ سَأَلَ اَبَا جَعْفَرِ الْبَاقِرَ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَتَرَحَّمَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ لَهُ اَبُوْحَنِيْفَةَ اِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ عِنْدَنَا بِالْعِرَاقِ اِنَّكَ تَبَرَّأُ مِنْهُمَا فَقَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ كَذَبُوْا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ثُمَّ ذَكَرَ لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ تَزْوِيْجَ عَلِيٍّ بِنْتَهُ اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ فَاطِمَةَ مِنْ عُمَرَ وَاَنَّهُ لَوْلَمْ يَكُنْ لَهَا اَهْلًا مَا زَوَّجَهُ اِيَّاهَا فَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ لَوْكَتَبْتَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ لَا يُطِيْعُوْنِيْ بِالْكِتَابِ"

(الصواعق المحرقہ، ص ۲۸۔ الفصل الخامس فی ذکر الشبہات الشیعیہ تحت الشبہۃ الحادیۃ عشرۃ، ص ۲۸، طبع مصر طبع مع تطہیر الجنان
ـــ المناقب لامام الاعظم للموفق بن احمد المکی ج ۲ ص ۱۶۵
ـــ المناقب الکردی ص ۱۱۰ ج ۲ طبع دکن۔

یعنی دارقطنی نے امام ابوحنیفہؒ سے تخریج کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو ابوجعفر امام محمد باقرؒ سے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے دریافت کیا تو انہوں نے حضرت صدیقؓ و حضرت فاروق اعظمؓ پر ترحّم کے کلماتِ دعائیہ ارشاد فرمائے۔ یہ سُنکر ابوحنیفہ نے محمد باقرؒ کو کہا کہ ہمارے ہاں عراق میں لوگ کہتے ہیں کہ آپ ابوبکرؓ و عمرؓ سے تبرّی و بیزاری

کیا کرتے ہیں۔ محمد باقرؒ نے کہا کہ معاذاللہ (اللہ کی پناہ) ربِّ کعبہ کی قسم انہوں نے یہ سب جھوٹ اور دروغ کہا۔ پھر سیّدنا باقرؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے سامنے تزویج اُمِّ کلثوم کے ساتھ استدلال پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر عمرؓ بن الخطاب اِس چیز کے اہل نہ ہوتے تو ان کو حضرت علیؓ اپنی دختر اُمِّ کلثوم کا نکاح نہ کر دیتے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ آپ یہ چیز اہلِ عراق کو لکھ کر ارسال کریں تو بہتر ہو گا آپ نے فرمایا وہ میری تحریر کو تسلیم نہیں کرتے۔"

(۴)۔ اسی مضمون کی ایک روایت ابنِ جریر طبری نے کثیر النوا کے ذریعہ امام باقرؒ سے نقل کی ہے۔ اس میں محمد باقرؒ نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے تبرّی و بیزاری کرنے کو ضلالت و گمراہی قرار دیا ہے اور ان حضرات کے ساتھ تولّی و محبت رکھنے کی تلقین کی ہے۔

(۱) تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱۴ ص ۲۶ معہ میمنا پوری تحت الآیہ واخوانا علیٰ سُرُرٍ متقابلین۔

(۲)۔ تفسیر ابن کثیر تحت آیت مذکورہ، ج ۲۔ ص ۵۵۳ طبع مصر۔

(۴)

اراضی کو ثُلث و رُبع پر کاشت کے لیے دینے کا مسئلہ

سیّدنا محمد باقر رضی اللہ عنہ نے زمین کو حصہ سوم و حصہ چہارم پر مزارعت کے لیے دینے کے جواز کی خاطر استدلال قائم کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ یَقُوْلُ آلُ اَبِیْ بَکْرٍؓ وَ آلُ عُمَرَؓ وَ آلُ عَلِیٍّؓ

يَدْفَعُوْنَ اَرْضَهُمْ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ "

(المصنف لعبدالرزاق، ج ۸ص ۱۰۱-باب المزارعۃ علی الثلث والربع)

"یعنی آل ابی بکرؓ اور آلِ عمرؓ اور آل علیؓ اپنی اپنی اراضی آمدن کے

ثلث اور ربع پر مزارعین کو دیا کرتے تھے۔

حضرت محمد باقر کے استدلال سے واضح ہو گیا کہ ان بزرگوں کا دین و مذہب ایک تھا۔ الگ الگ مذہب نہ تھا۔ مسائل میں ایک دوسرے کے افعال کو دلیل بناتے اور اعمال کو استدلال میں پیش رکھتے تھے جو ان کے باہمی اخلاص اور دوستی اور دینی اعتماد کا بیّن ثبوت ہے۔

(۵)

امام محمد باقرؒ کے اقوال و فرامین کے آخر میں ان کا قول پیش کیا جاتا ہے جو شیعہ علماءٗ اور اہل السنۃ علماء دونوں نے نقل کیا ہے۔ کثیر النواء کے ذریعہ منقول ہے۔ کثیر النواء کا خلوص تشیّع محتاج دلیل نہیں ہے۔ امام کے اس فرمان سے بہت سے فوائد حاصل ہو رہے ہیں ان میں سے چند ایک بصورتِ عنوان یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے حبہ برابر بھی اہل بیت کے حقوق ضائع نہیں کیے۔

(۲) دونوں عالم میں دوستی و تولّی کے مستحق ہیں۔

(۳) مُغیرہ اور بنّان نے ائمہ کرام پر جھوٹ و کذب تجویز کر کے مسلمانوں میں نشر کر دیئے۔

_____ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ (الجوهري) . . . . قَالَ يَحْيَى بْنُ الْمُتَوَكِّلِ اَبُوْ عَقِيْلٍ كَثِيْرُ النَّوَّاءِ قُلْتُ لِاَبِيْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ جَعَلَنِيَ اللهُ فِدَاكَ

اَرَاَیْتَ اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ هَلْ ظَلَمَاکُمْ مِنْ حَقِّکُمْ شَیْئًا اَوْقَالَ ذَهَبَا بِهٖ مِنْ حَقِّکُمْ فَقَالَ لَا! وَالَّذِیْ اَنْزَلَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا مَاظَلَمَانَا مِنْ حَقِّنَا مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاکَ اَفَاَتَوَلَّاهُمَا قَالَ نَعَمْ وَیْحَکَ تَوَلَّهُمَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا اَصَابَکَ فَفِیْ عُنُقِیْ ثُمَّ قَالَ فَعَلَ اللّٰهُ بِالْمُغِیْرَةِ وَبَنَّانَ فَاِنَّهُمَا کَذَبَا عَلَیْنَا اَهْلَ الْبَیْتِ"

(۱)۔ وفاء الوفاء باخبار دار المصطفٰے از علامہ نور الدین السمہودی
ج ۳ ص ۱۰۰۱۔ فصل فی صدقاتہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔

(۲)۔ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید المعتزلی الشیعی۔ طبع
بیروت شام، ج ۴ ص ۱۱۳۔ بحث فدک الفصل الاوّل۔

حاصل یہ ہے کہ:

"کثیر النواء کہتا ہے کہ میں نے امام باقرؒ سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں کیا ابوبکرؓ و عمرؓ بن الخطاب نے تمہارے حقوق میں ظلم و ستم روا رکھا تھا؟ یا تمہارے حق کو برباد اور ضائع کر دیا تھا؟ امام نے جواب دیا کہ بالکل نہیں! اس ذات کی قسم جس نے تمام عالم کے نذیر پر اپنا قرآن مجید نازل فرمایا۔ ان دونوں (بزرگوں نے) ہمارے حقوق سے ایک دانہ کے برابر بھی ضائع نہیں کیا اور ظلم نہیں کیا۔

کثیر کہتا ہے پھر میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ہوں ان دونوں کے ساتھ تولّی اور دوستی رکھوں؟ سیّدنا محمد باقرؒ نے فرمایا کہ ان سے تجھے دنیا و آخرت دونوں عالم میں دوستی رکھنی چاہیے! اور (بالفرض) کوئی وبال پیش آئے تو وہ میری گردن پر ہوگا۔

پھر فرمایا کہ مغیرہ بن سعید اور بنان کے ساتھ اللہ تعالیٰ وہی معاملہ فرمائے جس کے وہ اہل ہیں ان دونوں نے ہم اہلِ بیت پر جھوٹ، کذب وافتراء و دروغ بنا بنا کر پھیلا دیے اور ہماری طرف منسوب کر دیئے۔"

محمد باقر کا یہ فرمان جس کو شیعہ و سنّی علماء نقل کر رہے ہیں بڑا وزنی ہے اور بنظر توجہ کا مستحق ہے۔ ناظرین کرام اس کو بار بار ملاحظہ فرما کر صحیح رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

فصل چہارم

اِس فصل میں حضرت جعفر صادقؒ کے وہ اقوال درج کیے جاتے ہیں جن میں حضرت ابوبکر الصدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ کی عظمت اور فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔ قبل ازیں حصّہ صدیقی باب پنجم میں یہ مضمون مفصّل گذر چکا ہے یہاں مختصراً تحریر ہے۔

(۱)

جو شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے ساتھ تولّی و دوستی نہ کرے اس کو شفاعۃ نبوی نصیب نہ ہو

. . . عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِیْ حَفْصَۃَ قَالَ قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَبُوْبَکْرٍ جَدِّیْ اَفَیَسُبُّ الرَّجُلُ جَدَّہٗ لَا نَالَتْنِیْ شَفَاعَۃُ مُحَمَّدٍ اِنْ لَمْ اَکُنْ اَتَوَلَّاھُمَا وَاَبْرَأُ مِنْ عَدُوِّھِمَا "

(۱) (سیرت عمرؓ بن الخطاب لابن جوزی ص ۳۲ طبع مصری)

(۲) کتاب السنۃ لامام احمدؒ - ص ۱۹۷ - طبع مکہ مکرمہ)

یعنی سالم کہتا ہے کہ سیّدنا جعفر صادق نے فرمایا کہ ابوبکرؓ میرے (جد اور نانا ہیں) کوئی شخص اپنے آباواجداد کو گالی دیتا ہے؟ نبی اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت ہی مجھے نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکرؓ و عمرؓ سے تولّی اور دوستی نہ رکھوں اور میں اُن کے دشمن سے بیزاری اختیار نہ کروں "

(۲)

حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ امام عادل تھے حق پر تھے تا زیست حق پر قائم رہے قیامت میں ان پر اللہ کی رحمت ہو

. . . . فَقَالَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَا تَقُوْلُ

فِی حَقِّ اَبِی بَکْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ ھُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَیْہِ فَعَلَیْہِمَا رَحْمَۃُ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ "

(کتاب" احقاق الحق" قاضی نور اللہ شوستری شیعی، ج اص ۱۶ طبع مصر قدیم ۔ وص ۰، جلد اول طبع جدید طہرانی معہ تعلیقات نجفی)

حاصل یہ ہے کہ :

" ایک شخص نے جعفر صادق سے ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق سوال کیا تو امام موصوف نے جواباً فرمایا کہ یہ دونوں بزرگ (تمام اہلِ اسلام) کے امام تھے عدل و انصاف کرنے والے تھے، حق بات پر قائم رہے، حق پر ہی ان کا خاتمہ ہوا۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرماتے "

(۳)

حضرت جعفر صادقؒ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ تولّی و دوستی رکھتے تھے، ان کی قبر پر جا کر سلام مسنون کہتے تھے۔

—— وَالْمَرْوِیُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ اِنَّہٗ کَانَ یَتَوَلَّاھُمَا وَیَاْتِی الْقَبْرَ فَیُسَلِّمُ عَلَیْہِمَا مَعَ تَسْلِیْمِہٖ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "

(۱) —— کتاب الشافی، ص ۲۳۸ طبع قدیم مع تلخیص الشافی از سیّد مرتضیٰ الشیعی۔

(۲) —— شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید الشیعی، ج ۴ ص ۱۴۰۔ بحث فدک ۔ الفصل الثالث۔

مطلب یہ ہے کہ جعفر صادقؒ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ دوستی اور مودّت رکھتے تھے جس وقت سیّدالاوّلین والآخرین نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی قبر شریف پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوتے تو ابوبکر الصدیق اور عمرؓ بن الخطاب کی قبور پر بھی سلام و تسلیم کہتے تھے۔"

—— اہلِ علم پر واضح رہے کہ صاحب الشافی سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ اس چیز کا کوئی معقول جواب نہیں پیش کر سکے۔ آخر الحیل وہی دیرینہ نسخہ استعمال فرمایا ہے کہ امام سے یہ کلام بطور تقیّہ کے صادر ہوا ہے۔"

فصل پنجم

——— یہ اس باب کا آخری فصل ہے اس میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد میں اپنے بیٹوں کا نام عُمر تجویز کیا ہے۔ امام حسنؓ کی اولاد میں ان کے ایک لڑکے کا نام عُمر موجود ہے۔ امام حسینؓ کے صاحبزادوں میں شیعہ علماء نے ایک کا نام عُمر تحریر کیا ہے۔ اسی طرح زین العابدین نے اپنے ایک لڑکے کا نام عُمر رکھا ہے۔

——— حضرت عُمرؓ کا مبارک نام حضرت علی المرتضیٰؓ کی اولاد شریف میں نسلاً بعد نسلٍ جاری رہنا کوئی اتفاقیہ امر نہیں اور نہ ہی کوئی وقتی واقعہ ہے یہ ایک حقیقتِ صحیحہ ہے جو ان ائمہ کرام کے درمیان ہمیشہ جاری رہی۔

اس چیز نے ثابت کر دیا کہ سیّدنا حضرت علیؓ اور سیّدنا حضرت فاروق اعظمؓ کے درمیان مودّت تھی، محبّت تھی، دوستی تھی، یگانگت تھی۔ ان حضرات کے درمیان کسی قسم کی مذہبی یا سیاسی کوئی دشمنی نہ تھی، نفرت نہ تھی، مخالفت نہ تھی، معاندت نہ تھی۔

اس مسئلہ کے لیے مندرجہ واقعات مضبوط دلیل کی حیثیّت رکھتے ہیں۔

اب شیعہ بزرگوں کی معتبر کتابوں سے حوالہ جات بلفظہٖ نقل کر کے پیش کیے جاتے ہیں۔

یہ مضمون حصّہ صدیقی کے آخری باب پنجم کے فصل ہفتم میں ذرا مفصّل بیان کیا جا چکا ہے اور سُنّی و شیعہ دونوں جانب کی کتب سے بیان ہُوا۔ اب یہاں یہ مسئلہ مختصراً صرف شیعی کتابوں سے نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱)

حضرت عمرؓ بن الخطّاب کا مبارک نام
حضرت علی المرتضیٰؓ کے صاحبزادوں میں

اوّل:

— مشہور شیعہ مؤرخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب المتوفّی ۲۵۸ھ یا ۲۵۹ھ نے اپنی تاریخ یعقوبی میں حضرت علیؓ کی ذکور اولاد یعنی صاحبزادے شمار کرتے ہوئے گیارھویں نمبر پر عمر بن علیؓ کا ذکر کیا ہے۔ عبارت ذیل ہے:

"...... وَكَانَ لَهُ مِنَ الْوَلَدِ الذُّكُوْرِ اَرْبَعَةَ عَشَرَ ذَكَرًا الْحَسَن وَالْحُسَين وَمُحَسِّن مَاتَ صَغِيْرًا اُمُّهُمْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ص) .... وَعُمَرُ اُمُّهُ اُمُّ حَبِيْبٍ بِنْتُ رَبِيْعَةَ الْبَكْرِيَّةِ .... الخ"

(تاریخ یعقوبی، ج ۲ ص ۲۱۳۔ تحت حالاتِ علی المرتضیٰ، طبع جدید بیروت)

دوم:

شیعہ کے مسلّم مجتہد علامہ الشیخ المفید (محمد بن محمد بن النعمان) متوفی ۴۱۳ھ نے اپنی معتبر تالیف "الارشاد" باب ذکر اولاد امیر المومنین علیہ السلام میں حضرت علی المرتضیٰ کی مذکر و مؤنث اولاد ستائیس عدد نام بنام درج کی ہے۔ الحسن والحسین ..... اور چھٹے و ساتویں نمبر پر عمر اور اس کی بہن رقیہ کو جو اس کی توام ہے (یعنی جڑویں جنی ہی ہے) لکھا ہے وعمر و رقیۃ کانا توامین ... الخ"

(ارشاد شیخ مفید، ص ۱۶۷-۱۶۸ - طبع جدید طہرانی - باب
ذکر اولاد علی علیہ السلام -

سوم:

شیعہ کے مشہور و معروف منقبت گو و تراجم نویس فاضل علی بن عیسٰی اربلی نے اپنی کتاب "کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ" (جو ۶۸۷ھ کی تصنیف ہے) میں حضرت علیؓ کی اولاد شریف کے ذکر میں چودہ۱۴ عدد صاحبزادے اور انیس۱۹ عدد لڑکیاں تحریر کی ہیں وہاں شمار میں تیرھویں نمبر پر عمر بن علیؓ کا نام لکھا ہے۔ عبارت ذیل ہے :-

"۔۔۔۔۔ الذکور الحسنؑ والحسینؑ ومحمدؑ الاکبر - عبیدؑ اللہ
و ابوؑ بکر والعباسؑ وعثمانؑ وجعفرؑ وعبدؑ اللہ ومحمدؑ الاصغر و
یحییٰؑ وعونؑ وعمرؑ ومحمدؑ الاوسط علیہم السلام "

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، جلد اول ص ۵۹۰
مع ترجمۃ المناقب فارسی، طبع جدید تبریز طہران)

چہارم :-

سید جمال الدین احمد بن علی المعروف ابن عنبہ متوفی ۸۲۸ھ نے اپنی تصنیف عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب الفصل الخامس میں تحریر کیا ہے ۔۔۔۔۔

"ذَکَرَ عَقَبَ عُمَرَ الْاَطْرَفِ بنِ امیرالمؤمنین علیہ السلام
اُمُّہٗ الصَّہْبَاءُ التَّغْلَبِیَّۃُ ۔۔۔۔ مِنْ سَبْیِ الْیَمَامَۃِ ۔۔۔ الخ

(عمدۃ الطالب، ص ۳۶۱ - الفصل الخامس مطبوعہ
نجف اشرف عراق - طبع جدید، مطبع حیدریہ)

پنجم:

گیارھویں صدی کے مشہور مجتہد ملا باقر مجلسی (متوفی سنہ ۱۱۱۱ھ) نے اپنی معتبر کتاب

جلاء العیون" فارسی باب عدد شہداء اہل البیت (جو عاشورا کے روز شہید ہوئے تھے) میں لکھا ہے کہ :-

"نو نفر از فرزندان امیر المومنین - حضرت سید الشہدا، و عباس و پسر او محمد و عمر و عثمان و جعفر و ابراہیم و عبداللہ اصغر و محمد اصغر پسران امیر المومنین علیہ السلام - الخ

(جلاء العیون، ص ۴۶۴-۴۶۵ فارسی ملا باقر، تحت ذکر شہداء کربلا از اولاد امیر المومنین، طبع تہران، سن طباعت ۱۳۲۴ھ)

ششم:

کتاب منتہی الآمال از علامہ شیخ عباس القمی شیعی مجتہد صدی چہاردہم (فصل ششم میں امیر المومنین علیؓ کی اولاد کی تفصیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"... . عمر و رقیہ کبریٰ ست کہ ہر دو تن توأم از ما در متولد شدند و مادر ایشاں امّ حبیب دختر ربیعہ است ... الخ

(اہل علم پر واضح رہے کہ اسی امّ حبیب کو الصہباء التغلبیہ بھی کہتے ہیں)۔
(منتہی الآمال ص ۱۹۲-۱۸۷، ج اخیر تحت فصل مذکور)

ہفتم:

شیخ عباس قمی شیعی چودھویں صدی کے مجتہد مذکور نے اپنی کتاب "تحفۃ الاحباب" میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس صاحبزادہ کا تذکرہ لکھا ہے :

"عمر بن علی بن ابی طالب (ع) - کنیت اش ابوالقاسم ما درش صہباء است و با رقیہ توأم بدنیا آمدہ و آنجناب بفصاحتِ زبان و سماحتِ طبع معروف بود . . . . و او آخر کس ست از پسرانِ

امیرالمومنینؑ کہ وفات کردہ ... الخ

(تحفۃ الاحباب ۲۵۱-۲۵۲ تحت عمر بن علی)

تمام مندرجہ حوالہ جات کا خلاصہ و حاصل یہ ہے کہ

(۱)—— حضرت علی المرتضیٰؓ کے ایک صاحبزادہ کا نام عمر ہے۔

(۲)—— اس کی کنیت ابوالقاسم ہے اور اس کا لقب الاطرف ہے۔

(۳)—— یہ اپنی حقیقی بہن رقیہ بنت علی المرتضیٰ کے ساتھ توأم (یعنی جڑواں) پیدا ہُوا تھا۔

(۴)—— ان دونوں (عمر و رقیہ) کی ماں کا نام الصہباء التغلبیہ البکریہ ہے جو صدیقی خلافت میں قبیلہ بنی تغلب کے قیدیوں میں قید ہو کر آئی تھی۔ اس کی کنیت اُمِّ حبیب بنتِ ربیعہ ہے۔ (یہ سیدنا صدیق اکبر کا حضرت علیؓ کو عطیہ تھا۔

(۵)—— صاحبزادہ عمر بن علی بڑا فصیح اللسان اور طبعاً سخی مرد تھا۔

(۶)—— حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خداؓ کے صاحبزادوں میں سب سے آخر میں اس کی وفات ہُوئی۔

(۲)

حضرت عمر فاروقؓ کا نام امام حسن مجتبیٰ کی اولاد میں ——

اوّل :-

—— شیعہ کے مُعتبر مؤرخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر نے اپنی تاریخ یعقوبی میں امام حسنؓ کی اولاد کے ذکر کے تحت لکھا ہے کہ امام حَسَن کے آٹھ عدد لڑکے تھے اور تیسرے لڑکے کا نام عُمر ہے۔

عبارت یعقوبی یہ ہے۔

—— وکان للحسن من الولد ثمانیۃ ذکورٍ وھم الحسنؑ بن الحسن

والمثنىٰ) وامّہ خولة بنت منظور الفزارية - وزیدؒ بن الحسن و امّہ
ام بشر بنت ابی مسعود الانصاری الخزرجی - وعمرؒ والقاسمؒ و
ابوبکرؒ وعبدؒ الرحمٰن لامهات اولاد شتیٰ وطلحةؒ وعبیدؒ اللہ ؒ"

(تاریخ یعقوبی جلد ثانی، ص ۲۲۸ - طبع جدید بیروت
ذکر اولاد امام حسن بن علی بن ابی طالب)

دوم

شیخ مفید نے اور اسی طرح شیعہ فاضل اربلی نے کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ میں امام حسن مجتبیٰ کی اولاد کے تذکرہ میں حضرت حسن (مثنیٰ) بن امام حسن کے حالات کے لیے الگ فصل قائم کیا ہے وہاں امام حسن کے فرزندوں میں عمر بن الحسن درج کیا ہے - اور ابوبکر بن الحسن کا نام بھی لکھا ہے "

(۱) ارشاد شیخ مفید ص ۱۷۶، باب ذکر ولد الحسن بن علی علیہم السلام -
(۲) کشف الغمہ، ج ۲، ص ۱۵۸ - طبع تبریزی ایرانی -
بمع ترجمۃ المناقب فارسی -

سوم

اور سید جمال الدین ابن عنبہ شیعی بزرگ نے اپنی کتاب عمدۃ الطالب میں امام حسنؓ کی اولاد میں زیدؒ - حسنؒ مثنیٰؒ - عبدؒ اللہ (اس کی کنیت ابوبکر ہے) - وعمرؒ وغیرہ ذکر کیے ہیں "

(عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، ص ۸۱
بیان اولاد امام حسنؓ - طبع مطبع حیدریہ نجف اشرف عراق)

چہارم

شیعوں کے مسلّم مجتہد ملّا باقر مجلسی نے جلاء العیونؒ میں اہل بیت کے شہداء کربلا

کی تعداد ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

"۔۔۔ وچہار نفر از فرزندانِ امام حسن ابوبکرؓ و عبداللہؓ و قاسمؓ و بشرؓ و بعضی بجائے بشر عمر گفتہ اند۔

واز فرزندانِ امام حسینؓ آنچہ مشہور ست علی اکبر و عبداللہ کہ در کنار حضرت شہید شد و بعضی ابراہیم و محمد و حمزہ و علی دیگر و جعفر و عمر و زید گفتہ اند"

(کتاب "جلاء العیون" فارسی ملا باقر مجلسی، ص ۴۶۴-۴۶۵ باب دربیان عدد شہداء اہل البیت کہ در روز عاشورہ شہید شدند)

پنجم

شیخ عباس قمی مجتہد صدی چہاردہم نے اپنی مشہور کتاب منتہی الآمال باب چہارم، فصل ششم امام حسن کی اولاد کے ذکر میں درج کیا ہے کہ

"۔۔۔۔ عمر بن الحسن و دو برادر اعیانی او قاسم و عبداللہ و مادر ایشان ام ولد ست۔ ۔ الخ

(منتہی الآمال، ج ا، ص ۲۴۰ - باب مذکور و فصل مذکور - طبع تہران - نسخی خورد)

حوالہ جات ہذا کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) ــــ امام حسن مجتبیٰ بن علی المرتضیٰ کے صاحبزادے علی اختلاف الروایات آٹھ عدد ہیں۔

(۲) ــــ ان میں ایک صاحبزادہ بالاتفاق عمر بن الحسن ہے۔

(۳) ــــ اس کی ماں اُمّ ولدہ ہے۔

(۴) ــــ بعض علماء کے نزدیک یہ بھی اپنے چچا امام حسینؓ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوا تھا۔

(۴۳)

حضرت سیدنا عمر بن الخطابؓ کا اسم گرامی امام زین العابدین علی بن الحسینؓ کی اولاد میں جاری ہے

اوّل - اصول کافی کتاب الحجۃ باب مایفصل بہ بین دعوی المحق والمبطل فی امر الامامۃ میں محمد بن یعقوب کلینی رازی نے ایک تعزیت کا واقعہ درج کیا ہے اس میں عمر بن علی بن الحسین کا ذکر موجود ہے - عبارتِ ذیل ملاحظہ فرما کر تسلی کر لیں :-

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْجَعْفَرِیِّ قَالَ اَتَیْنَا خَدِیْجَۃَ بِنْتَ عُمَرَ بْنِ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ نُعَزِّیْهَا بِابْنِ بِنْتِهَا فَوَجَدْنَا عِنْدَهَا مُوْسٰی بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ فَاِذَا هِیَ فِیْ نَاحِیَۃٍ قَرِیْبًا مِّنَ النِّسَاءِ فَعَزَّیْنَاهَا ... الخ"

(اصول کافی کتاب الحجۃ، ص ۲۲۵ - طبع لکھنؤ نول کشور
باب مایفصل بہ بین دعوی المحق والمبطل فی امر الامامۃ)

یعنی عبداللہ جعفری کہتا ہے کہ ہم علی بن الحسین (زین العابدین) کے بیٹے عُمر کی لڑکی خدیجہ نامی کے پاس اس کی لڑکی کے بیٹے یعنی دوہتے کی تعزیت کرنے کے لیے آئے خدیجہ کے پاس عبداللہ بن حسن کے لڑکے موسیٰ موجود تھے - اور یہ خود ایک کونہ میں عورتوں میں بیٹھی تھیں اس وقت ہم نے تعزیت کی ... الخ"

دوم - "ارشاد شیخ مفید" میں باب ذکر ولد علی بن الحسین (امام زین العابدین) علیہما السلام میں پندرہ عدد اولاد ذکر کی ہے - محمد باقرؒ - عبداللہ - الحسنؒ والحسینؒ وزیدؒ وعمرؒ والحسینؒ الاصغر وعبدالرحمٰن وسلیمانؒ وعلیؒ ... الخ"

یعنی یہاں چھٹے نمبر پر عُمر کا نام مذکور ہے۔ اس کے بعد لڑکیاں درج کی ہیں۔"

(ارشادِ شیخ مفید، ص ۲۴۴۔ باب اولاد
زین العابدین، طبع جدید طہران سن طباعت ۱۳۷۷ھ)

سوم ۔علی بن عیسیٰ فاضل اربلی شیعی نے کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۸۴ مع ترجمۃ المناقب
فارسی، باب ذکر ولد علی بن الحسین علیہم السلام میں زین العابدین کی اولاد شمار کی ہے
وہاں پہلے نمبر پر محمد باقرؒ دوسرے نمبر پر زیدؒ، تیسرے نمبر پر "عُمر" ہے (زید اور عُمر
دونوں کی ماں اُمِ ولد ہے)۔"

چہارم ۔عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب میں زین العابدین کی اولاد میں ص ۱۹۴
آخر الفصل الثانی اور ص ۳۰۵۔ المقصد الرابع میں عمر بن زین العابدین کا ذکرِ خیر موجود
ہے۔ (عمدۃ الطالب ص ۱۹۴۔ ۳۰۵۔ طبع حیدریہ
نجفِ اشرف عراق)

پنجم ۔چودھویں صدی کے مشہور و معروف شیعی مجتہد شیخ عباس قمی نے اپنی معتبر و
مستند کتاب منتہی الآمال جلد دوم باب ششم فصل ہفتم میں امام زین العابدین
کی اولاد کے تحت درج کیا ہے کہ:

"..... زید و عمر از ام ولد دیگر.... الخ"

یعنی زین العابدین کے دو بیٹے زید و عُمر اُمِّ ولد سے تھے۔... الخ
(کتاب "منتہی الآمال"، ج ۲ ص ۴۳ و ۴۵ و ۴۶۔
ذکر اولاد زین العابدین)

ششم ۔اور شیخ عباس قمی موصوف نے اپنی تصنیف "تحفۃ الاحباب" میں عُمر نامی اسماء
کے تحت زین العابدین کے لڑکے عُمر الاشرف کا ذکرِ خیر کیا ہے اور بڑی مدح و
ثنا کے ساتھ تذکرہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ (عُمر) از فضلائے تابعین و جلیل القدر

صاحب ورع ووالی صدقاتِ پیغمبرؐ و امیر المومنینؓ بوده ... الخ "

(تحفۃ الاحباب ص ۲۵۷ تحت اسماء عمرؓ - طبع طہران)

الختام بالخیر

کتاب "رحماء بینہم" کے فاروقی حصہ کو یہاں ختم کیا جاتا ہے - یہ کتاب ہٰذا کا دوسرا حصہ ہے -

ناظرین با تمکین کی خدمت میں مکرر گذارش کی جاتی ہے کہ رسالہ ہٰذا کے اختتام پر اس حصہ کے تمام مضامین پر اجمالی نظر کرلی جائے - کل پانچ باب تھے - پھر ہر ایک باب میں کسی جگہ دو فصل اور کہیں چار فصل اور بعض جگہ پانچ فصل تجویز کیے گئے تھے - اس طرح کل سترہ فصول میں یہ مختلف و متنوع عنوانات مکمل کیے گئے ہیں -

حضرت سیدنا عمر بن الخطابؓ کے مابین اور حضرت علیؓ اور ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کی اولاد شریف کے درمیان جو تعلقات و روابط سردست دستیاب ہوتے وہ ذکر کیے ہیں -

تعلقات ہٰذا کا نہ استیعاب مقصود تھا نہ ہی ہو سکا ہے - یہ مسئلہ بڑا وسیع ہے اور تمام کتابیں بھی دستیاب نہیں اور جو کتب میسر ہیں ان کا بالاستیعاب دیکھنا بھی کارے دارد ہے صرف اپنے شوق کی حد تک یہ چند چیزیں جمع کی ہیں (تقبلہا اللہ تعالیٰ منا) - گویا خداوند قدوس کے فرمان "رحماء بینہم" کا ایک عملی و علمی نمونہ پیش خدمت کر دیا ہے - بزرگان دین و اکابرین امت کے متعلق یہ ادنیٰ خدمت اللہ تعالیٰ قبول فرما کر ان کے اقدامِ طیبہ میں ہمارا حشر و نشر کر دے اور ان کی معیتِ اخروی نصیب فرما دے تو یہ اس کا احسانِ عظیم اور لطفِ عمیم ہوگا -

اس کے بعد اس کا تیسرا حصہ عثمانی ہوگا - مالک کریم اپنی نصرتِ خاصہ سے بہرہ ور

فرمائے تو اتمام ہو سکتا ہے۔

وهو المستعان وعليه التكلان صلى الله تعالىٰ على خير خلقه وصفوة مخلوقه وعلىٰ آله واصحابه وسلم۔

ناچیز: محمد نافع عفا اللہ عنہ جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ

مراجع برائے کتاب "رُحَماءُ بَیْنَہُم" حصہ دوم (فاروقی)

نام کتاب	سن وفات صاحبِ کتاب
۱ - مؤطا امام مالکؒ	۱۷۹ھ
۲ - کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ	۱۸۲ھ
۳ - کتاب الآثار لامام ابی یوسفؒ	۱۸۲ھ
۴ - کتاب الآثار لامام محمدؒ	۱۸۹ھ
۵ - کتاب الحجۃ لامام محمدؒ	۱۸۹ھ
۶ - کتاب الخراج لیحییٰ ابن آدم القرشی	۲۰۳ھ
۷ - المصنّف لعبد الرزاق بن ہمام (۱۱ جلد)	۲۱۱ھ
۸ - مُسند حمیدی للحافظ ابی بکر عبداللہ الزبیر	۲۱۹ھ
۹ - کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام	۲۲۴ھ
۱۰ - غریب الحدیث لابی عبید القاسم بن سلام، ۴ جلد	۲۲۴ھ
۱۱ - السُنن لسعید بن منصور	۲۲۷ھ
۱۲ - طبقات لمحمد ابن سعد (۸ جلد) طبع لیدن	۲۳۰/۲۳۵ھ
۱۳ - المصنّف لابی بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	۲۳۵ھ
۱۴ - کتاب نسب قریش لابی عبداللہ المصعب بن عبداللہ بن مصعب الزبیری (الزبیری)	۲۳۶ھ
۱۵ - تاریخ خلیفہ بن خیاط (ابو عمرو) - ۲ جلد	۲۴۰ھ
۱۶ - المسند لامام احمد بن حنبلؒ، ۶ جلد معہ منتخب کنز العمال	۲۴۱ھ

۱۷ - کتاب المحبّر لابی جعفر محمد بن حبیب بن امیہ بغدادی۔ ۲۴۵ھ

۱۸ - تاریخ کبیر لامام محمد بن اسماعیل بخاریؒ (۸ جلد) ۲۵۶ھ

۱۹ - تاریخ صغیر 〃 〃 〃 〃 (طبع ہند) ۲۵۶ھ

۲۰ - الصحیح لامام محمد بن اسماعیل بخاری، طبع نور محمدی۔ ۲۵۶ھ

۲۱ - الصحیح لامام مسلم بن حجاج القشیری (طبع نور محمدی) ۲۶۰ھ

۲۲ - السنن لابن ماجہ (ابو عبداللہ محمد بن یزید ماجہ) ۲۷۳/۲۷۵ھ

۲۳ - کتاب المراسیل لابی داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، ۲۷۵ھ

۲۴ - جامع ترمذی لابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۷۵/۲۷۹ھ

۲۵ - سنن ابی داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ۲۷۵ھ

۲۶ - المعارف لابن قتیبہ (ابو محمد عبداللہ بن مسلم
بن قتیبہ الکاتب الدینوری) ۲۷۶ھ

۲۷ - انساب الاشراف احمد بن یحییٰ بلاذری (مطبوعہ ۱۹۵۹ء) ۲۷۷/۲۷۹ھ

۲ - فتوح البلدان 〃 〃 〃 (حسن طباعت ۱۹۵۹ء) 〃 ھ

- کتاب قیام اللیل وقیام رمضان للشیخ محمد بن نصر المروزی ۲۹۴ھ

۱ - مسند ابی یعلیٰ احمد بن علی الموصلی (قلمی پیر گوٹھ سندھ) ۳۰۷ھ

- تاریخ ابن جریر طبری محمد بن جریر ابی جعفر الطبری ۳۱۰ھ

- کتاب الکنیٰ والاسماء لابی بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی ۳۱۰ھ

شرح معانی الآثار لابی جعفر احمد بن محمد بن سلامت الطحاوی ۳۲۱ھ

کتاب الامالی ابی قاسم عبدالرحمٰن بن اسحاق الزجاجی ۳۴۰ھ

سنن لدارقطنی ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی ۳۸۵ھ

ستدرک للحاکم ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری ۴۰۵ھ

۳۷ - حلیۃ الاولیاء لابی نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (۱۰ جلد) ۴۳۰ھ

۳۸ - فضائل ابی بکر الصدیقؓ لابی طالب محمد بن علی بن الفتح الحربی العشاری
(ومعہ رسائل اخر، شرح ثلاثیات البخاری وغیرہ) ۴۴۶ھ

۳۹ - کتاب جمہرۃ انساب العرب لابی محمد علی بن احمد بن سعید
المعروف ابن حزم الظاہری الاندلسی ۴۵۶ھ

۴۰ - السنن الکبریٰ لابی بکر احمد بن حسین البیہقی (۱۰ جلد) ۴۵۸ھ

۴۱ - الاستیعاب لابن عبدالبر ابی عمرو یوسف بن عبدالبر النمری
معہ الاصابہ لابن حجر (۴ جلد) ۴۶۳ھ

۴۲ - کتاب الکفایہ فی علم الروایہ خطیب بغدادی ۴۶۳ھ

۴۳ - کتاب التمہید لابن عبدالبر ۴۶۳ھ

۴۴ - جامع بیان العلم لابن عبدالبر ۴۶۳ھ

۴۵ - اصول فخر الاسلام بمعہ شرح کشف الاسرار علی بن محمد البزدوی ۴۸۲ھ

۴۶ - اصول سرخسی لشمس الائمہ لابی بکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی ۴۸۳/۴۹۰ھ

۴۷ - المناقب للامام اعظم للموفق بن احمد المکی ۵۶۸ھ

۴۸ - شرح السنہ لامام البغوی ابی محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی ۵۱۶ھ

۴۹ - تلخیص ابن عساکر لابن بدران ۵۷۱ھ

۵۰ - تاریخ عمر بن الخطاب لابن جوزی ابوالفرج بن جوزی ۵۹۷ھ

۵۱ - اسد الغابہ لابن اثیر الجزری (محمد بن محمد بن عبدالکریم الشہیر عزالدین ۶۳۰ھ

۵۲ - التاریخ الکامل لابن اثیر الجزری ۶۳۰ھ

۵۳ - مقدمہ ابن صلاح ابوعمرو عثمان بن صلاح شہرزوری ۶۴۳ھ

۵۴ - جامع مسانید امام اعظم للقاضی خوارزمی (ابوالموید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی - ۶۶۵ھ

۵۵ ۔ ریاض النضرہ لمحب الطبری (لابی جعفر احمد محب الطبری) ۶۹۴ھ
۵۶ ۔ تفسیر مدارک لابی البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی ۷۰۱ھ
۵۷ ۔ الفتاوی الکبریٰ للحافظ ابن تیمیہ الحرانی ۷۲۸ھ
۵۸ ۔ تفسیر غرائب القرآن لنظام الدین حسن بن محمد بن حسین القمی النیشاپوری ۷۳۰ھ
۵۹ ۔ مشکوٰۃ المصابیح ولی الدین خطیب تبریزی ۔ سن تالیف ۷۳۷ھ
۶۰ ۔ تفسیر بحر المحیط لاثیر الدین ابی عبداللہ محمد بن یوسف ابی حیان اندلسی ۷۴۵/۷۵۴ھ
۶۱ ۔ تذکرۃ الحفاظ لشمس الدین ابی عبداللہ بن عثمان الذہبی ۷۴۸ھ
۶۲ ۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی (۲۳ جلد) ۷۴۸ھ
۶۳ ۔ الباعث الحثیث لابن کثیر عماد الدین ابی الفدا الدمشقی ۷۷۴/۷۷۵ھ
۶۴ ۔ تفسیر لابن کثیر عماد الدین دمشقی ۷۷۴/۷۷۵ھ
۶۵ ۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر عماد الدین دمشقی (۱۴ جلد) ۷۷۴/۷۷۵ھ
۶۶ ۔ مجمع الزوائد لنور الدین الہیثمی (۱۰ جلد) ۸۰۷ھ
۶۷ ۔ المناقب للامام اعظم للشیخ محمد بن محمد بن شہاب الکردی ۸۲۷ھ
۶۸ ۔ لسان المیزان للحافظ ابن حجر ابی الفضل احمد بن علی العسقلانی (۶ جلد) ۸۵۲ھ
۶۹ ۔ تہذیب التہذیب لابن حجر العسقلانی (۱۲ جلد) ۸۵۲ھ
۷۰ ۔ کتاب الاسعاف فی احکام الاوقاف للشیخ برہان الدین بن موسیٰ الطرابلسی ۹۰۵ھ
۷۱ ۔ وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ (علامہ نور الدین السمہودی) ۹۱۱ھ
۷۲ ۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی (جلال الدین سیوطی) ۹۱۱ھ
۷۳ ۔ تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ لعلی بن محمد بن عراق الکنانی ۹۶۳ھ
۷۴ ۔ الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی (شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی) ۹۷۳/۹۷۵ھ
۷۵ ۔ کنز العمال (طبع اول) علی متقی الہندی (۸ جلد) ۹۷۵ھ

۷۶ ۔ کشف الظنون از حاجی خلیفہ مصطفیٰ ابن عبداللہ کاتب چلپی ۔ { ۱۰۶۷ / ۱۰۶۸ ھ

۷۷ ۔ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء (شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ)، ۱۱۷۶ ھ

۷۸ ۔ نبراس شرح شرح عقائد (مولانا عبدالعزیز پرہاروی)، ۱۲۳۹ ھ

۷۹ ۔ تحفہ اثنا عشریہ (مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ) ۱۲۳۹ ھ

۸۰ ۔ روح المعانی (سید محمود آلوسی) ۱۲۷۰ ھ

✽✽✽✽✽✽✽✽✽✽✽✽✽

کتبِ شیعہ استفادہ نمودہ برائے رُحَمَاءُ بینہم حصّہ دوم (فاروقی)

نام کتاب و مصنف	سنِ وفات
۱ - تاریخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب العباسی)	۲۵۶/۲۵۸ھ
۲ - اخبار الطوال للدینوری، ابی حنیفہ احمد بن داؤد	۲۸۲ھ
۳ - قرب الاسناد (عبداللہ بن جعفر الحمیری ابوالعباس القمی)	(قرن الثالث)
۴ - اصول کافی (محمد بن یعقوب کلینی رازی)	۳۲۹ھ
۵ - فروع کافی (" " " ")	۳۲۹ھ
۶ - مروج الذہب لابی الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی)	۳۴۶ھ
۷ - علل الشرائع - (شیخ صدوق ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی)	۳۸۱ھ
۸ - معانی الاخبار (" " " " " " ")	۳۸۱ھ
۹ - رجال کشی (ابوعمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی)	(قرن رابع)
۱۰ - نہج البلاغہ (متن) (شیخ سید شریف الرضی ابوالحسن محمد بن ابی احمد الحسین	۴۰۴ھ
۱۱ - تنزیہ الانبیاء (سید مرتضیٰ علم الہدیٰ)	۴۰۶ھ
۱۲ - کتاب الشافی (" " ") معہ تلخیص الشافی للطوسی	۴۰۶ھ
۱۳ - ارشاد شیخ مفید - (محمد بن نعمان المفید)	۴۱۳ھ
۱۴ - الامالی (شیخ ابوجعفر محمد بن حسن شیخ الطائفہ)	۴۶۰ھ
۱۵ - تہذیب الاحکام - شیخ ابوجعفر محمد بن حسن الطوسی	۴۶۰ھ
۱۶ - الاستبصار - " " " " "	۴۶۰ھ
۱۷ - احتجاج طبرسی، (شیخ ابومنصور احمد بن علی طبرسی)	۵۴۸ھ

۱۸ - مناقب خوارزمی (اخطب خوارزم الموفق بن احمد بن محمد البکری المکی) ۵۶۸ھ

۱۹ - مناقب ابن شہر آشوب (محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی) ۵۸۸ھ

۲۰ - شرح نہج البلاغہ حدیدی (ابو حامد عبد الحمید بن بہاء الدین محمد المدائنی بن ابی الحدید) ۶۵۶ھ

۲۱ - شرح نہج البلاغہ (لابن میثم) (کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی) - ۶۷۹ھ

۲۲ - کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ (علی بن عیسیٰ اربیلی) معہ ترجمۃ المناقب فارسی - ۶۸۷ھ

۲۳ - عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب (سید جمال الدین ابن عنبہ) ۸۲۸ھ

۲۴ - معالم الاصول (شیخ جمال الدین ابو منصور حسن بن زین الدین) ۱۰۱۱ھ

۲۵ - احقاق الحق - (قاضی نور اللہ شوستری مرعشی) ۱۰۱۹ھ

۲۶ - مجالس المومنین - (" " " ") ۱۰۱۹ھ

۲۷ - بحار الانوار - (ملا باقر مجلسی) ۱۱۱۱ھ

۲۸ - جلاء العیون (" " " ") ۱۱۱۱ھ

۲۹ - حیات القلوب (" " " ") ۱۱۱۱ھ

۳۰ - حق الیقین - (ملا باقر مجلسی) ۱۱۱۱ھ

۳۱ - حملہ حیدری (مرزا رفیع باذل ایرانی) تاریخ تالیف: ۱۱۱۹ھ

۳۲ - الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ - (شیخ ابراہیم بن حاجی حسین الدنبلی) ۱۲۹۱ھ

۳۳ - ناسخ التواریخ (مرزا محمد تقی لسان الملک (۱۴ جلد) ۱۲۹۷ھ

۳۴ - تاریخ طراز مذہب مظفری (صدی سیزدہم)

۳۵ - تنقیح المقال - (عبد اللہ المامقانی) (" ")

۳۶ - تتمۃ المنتہی - (شیخ عباس القمی) ۱۳۵۹ھ

۳۷ - تحفۃ الاحباب (" ") ۱۳۵۹ھ

۳۸۔ منتہی الآمال۔ (شیخ عباس القمی) ۱۳۵۹ھ

۳۹۔ شرح نہج البلاغۃ (ترجمہ فارسی) فیض الاسلام سید علی نقی) سن تالیف ۱۳۶۲ھ

۴۰۔ ترجمہ مصائب النواصب (فارسی) مصنف قاضی نور اللہ، مترجم مرزا محمد علی رشتی۔ ۱۳۳۴ھ

۴۱۔ فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ (مولوی امیر دین حکیم۔ مولوی محمد علی جھنگوی) صدی چہاردہم

"رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ"

(جلد اوّل حصّہ صدیقی)

کتاب "رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ" کی دوسری جلد (حصہ فاروقی) آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ اس کتاب کی پہلی جلد حصہ صدّیقی، صُوری و معنوی جملہ خوبیوں سے آراستہ شائع ہو چکی ہے۔ جس میں خلیفۂ اوّل سیّدنا صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خانوادۂ نبوت، حضرت علیؓ، حسنین شریفین اور دیگر افرادِ اہلِ بیت کے ساتھ حُسنِ سلوک، حقوق کی ادائیگی، باہمی بہترین مراسم اور عمدہ تعلقات کو جامع و مانع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اہلِ سنت کی ۹۳ کتب اور اہلِ تشیّع کی ۶۴ کتب سے استفادہ کردہ کتاب اہلِ قرابت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم اور صدّیقِ اکبرؓ کے باہمی حسنِ تعاون و حُسنِ معاملت پر اپنے انداز کی پہلی کتاب ہے۔

عبارت سادہ عام فہم، اندازِ بیان ثقیت اور صلح جویانہ۔ حوالہ کی ہر کتاب کی اصل عبارت اور ترجمہ اس خوبی کے ساتھ دیا گیا ہے کہ مطالعہ سے بے شمار شکوک و شبہات خود بخود رفع ہو جاتے ہیں۔

عمدہ کاغذ، آفسٹ طباعت، طلائی جلد سے مزیّن

ضخامت: ۴۶۴ صفحات

قیمت صرف :- ۲۵ روپے

رُحَمَاءُ بَیْنَہُم

(جلد سوم حصہ عثمانی)

اس کتاب کی تیسری جلد حصہ عثمانی ہے۔ جس میں خلیفہ سوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حضرت علی المرتضیٰ اور خانوادہ نبوت نیز بنو ہاشم کے ساتھ حسنِ مراسم اور نسبی تعلقات بیان کیے گئے ہیں۔ اور عثمانی دورِ خلافت میں ان حضرات کے ساتھ کس قدر حسنِ سلوک روا رکھا گیا ہے۔ اور ان حضرات کی طرف سے امورِ خلافت میں کس قدر تعاون رہا ہے۔ نیز خاندانی تعلقات کس قدر گہرے تھے۔

ایسے بے شمار واقعات قدیم وجدید کتبِ اہلِ سنت اور کتب شیعہ نیز انساب اور تاریخ کی کتابوں سے جمع کیے گئے ہیں۔ مزید برآں ان مطاعن کے تحقیقی جوابات دیے گئے ہیں جن کا سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف غلط انتساب کیا گیا ہے۔ عنقریب یہ حصہ بھی صوری ومعنوی خوبیوں سے آراستہ شائع ہونے والا ہے۔

حدیثِ ثقلین

اس کے ساتھ ہی فاضل مصنف کی دوسری تصنیف حدیثِ ثقلین کا دوسرا ایڈیشن اب آفسٹ طباعت پر شائع کیا جا رہا ہے۔ حدیث ترکت فیکم الثقلین.. .... کی تحقیقی تشریح ہے۔ یہ ان لوگوں کی عجمی سازش کو بے نقاب کرنے کی کامیاب کوشش ہے جو سنت کے بالمقابل امامت کو مرکز قرار دیتے ہیں اور اس حدیث کو خلافت بلافصل میں بطور استدلال پیش کرتے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہو جائے گا کہ تشریح اسلامی کا مرکز ومحور سنتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔